علم اور اہل علم کی فضیلت پر ایک
جامع تصنیف طلبا اور علما کے لیے بے حد مفید اور
کار آمد کتاب

فضائل علم و علما

حضرت الحاج ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

۷۳۵۳۲۵۵ - ۷۳۲۴۴۱۲ - ۷۳۴۳۹۹۱

اشرف منزل، چوک لسبیلہ - گارڈن ایسٹ - کراچی - ۷۲۲۳۷۶۸

نام کتاب: فضائل علم و علماء

بار اول: رجب ۱۴۱۸ھ ۔ نومبر ۱۹۹۷ء

ناشر: ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انار کلی لاہور

قیمت:

ملنے کے پتے

(۱) ادارہ اسلامیات اشرف منزل، مسقط روڈ۔

لسبیلہ چوک، کراچی فون 7223768

(۲) دارالاشاعت اردو بازار کراچی نمبر ۱

(۳) ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم۔ کراچی

(۴) مکتبہ دارالعلوم، دارالعلوم، کراچی نمبر ۴

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

پیش لفظ

الحمدللّٰہ و کفٰی و سلامٌ علٰی عبادہ الّذین اصطفٰی

ہمارے زمانے میں جو نت نئے فتنے مختلف اَطراف سے اُٹھتے رہتے ہیں' ان کی ایک بہت بڑی وجہ عِلم دین سے بے توجہی اور غفلت' بلکہ اِس کی ناقدری ہے۔ ایک طرف تو اس ناقدری اور غفلت کی وجہ سے لوگ بذات خود عِلم دین حاصل کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے' اور دوسری طرف طرہ یہ ہے کہ جن حضرات کو اللہ تعالٰی نے علوم دینیہ سے بہرہ اندوز فرمایا ہے' دینی معاملات میں بھی ان کی طرف رجوع کرنے کو غیر ضروری سمجھتے ہیں اور ہر شخص بزعم خود جو کچھ اپنی رائے اور خواہشات کی روشنی میں درست سمجھتا ہے' اس پر نہ صرف عمل کرنے' بلکہ اس کی تبلیغ کے لئے تیار ہے۔ اس صورت حال کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

ایک شخص جو ڈاکٹر نہ ہو' اگر بیمار ہو جائے تو کبھی اپنی رائے سے علاج کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔ خواہ دوسرے معاملات میں وہ کتنا تعلیم یافتہ ہو اس کے بجائے کسی ڈاکٹر کی طرف رجوع کر کے اس کے مشورے پر عمل کرے گا۔ لیکن دینی معاملات کو اتنا غیر اہم قرار دے لیا گیا ہے کہ اس میں کسی عالم کی طرف رجوع کرنے کو

ضروری نہیں سمجھا جاتا' بلکہ اگر وہ کوئی دین کی بات بتائیں تو اس پر اعتراض اور بحث کا دروازہ کھول لیا جاتا ہے' اور بعض اوقات ان کی اہانت و تحقیر سے بھی احتراز نہیں کیا جاتا۔

اس صُورت حال کو بعض اوقات اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے' کہ بعض وہ حضرات جو دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں' فراغت کے بعد عملی میدان میں کام کرنے کے لئے ضروری تربیت کی طرف توجہ نہیں دیتے' اس تربیت کے بغیر ان ذمہ داریوں سے کماحقہ' عہدہ برآ نہیں ہو پاتے' جو ایک عالم کے لئے ضروری ہیں' اور ان کا طریق کار بعض اوقات اعتدال کی راہ سے ہٹ کر تبشید کے بجائے تنفید کا سبب بن جاتا ہے۔

حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب مدظلہم العالی شیخ الحدیث' حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں اور انھوں نے حضرت قدس سرہٗ کی طویل صحبت و خدمت کی سعادت حاصل کی ہے اور آج کل کینیڈا میں مسلمانوں کی دینی خدمت میں مشغول ہیں۔ انھوں نے یہ کتاب مذکورہ بالا امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے بڑے اخلاص اور دردمندی سے تالیف فرمائی ہے۔

پہلے تو انھوں نے قرآن وسنت اور بزرگان دین کے اقوال کی روشنی میں علم دین کی اہمیت اور فضیلت پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اس علم دین کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے ان کے فضائل و مناقب قرآن و حدیث سے جمع فرمائے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے باب میں علماء کرام کی اہانت و تحقیر پر جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان کو جمع فرمایا ہے۔ اور سب سے آخر میں علماء کرام پر شرعاً جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں' ان کو شمار کرایا ہے۔ اور اس ضمن میں سب سے اہم بات جس

کی طرف انھوں نے توجہ دلائی ہے' وہ یہ ہے کہ علماء کے لئے محض خشک کتابی علم کافی نہیں ہے' بلکہ علوم ظاہر کی تحصیل کے ساتھ کسی ماہر شیخ سے علوم باطن کی تحصیل اور اس نقطہ نظر سے اپنا تزکیہ بھی انتہائی ضروری ہے۔ جس کے بغیر علم و عمل اور دعوت کے کاموں میں نہ برکت ہوتی ہے نہ اس کا صحیح طریقہ حاصل ہوتا ہے۔

احقر کے نزدیک حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہم کی یہ تالیف نہایت مفید ہے جس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے فائدہ مند ہے۔ اور اہل عِلم بھی اس سے مستغنی نہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائیں اور یہ مسلمانوں کے لئے نافع و مفید ثابت ہو۔ آمین ثم آمین۔

احقر

محمد تقی عثمانی عفی عنہ
خادم دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
وارد حال شکاگو' امریکہ
۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

مقدمہ

از حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہ العالٰی

اَلحمدللہ وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

مخدومی حضرت ڈاکٹر اسماعیل صاحب میمنی مدنی زید مجدہم ہمارے شیخ قطب العالم برکۃ العصر حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے مسترشد خاص اور خلیفہ مجاز ہیں' انھیں طویل عرصہ تک حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا' اور حضرت ؒ کے انفاس طیبہ سے اس قدر استفادہ کیا کہ شیخ ؒ کے ذوق و مزاج میں پوری طرح ڈھل گئے۔ حضرت ؒ کے وصال کے بعد اصلاح وارشاد اور اشاعت علوم کے کام میں یکسوئی سے مشغول ہیں۔ کینیڈا میں ایک عظیم الشان دارالعلوم کی بنیاد رکھی ہے حق تعالٰی شانہٗ ان کی مساعی جمیلہ میں برکت فرمائیں اور حضرت شیخ الحدیث ؒ کی وراثت کی تقسیم کا زیادہ سے زیادہ کام ان سے لیا جائے۔

پیش نظر رسالہ "فضائل علم وعلماء" ان کی تازہ ترین تالیف ہے۔ جسے تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں وہ آیات واحادیث مذکور ہیں جن میں علم اور اہل علم کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ اس باب میں آیات کا ترجمہ معارف القرآن سے اور احادیث کا ترجمہ جناب مولانا عاشق الٰہی بلند شہری کے رسالہ "فضائل علم" سے لیا گیا ہے اور بعض فوائد بھی اسی رسالہ سے ماخوذ ہیں۔

دوسرے باب میں علمائے کرام کی اہانت و بے ادبی کا وبال ذکر کیا گیا ہے یہ حصہ تمام تر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ' کے رسالہ "الاعتدال فی مراتب الرجال" سے ماخوذ ہے۔

تیسرا باب ہے "علمائے کرام کی ذمہ داریاں" اس بارے میں بھی احادیث اور ان کے فوائد مستند ماخذ سے لئے گئے ہیں۔ اس ناکارہ نے اس رسالہ کا کچھ حصہ خود پڑھا، اور کچھ حضرت مؤلف زید مجدہ' سے لفظاً لفظاً سنا۔ بحمد اللہ تمام مضامین صحیح ہیں۔ اور یہ رسالہ گویا درس اصلاح ہے۔ حق تعالیٰ شانہ' اس کو قبول فرمائیں۔ اور امت کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع بنائیں۔

(مولانا) محمد یوسف لدھیانوی

۲۲ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ وَ هَدَاهُ لِدِيْنِهِ الْفُرْقَانَ وَ جَعَلَ خَيْرَهُمْ مَنْ تَعَلَّمَ وَ عَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ جَعَلَ الْاِنْسَانَ مِنَ الْفَضْلِ وَ الشَّرَفِ وَالْعِلْمِ بِمَكَانٍ وَجَعَلَ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةَ الْاَنْبِيَاءِ الْكِرَامِ بِالْفَضْلِ وَالْاِمْتِنَانِ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْرِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَتْبَاعِهِ الَّذِيْنَ سَارَعُوْا اِلَى الْجَنَانِ○

امابعد! حصول علم دین کے فضائل اور علماء دین حق کے مراتب و مناقب کے موضوع پر لکھنے کی اگر چہ مجھ ناچیز و ہیچ مدان میں کوئی ہمت و اہلیت نہ تھی۔ یہ محض اللہ رب العزت کا فضل و احسان ہے کہ اس نے اس ناکارہ نابکار کو اس کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ ناکارہ تو شاید از خود اس کام کے سر انجام دینے کی ہمت نہ کرتا کہ اس کی ہرگز ہرگز اہلیت نہیں رکھتا۔ لیکن میرے مخلص و محب الحاج آفتاب احمد صاحب اپنے حسن ظن کی وجہ سے بار بار تقاضا کرتے رہے کہ اس موضوع پر کچھ لکھوں۔ ہرچند کہ یہ ناکارہ معذرت کرتا رہا مگر وہ نہیں مانے۔ چنانچہ بروز چہار شنبہ یکم ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ مطابق ۳ دسمبر ۱۹۸۷ء اللہ کا نام لے کر لکھنا شروع کر دیا اور بروز سہ شنبہ ۸ شعبان ۱۴۰۷ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۸۷ء کو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہوا۔ اس کے لکھنے میں جناب الحاج شمیم احمد ٹورنٹو والوں کی کوشش سے ٹورنٹو یونیورسٹی کی لائبریری سے استفادہ آسان ہو گیا۔ نیز مسودہ کو جناب مفتی یوسف پانچ بھایا و دیگر حضرات نے حرفاً حرفاً ملاحظہ فرما کر قیمتی مشوروں سے نوازا۔ یہ ناکارہ ان سب حضرات کا تہ دل سے شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس رسالے کو تین ابواب پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں علم اور علماء کرام کے فضائل میں آیات قرآنیہ اور احادیث شریفہ اور ان کی تفسیر اور شرح لکھی ہے۔ دوسرے باب میں علماء کرام کی اہانت کرنے کا وبال مرشدی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ

مرقدہٗ کے ایک مکتوب میں سے نقل کیا ہے۔ تیسرے باب میں علماء کرام کی ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں۔ آخر میں علماء کرام کی خدمت میں باادب گزارش پر اس رسالہ کو ختم کردیا ہے۔ پہلے دو ابواب کو حصہ اول اور تیسرے باب کو جو کہ خاص علماء کرام کے لئے ہے حصہ دوم قرار دیا ہے۔ اس رسالہ کی تیاری میں جن جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست کتاب کے آخر میں درج ہے۔ اللہ تعالیٰ لکھنے والے اور پڑھنے والوں کے لئے نافع بنائے اور اس کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے۔ آمین۔

قارئین کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس میں جہاں جہاں غلطیاں اور فرو گزاشتیں نظر آئیں براہ کرم اس سے بندہ کو مطلع فرمائیں احسان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی بہترین جزاء دونوں جہان میں عطا فرمائے۔ آمین۔ وصلّی اللّٰہ تبارك و تعالٰی علی خیرِ خلقه سیدنا و مولانا محمد و آلہٖ و صحبہٖ و بارك وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔

اسماعیل عفی عنہ۔ مقیم کنیڈا۔

۸ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ ۷ اپریل ۱۹۸۷ء

حصہ اوّل

بابِ اوّل: علم دین و علماء کی فضیلت

فصلِ اوّل

آیات قرآنیہ

(۱) يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۝ (سورۃ مجادلہ)

اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ایمان والوں میں' ان لوگوں کے (اور زیادہ) جن کو علم (دین) عطا ہوا ہے (اخروی) درجے بلند کرے گا۔

(یعنی اس حکم کو بجالانے والوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک کفار جو کسی مصلحت دنیویہ سے مان لیں جیسے منافقین وہ تو لفظ مِنْكُمْ کی بناء پر اس وعدہ سے خارج ہیں۔ دوسرے اہل ایمان جو صاحب علم نہ ہوں ان کے لئے محض رفع درجات ہے۔ تیسرے وہ اہل ایمان جو اہل علم بھی ہوں۔ چونکہ بوجہ علم و معرفت ان کے عمل کا منشاء زیادہ خشیت و زیادہ خلوص ہے۔ جس سے عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ ان کے لئے مزید رفع درجات ہیں۔ (بیان القرآن)

فائدہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ علماء کی فضیلت عامۃ المومنین سے سات سو درجہ زیادہ ہے۔ اور ہر دو درجہ کے درمیان اتنی مسافت ہے جو پانچ سو برس میں طے ہو (احیاء) علامہ سیوطیؒ نے بروایت ابن منذر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے قرآن شریف میں جتنی فضیلت علماء کی اس آیت میں ذکر فرمائی ہے اتنی

کسی اور آیت میں نہیں۔ اس میں ان مومنین کو جو علم دیئے گئے ہیں ان مومنین پر جو علم نہیں دیئے گئے ہیں بہت سے درجات بڑھائے ہیں۔ (در منثور صفحہ ۱۸۵ جلد ۶)

اس آیت میں علماء کی کس قدر فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اول تو کامل مومنوں کی تعریف فرمائی۔ پھر علماء کی خاص طور سے فضیلت بیان فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ عام فضیلت سے خاص فضیلت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔

(۲) قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ زمر)

آپ فرما دیجئے (اے رسول اللہ) کیا برابر ہیں جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے۔

فائدہ:۔ اس میں استفہام انکاری ہے جس میں بلیغ طریقہ سے کسی چیز کا انکار کیا جاتا ہے جیسے کوئی سچا آدمی کہے کہ کیا میں جھوٹ بولتا ہوں۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا جھوٹ نہ بولنا بالکل ظاہر ہے۔ اسی طرح مندرجہ بالا آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ علم والوں اور بے علموں کا درجہ برابر نہیں ہوتا۔ دیکھئے اس آیت میں علم والوں کی یعنی علماء کی کیسی فضیلت بتلائی گئی ہے جو کہ نہایت بلیغ انداز میں ہے۔

(۳) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (آل عمران آیت ۱۸)

گواہی دی اللہ نے (کتب سماویہ میں) اس (مضمون) کی کہ بجز اس ذات (پاک) کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی (اپنے ذکر و تسبیح میں اس کی گواہی دی ہے کیونکہ ان کے اذکار توحید سے بھرے ہوئے ہیں اور (دوسرے) اہل علم نے بھی (اپنی تقریرات و تحریرات میں اس کی گواہی دی ہے جیسا کہ ظاہر ہے) اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ (ہر چیز کا) اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں (اور پھر کہا جاتا ہے کہ) ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں وہ

زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت امام غزالیؒ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ دیکھو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک سے کیسے شروع فرمایا اور دوسری مرتبہ میں فرشتوں کو ذکر فرمایا اور تیسری میں علم والوں کو (یعنی علماء کو) اور شرف اور فضل اور بزرگی اور اِصالت کو اتنا ہی کافی ہے۔ (احیاء) مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں علم والے (یعنی علماء) ہر زمانہ میں توحید کی شہادت دیتے رہے ہیں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جو وہ آپ کی طرف اپنے علم سے اتار رہا ہے گواہی دے رہا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہوتی ہے۔ پھر اپنی شہادت کے ساتھ فرشتوں کی اور علماء کی شہادت کو ملا رہا ہے۔ یہاں سے علماء کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے بلکہ خصوصیت اھ۔

اس آیت کے بہت فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ مگر وہ چونکہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں اس لئے ان کو نقل کرنا طوالت کا سبب ہوگا، البتہ ایک فضیلت نقل کرنا نامناسب نہ ہوگا۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور آیت شَهِدَ اللّٰهُ اور قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ تُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (سورہ آل عمران آیت ۲۶، ۲۷) پڑھا کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کے سب گناہ معاف فرمائیں گے اور جنت میں جگہ عطا فرمائیں گے اور اس کی ستر (۷۰) حاجتیں پوری فرمائیں گے جن میں سے ایک اس کی مغفرت ہے (روح المعانی بحوالہ دیلمی)

ایک اور حدیث امام بغویؒ اپنی سند سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا فرمان ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سورۃ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور

آل عمران کی دو آیتیں شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ آخر تک اور دوسری یہ آیت قُلِ اللّٰهُمَّ مالك الملك سے بغیر حساب تک پڑھا کرے۔ تو میں اس کا ٹھکانہ جنت میں بنادوں گا اور اُس کو اپنے حظیر القدس میں جگہ دوں گا۔ اور ہر روز اس کی طرف ستر(۷۰) مرتبہ نظر رحمت کروں گا اور اس کی ستر(۷۰) حاجتیں پوری کروں گا اور ہر حاسد اور دشمن سے پناہ دوں گا اور ان پر اس کو غالب رکھوں گا (معارف القرآن ص ۴۳' جلد ۲)

(۴) اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ (سورۃ فاطر) — اللہ تعالیٰ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جو علماء ہیں۔

فائدہ:۔ لفظ اِنَّمَا عربی زبان میں حصر بیان کرنے کے لئے آتا ہے۔ اس لئے اس جملے کے معنی بظاہر یہ ہیں کہ صرف علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ مگر ابن عطیہ وغیرہ ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ حرف اِنَّمَا جیسے حصر کے لئے آتا ہے ایسے ہی کسی کی خصوصیت بیان کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت علماء کا وصف خاص اور لازم ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ غیر عالم میں خشیت نہ ہو (بحر محیط 'ابو حیان)

اس کے چند آیتوں کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ الایہ (یعنی پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے (تمام دنیا جہان کے) بندوں میں سے (باعتبار ایمان کے) پسند فرمایا کے ذیل میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

علماء اُمت محمدیہ کی عظیم الشان فضیلت اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جو ہمارے بندوں میں منتخب اور برگزیدہ ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کتاب اللہ اور علوم نبوت کے بلا واسطہ وارث حضرات علماء ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں بھی ارشاد ہے اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ یعنی علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت کے علوم کا مشغلہ اخلاص کے ساتھ نصیب فرمایا یہ اس کی علامت ہے کہ وہ اللہ کے برگزیدہ

اولیاء ہیں۔ جیسا کہ حضرت ثعلبہ بن الحکمؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز علماء اُمت سے خطاب فرما کر کہیں گے کہ میں نے تمہارے سینوں میں اپنا علم و حکمت صرف اسی لئے رکھا تھا کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ تمہاری مغفرت کر دوں، عمل تمہارے کیسے بھی ہوں (یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ جس شخص میں خشیت اور خوف خُدا نہیں وہ علماء کی فہرست ہی سے خارج ہے۔ اس لئے یہ خطاب انہی لوگوں کو ہو گا جو خشیت اللہ میں رنگے ہوئے ہوں۔ ان سے یہ ممکن ہی نہیں ہو گا کہ بے فکری سے گناہوں میں ملوث رہیں۔ ہاں طبیعت بشریہ کے تقاضوں سے کبھی کبھی لغزش ان سے بھی ہوتی ہے۔ اسی کو اس حدیث پاک میں فرمایا کہ عمل تمہارے کیسے بھی ہوں تمہاری لئے مغفرت مقدر ہے)

یہ سب روایات تفسیر ابن کثیر سے لی گئی ہیں۔ اور آخری حدیث جو حضرت ثعلبہؓ سے روایت کی گئی ہے اس کو طبرانی نے بھی روایت کیا ہے جس کی سند کے سب رجال ثقات ہیں (تفسیر مظہری) اور تفسیر مظہری میں بحوالہ ابن عساکر حدیث مذکور کا یہی مضمون ابو عمر صنعانی سے بھی روایت کیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ محشر میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جمع فرمائیں گے۔ پھر ان میں سے علماء کو ایک ممتاز مقام پر جمع کر کے فرماویں گے۔

اِنِّیْ لَمْ اَضَعْ عِلْمِیْ فِیْکُمْ اِلَّا لِعِلْمِیْ بِکُمْ وَ لَمْ اَضَعْ عِلْمِیْ فِیْکُمْ لِاُعَذِّبَکُمْ اِنْطَلِقُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ○

یعنی میں نے اپنا علم تمہارے قلوب میں اس لئے رکھا تھا کہ میں تم سے واقف تھا۔ (کہ تم اس امانت علم کا حق ادا کرو گے) میں نے اپنا علم تمہارے سینوں میں اس لئے نہیں رکھا تھا کہ تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کر دی (مظہری، معارف القرآن)

(۵) وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا○ وَلَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ○ (سورۃ قصص)

جن لوگوں کو (دین) کا علم دیا گیا تھا وہ (ان حریصوں سے کہنے لگے ارے تمہارا ناس ہو (تم اس دنیا پر کیا جاتے ہو) اللہ تعالیٰ کے گھر کا

ثواب (اس دنیوی کروفر سے) ہزار درجہ بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور (پھر ایمان و عمل صالح والوں میں سے بھی) وہ (ثواب کامل طور پر) ان ہی لوگوں کو دیا جاتا ہے جو (دنیا کی حرص و طمع سے) صبر کرنے والے ہیں (پس تم لوگ ایمان کی تکمیل اور عمل صالح کی تحصیل میں لگو اور حد شرعی کے اندر دنیا حاصل کر کے زائد کی حرص و طمع سے صبر کرو (بیان القرآن)

فائدہ:۔ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے علماء کی کیسی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ جنھوں نے ان لوگوں کو مندرجہ بالا نصیحت فرمائی، جو کہ قارون کی دولت کو للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ نصیحت کرنے والے علماء تھے جن کا خاص طور سے قرآن پاک میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۶) وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ○ پ۲۰، ع۱۶ (سورۃ عنکبوت)

اور ہم ان (قرآنی) مثالوں کو (جس میں سے ایک مثال اس مقام پر مذکور ہے) لوگوں کے سمجھانے کے لئے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

فائدہ:۔ مشرکین کے خداؤں کی کمزوری کی مثال مکڑی کے جالے سے دینے کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ ہم ایسی ایسی واضح مثالوں سے توحید کی حقیقت کا بیان کرتے ہیں۔ مگر ان مثالوں سے بھی سمجھ بوجھ صرف علماء دین ہی حاصل کرتے ہیں۔ دوسرے لوگ تدبر اور غور و فکر ہی نہیں کرتے کہ حق ان پر واضح ہو جائے (معارف القرآن)

(۷) وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ

اور (ہمیشہ کے لئے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہئے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی)

طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ○ (سورۃ توبہ ۱۲۲)

نکل کھڑے ہوں (کہ اس میں دوسری اسلامی ضروریات معطل ہوتی ہیں) سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے اور (کچھ اپنے وطن میں رہ جایا کریں) تاکہ باقی ماندہ لوگ رسول ﷺ کے وقت میں آپ سے اور آپ ؐ کے بعد علماء شہر سے) دین کی سمجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو (جو کہ جہاد میں گئے ہوئے ہیں) جب کہ وہ ان کے پاس آویں (دین کی باتیں سنا کر خدا کی نافرمانی سے ڈراویں تاکہ وہ (ان سے دین کی باتیں سن کر برے کاموں سے) احتیاط کریں۔

فائدہ:۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بہت مفید مضمون تحریر فرمایا ہے۔ اس کو معارف القرآن سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں:۔

سورۃ انفال میں بڑی اہمیت کے ساتھ غزوہ تبوک کا ذکر مسلسل چلا آیا ہے جس میں رسول ﷺ کی طرف سے نفیر عام کا اعلان کیا گیا تھا کہ سب مسلمان اس میں شریک ہوں، اس حکم کی خلاف ورزی بلاعذر صحیح جائز نہ تھی جو لوگ خلاف ورزی میں مبتلا ہوئے ان میں زیادہ تو منافقین تھے جن کا ذکر بہت سی آیات میں اوپر آیا ہے کچھ مخلص مؤمن بھی تھے جو وقتی کاہلی اور سستی کے سبب رہ گئے تھے۔ ان کی توبہ حق تعالیٰ نے قبول فرمالی، ان سب واقعات سے بظاہر یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر جہاد اور غزوہ میں سبھی مسلمانوں کو نکلنا فرض اور تخلف حرام ہے، حالانکہ حکم شرعی یہ نہیں، بلکہ جہاد عام حالات میں فرض کفایہ ہے جس کا حکم یہ ہے کہ مسلمانوں کی کچھ جماعت جو جہاد کے لئے کافی ہو جہاد میں مشغول رہے تو باقی مسلمان بھی فرض سے سبکدوش ہو

جاتے ہیں۔ ہاں اگر جہاد میں شریک ہونے والی جماعت کافی نہ ہو وہ مغلوب ہونے لگے تو آس پاس کے مسلمانوں پر ان کی تقویت کے لئے نکلنا اور جہاد میں شریک ہونا فرض ہو جاتا ہے وہ بھی کافی نہ ہو تو ان کے قریب کے لوگوں پر اور وہ بھی کافی نہ ہوں تو ان کے متصل جو مسلمان ہیں ان پر یہاں تک کہ سارے عالم کے مسلمانوں پر ایسی حالت میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے جس سے تخلف حرام ہے۔ اسی طرح فرض ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ مسلمانوں کا امیر ضرورت سمجھ کر نفیر عام کرے اور سب مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دے تو اس وقت بھی جہاد کی شرکت فرض اور تخلف حرام ہو جاتا ہے جیسا واقعہ غزوہ تبوک میں نفیر عام کی وجہ سے پیش آیا۔ مذکور الصدر آیت میں اسی حکم کو واضح کیا گیا ہے کہ یہ غزوہ تبوک میں نفیر عام کی وجہ سے خصوصی حکم تھا۔ عام حالات میں جہاد فرض عین نہیں کہ سب مسلمانوں پر جہاد میں جانا فرض ہو۔ کیونکہ جہاد کی طرح اسلام اور مسلمانوں کے اجتماعی مسائل اور مہمات بھی ہیں جو جہاد ہی کی طرح فرض کفایہ ہیں' ان کے لئے بھی مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کو تقسیم کار کے اصول پر کام کرنا ہے اس لئے سب مسلمانوں کو ہر جہاد میں نکلنا نہیں چاہئے۔ اسی مضمون سے فرض کفایہ کی حقیقت بھی آپ سمجھ سکتے ہیں جو کام شخصی نہیں اجتماعی ہیں اور سب مسلمانوں پر ان کے پورا کرنے کی ذمہ داری ہے۔ ان کو شریعت میں فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے' تاکہ تقسیم کار کے اُصول پر سب کام اپنی اپنی جگہ چلتے رہیں اور یہ اجتماعی فرائض سب ادا ہوتے رہیں' مسلمان مردوں پر نماز جنازہ اور اس کی تکفین' مساجد کی تعمیر و نگرانی' جہاد' اسلامی سرحدوں کی حفاظت' یہ سب اسی فرض کفایہ کے افراد ہیں کہ ان کی ذمہ داری تو پورے عالم کے مسلمانوں پر ہے' مگر بقدر کفایت کچھ لوگ کر لیں تو دوسرے مسلمان بھی فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں' اسی فرض کفایہ کے سلسلہ کا ایک اہم کام دینی تعلیم ہے' اس آیت میں خصوصیت سے اس کے فرض ہونے کا اس طرح ذکر فرمایا ہے کہ جہاد جیسے اہم فرض میں بھی اس فرض کو چھوڑنا نہیں' جس کی صورت یہ ہے کہ ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جہاد کے لئے نکلے' اور باقی لوگ علم دین حاصل کرنے میں لگیں' پھر یہ علم دین حاصل کر کے جہاد میں جانے والے مسلمانوں کو اور دوسرے لوگوں کو علم دین سکھائیں۔

طلب عِلم دین کا فرض ہونا اور اُس کے آداب و فرائض

امام قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت طلب عِلم دین کی اصل اور بنیاد ہے اور غور کیا جائے تو اسی آیت میں علم دین کا اجمالی نصاب بھی بتلا دیا گیا ہے اور علم حاصل کرنے کے بعد عالم کے فرائض بھی، اسی لئے اس مضمون کو کسی قدر تفصیل سے لکھا جاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب علم دین کے فضائل کی چند حدیثیں نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں۔

عِلم دین کے فرض عین اور فرض کفایہ کی تفصیل

ابن عدی اور بیہقی نے بسند صحیح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (از مظہری) "یعنی عِلم کا حاصل کرنا فرض ہے ہر ایک مسلمان پر" یہ ظاہر ہے کہ اس حدیث اور مذکورہ سابقہ احادیث میں علم سے مراد عِلم دین ہی ہے۔ دنیوی علم و فنون عام دنیا کے کاروبار کی طرح انسان کے لئے ضروری سہی مگر ان کے وہ فضائل نہیں جو احادیث مذکورہ میں آئے ہیں۔ پھر علم دین ایک علم نہیں بہت سے علوم پر مشتمل ایک جامع نظام ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت اس پر قادر نہیں کہ ان سب علوم کو پورا حاصل کر سکے۔ اس لئے حدیث مذکور میں جو ہر مسلمان پر فرض فرمایا ہے اس سے مراد علم دین کا صرف وہ حصہ ہے جس کے بغیر آدمی نہ فرائض ادا کر سکتا ہے نہ حرام چیزوں سے بچ سکتا ہے جو ایمان و اسلام کے لئے ضروری ہے۔ باقی علوم کی تفصیلات قرآن و حدیث کے تمام معارف و مسائل پھر ان سے نکالے ہوئے احکام و شرائع کی پوری تفصیل یہ نہ ہر مسلمان کی قدرت میں ہے نہ ہر ایک پر فرض عین ہے۔ البتہ پورے عالم اسلام کے ذمہ فرض کفایہ ہے۔ ہر شہر میں ایک عالم ان تمام علوم و شرائع کا ماہر موجود ہو تو باقی مسلمان اس فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اور جس شہر یا قصبہ میں ایک بھی عالم نہ ہو تو شہر والوں پر فرض ہے کہ اپنے میں سے کسی کو عالم بنائیں یا باہر سے کسی عالم کو بلا کر اپنے شہر میں رکھیں، تاکہ ضرورت پیش آنے پر باریک مسائل کو اس عالم سے فتویٰ لے کر سمجھ سکیں اور عمل کر سکیں۔ اس لئے علم دین

میں فرض عین اور فرض کفایہ کی تفصیل یہ ہے کہ:-

فرض عین

ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اسلام کے عقائد صحیحہ کا علم حاصل کرے اور طہارت، نجاست کے احکام سیکھے، نماز، روزہ اور تمام عبادات، جو شریعت نے فرض و واجب قرار دی ہیں ان کا علم حاصل کرے جن چیزوں کو حرام یا مکروہ قرار دیا ہے۔ اُن کا علم حاصل کرے جس شخص کے پاس بقدر نصاب مال ہو اس پر فرض ہے کہ زکوٰۃ کے مسائل و احکام معلوم کرے، جس کو حج پر قدرت ہے اس کے لئے فرض عین ہے کہ حج کے احکام و مسائل معلوم کرے، جس کو بیع و شراء کرنا پڑے یا تجارت و صنعت یا مزدوری و اجرت کے کام کرنے پڑیں۔ اس پر فرض عین ہے کہ بیع و اجارہ وغیرہ کے مسائل و احکام سیکھے۔ جب نکاح کرے تو نکاح کے احکام و مسائل اور طلاق کے احکام و مسائل معلوم کرے، غرض جو کام شریعت نے ہر انسان کے ذمہ فرض و واجب کئے ہیں ان کے احکام و مسائل کا علم حاصل کرنا بھی ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

عِلم تصوف بھی فرض عین میں داخل ہے

احکام ظاہرہ نماز، روزے کو تو سبھی جانتے ہیں کہ فرض عین ہیں اور ان کا علم حاصل کرنا بھی فرض عین ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ اعمال باطنہ اور محرمات باطنہ کا علم جس کو عرف میں علم تصوف کہا جاتا ہے چونکہ یہ باطنی اعمال بھی ہر شخص پر فرض عین ہیں تو ان کا علم بھی سب پر فرض عین ہے۔

آج کل جس کو علم تصوف کہا جاتا ہے وہ بھی بہت سے علوم اور مکاشفات و واردات کا مجموعہ بن گیا ہے۔ اس جگہ فرض عین سے مراد اُس کا صرف وہ حصہ ہے جس میں اعمال باطنہ فرض و واجب کی تفصیل ہے، مثلاً عقائد صحیحہ جس کا تعلق باطن سے ہے یا صبر، شکر، توکل، قناعت وغیرہ ایک خاص درجے میں فرض ہیں، یا غرور و تکبر، حسد و بغض، بخل و حرص، دنیا وغیرہ جو ازروئے قرآن و سنت حرام ہیں۔ ان کی حقیقت اور اس کے حاصل کرنے یا حرام چیزوں

سے بچنے کے طریقے معلوم کرنا بھی ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے، علم تصوف کی بنیاد اصل اتنی ہی ہے جو فرض عین ہے۔

فرض کفایہ | پورے قرآن مجید کے معانی و مسائل کو سمجھنا، تمام احادیث کو سمجھنا اور ان میں معتبر اور غیر معتبر کی پہچان پیدا کرنا، قرآن و سنت سے جو احکام و مسائل نکلتے ہیں۔ ان سب کا علم حاصل کرنا، اس میں صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال و آثار سے واقف ہونا یہ اتنا بڑا کام ہے کہ پوری عمر اور سارا وقت اس میں خرچ کر کے بھی پورا حاصل کرنا آسان نہیں۔ اس لئے شریعت نے اس علم کو فرض کفایہ قرار دیا ہے کہ بقدر ضرورت کچھ لوگ یہ سب علوم حاصل کرلیں تو باقی مسلمان سبکدوش ہو جائیں گے۔

عِلم دین کا نصاب | قرآن حکیم نے اس جگہ عِلم دین کی حقیقت اور اس کا نصاب بھی ایک ہی لفظ میں بتلا دیا ہے وہ ہے لِیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ' یہ موقع بظاہر اس کا تھا کہ یہاں یَتَعَلَّمُوْنَ الدِّیْنَ کہا جاتا، یعنی علم دین حاصل کریں مگر قرآن نے اس جگہ تَعلُّمُ کا لفظ چھوڑ کر تَفَقَّہ کا لفظ اختیار فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ علم دین کا محض پڑھ لینا کافی نہیں' وہ تو بہت سے کافر، یہودی، نصرانی بھی پڑھتے ہیں' اور شیطان کو سب سے زیادہ حاصل ہے' بلکہ علم دین سے مراد دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے۔ یہی لفظ تَفَقُّہُ کا ترجمہ ہے' اور یہ فقہ سے مشتق ہے۔ فقہ کے معنی سمجھ بوجھ ہی کے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ قرآن کریم نے اس جگہ مجرد کے صیغے سے لِیَفْقَھُوا الدِّیْنَ یعنی تاکہ وہ دین کو سمجھ لیں۔ نہیں فرمایا بلکہ لِیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ فرمایا جو باب تَفَعُّلُ سے ہے۔ اس کے معنی میں محنت و مشقت کا مفہوم شامل ہے۔ مراد یہ ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے میں پوری محنت و مشقت اٹھا کر مہارت حاصل کریں' یہ بھی ظاہر ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ صرف اتنی بات سے پیدا نہیں ہوتی کہ طہارت' نجاست یا نماز' روزے' زکوۃ حج کے مسائل معلوم کرے' بلکہ دین کی سمجھ بوجھ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اُس کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون کا آخرت میں اس سے حساب لیا جائے گا' اس کو اس دنیا میں کس

طرح رہنا چاہئے دراصل اسی فکر کا نام دین کی سمجھ بوجھ ہے۔ اسی لئے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے کہ انسان ان تمام کاموں کو سمجھ لے جن کا کرنا اس کے لئے ضروری ہے اور ان تمام کاموں کو بھی سمجھ لے جن سے بچنا اس کے لئے ضروری ہے۔ آج کل جو علم فقہ مسائل جزئیہ کے علم کو کہا جاتا ہے۔ یہ بعد کی اصطلاح ہے قرآن و سنت میں فقہ کی حقیقت وہی ہے جو امام اعظمؒ نے بیان فرمائی ہے کہ جس شخص نے دین کی کتابیں سب پڑھ ڈالیں مگر یہ سمجھ بوجھ پیدا نہ کی وہ قرآن و سنت کی اصطلاح میں عالم نہیں' اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ علم دین حاصل کرنے کا مفہوم قرآن کی اصطلاح میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہے وہ جن ذرائع سے حاصل ہو وہ ذرائع خواہ کتابیں ہوں یا اساتذہ کی صحبت' سب اس نصاب کے اجزاء ہیں۔

عِلم دین حاصل کرنے کے بعد عالم کے فرائض

اس جگہ قرآن کریم نے اس کو بھی ایک ہی جملہ میں پورا بیان فرما دیا ہے وہ ہے لِیُنْذِرُوْاقَوْمَهُمْ "یعنی تاکہ وہ اپنی قوم کو اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیں" یہاں بھی یہ بات قابل نظر ہے کہ اس جملہ میں عالم کا فرض انذار قوم بتلایا ہے انذار کا لفظی ترجمہ ہم اردو میں ڈرانے سے کرتے ہیں مگر یہ اس کا پورا ترجمہ نہیں۔ اردو زبان کی تنگی کی وجہ سے کوئی ایک لفظ اس کے پورے ترجمہ کو ادا نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈرانا کئی طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ڈرانا دشمن' چور' ڈاکو یا کسی درندے' زہریلے جانور سے ہے ایک ڈرانا وہ ہے جو باپ اپنی شفقت سے اولاد کو تکلیف دہ چیزوں جیسے آگ' زہریلے جانور' مضر غذا سے ڈراتا ہے' جس کا منشاء شفقت و محبت ہوتی ہے' اس کا لب و لہجہ بھی کچھ اور ہی ہوتا ہے' انذار اسی قسم کے ڈرانے کا نام ہے۔ اس لئے پیغمبروں اور رسولوں کو نذیر کا لقب دیا گیا ہے اور عالم کا یہ فریضہ انذار درحقیقت وراثت نبوت ہی کا جز ہے جو بنص حدیث عالم کو حاصل ہوتی ہے

مگر یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دو لقب ہیں بشیر اور نذیر۔ نذیر کے معنی تو ابھی آپ معلوم کر چکے ہیں' بشیر کے معنی ہیں بشارت اور خوشخبری سنانے والا۔ انبیاء علیہم السلام کا ایک کام یہ بھی ہے کہ نیک عمل کرنے والوں کو بشارت سنائیں' اس جگہ بھی

اگرچہ صراحتہ ذکر انذار کا کیا گیا ہے' مگر دوسرے نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم کا فرض یہ بھی ہے کہ نیک کام کرنے والوں کو بشارت بھی سنائے' لیکن اس جگہ صرف انذار کے ذکر پر اکتفا کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ انسان کے ذمے دو کام ہیں ایک یہ کہ جو عمل اس کے لئے دنیا و آخرت میں مفید ہیں ان کو اختیار کرے' دوسرے یہ کہ جو عمل اس کے لئے مضر ہیں ان سے بچے' باتفاق علماء و عقلاء ان دونوں کاموں میں سے دوسرا کام سب سے مقدم اور اہم ہے اسی کو فقہاء کی اصطلاح میں جلب منفعت اور دفع مضرت کے دو لفظوں سے تعبیر کر کے دفع مضرت کو جلب منفعت سے مقدم قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ دفع مضرت میں ایک حیثیت سے جلب منفعت کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے کیونکہ جو کام انسان کے لئے مفید اور ضروری ہیں ان کا ترک بڑی مضرت ہے تو جو شخص مضرت اعمال سے بچنے کا اہتمام کرے گا وہ اعمال ضروریہ کے ترک سے بچنے کا بھی اہتمام کرے گا۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آج کل جو عموماً وعظ و تبلیغ بہت کم مؤثر ہوتی ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں انذار کے آداب نہیں ہوتے جس کے طرز بیان اور لب و لہجے سے شفقت و رحمت اور خیر خواہی مترشح ہو۔ مخاطب کو یقین ہو کہ اس کے کلام کا مقصد نہ مجھے رسوا کرنا ہے نہ بدنام کرنا' نہ اپنے دل کا غبار نکالنا' بلکہ یہ جس چیز کو میرے لئے مفید اور ضروری سمجھتا ہے وہ محبت کی وجہ سے مجھے بتلا رہا ہے' اگر آج ہماری تبلیغ اور خلاف شرع امور کے مرتکب لوگوں کو اصلاح کی دعوت کا یہ طرز ہو جائے تو اس کا ایک نتیجہ تو قطعاً لازم ہی ہے کہ مخاطب کو ہماری گفتگو سے ضد پیدا نہیں ہو گی وہ جوابدہی کی فکر میں پڑنے کے بجائے اپنے اعمال کا جائزہ لینے اور انجام سوچنے کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو کبھی نہ کبھی اس کو قبول بھی کرے گا۔ اور دوسرا نتیجہ یہ لازمی ہے کہ کم از کم اس سے باہمی منافرت اور لڑائی جھگڑا پیدا نہیں ہو گا جس میں آج کل ہماری پوری قوم مبتلا ہے۔

آخر میں لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ فرما کر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ عالم کا کام اتنا ہی نہیں کہ عذاب سے ڈرا دیا بلکہ اس پر نظر رکھنا بھی ہے کہ اس کی تبلیغ و دعوت کا اثر کتنا اور کیا ہوا۔ ایک دفعہ مؤثر نہیں ہوئی تو بار بار کرتا رہے تاکہ اس کا نتیجہ يَحْذَرُونَ برآمد ہو سکے یعنی قوم کا

گناہوں سے بچنا۔ واللہ سُبحانہ و تعالیٰ علم۔

(معارف القرآن، جلد ۴، صفحہ ۴۸۷ تا ۴۹۲)

مرشدی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا اور اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا سے جو عموم معلوم ہوتا ہے اس کو وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً (والی آیت) نے مشروط کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جامعیت عطا فرمائی تھی اور اس وقت کے لئے یہ چیز نہایت ہی ضروری تھی کہ وہی ایک مختصر سی جماعت دین کے سارے کام سنبھالنے والی تھی۔ مگر تابعین کے زمانہ میں جب اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی بڑی جماعت اور جمعیت ہو گئی نیز صحابہ کرام جیسی جامعیت بھی باقی نہ رہی تو ہر شعبہ دین کے لئے پوری توجہ سے کام کرنے والے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ محدثین کی مستقل جماعت بنی شروع ہو گئی جن کا کام احادیث کا ضبط اور ان کا پھیلانا تھا۔ فقہاء کی علیحدہ جماعت ہوئی، صوفیاء، قراء، مجاہدین غرض دین کے ہر ہر شعبہ کو مستقل سنبھالنے والے پیدا ہوئے۔ اس وقت کے لئے یہ ہی چیز مناسب اور ضروری تھی۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو ہر شعبہ میں کمال اور ترقی دشوار تھی۔ اس لئے کہ ہر شخص تمام چیزوں میں انتہائی کمال پیدا کرے یہ بہت دشوار ہے۔ یہ صفت حق تعالیٰ شانہٗ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص سید انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہی کو عطا فرمائی تھی (حکایات صحابہ)

فصل دوم

احادیث

علمائے دین قابل رشک ہیں

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِیْ اِثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَ رَجُلٌ اٰتَاہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَاO

(رواہ البخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رشک بس دو ہی آدمیوں پر ہونا چاہئے ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پھر اسے حق کے کاموں میں بے تحاشا خرچ کرنے پر لگا دیا۔ دوسرے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت یعنی علم دین سے نواز دیا وہ اس حکمت کے ذریعہ فیصلے کرتا ہے اور اس حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اسی طرح کی ایک حدیث میں صاحب قرآن اور صاحب مال کے متعلق بھی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسد (یعنی رشک) دو شخصیتوں کے سوا کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہو۔ دوسرے وہ جس کو حق سبحانہٗ نے مال کی کثرت عطا فرمائی' اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے (بخاری' ترمذی' نسائی)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی بد دین کو کسی بھی نعمت میں دیکھ کر ہرگز رشک نہ کرنا کیونکہ تجھے پتہ نہیں ہے کہ موت کے بعد اس کو کن حالات سے دوچار ہونا

ہے۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے لئے ایک جان لیوا یعنی دوزخ ہے (مشکوٰۃ عن شرح السنۃ)

حاملینِ علم کا مقام

عَنْ اَبِیْ اِمَامَةِ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ ذُکِرَ لِرَسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ اَحَدُ هُمَا عَابِدٌ وَالْاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَا کُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِکَتَهُ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَةِ فِیْ حُجْرِ هَا وَحَتَّی الْحُوْتِ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں دو شخصوں کا ذکر کیا گیا ایک عابد کا اور ایک عالم کا۔ ان دونوں کا ذکر سُن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے، جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ مُسلمان پر ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں خیر سکھانے والے، پر اور آسمان والے اور زمین والے، یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں، اور مچھلیاں تک (غرض آسمان اور زمین کے اندر بسنے والی ساری مخلوق خیر سکھانے والے کے لئے رحمت کی دُعا کرتی ہیں (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے بنی اسرائیل کے دو شخصوں کے متعلق سوال کیا گیا جن میں سے ایک عالم تھا اور فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا تھا اور لوگوں کو بھلائی کی باتیں سکھاتا تھا (یعنی نوافل کا اہتمام نہ کرتا تھا) اور دوسرا عبادت گزار تھا جو دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو رات بھر نفل نماز میں کھڑا ہوتا تھا (سوال کا مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ کس کے متعلق افضلیت ارشاد فرماتے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو عالم فرض پڑھ کر لوگوں کو خیر سکھانے کے لئے بیٹھ جاتا ہے، اس کی فضیلت اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور

رات کو قیام کرتا ہے ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ درجہ کے مسلمان پر ہے (مشکوٰۃ عن الدارمی)

ایک اور حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایمان دار عالم ایماندار عابد سے ستر درجہ بڑھ کر ہے (ابن عدی عن ابی ہریرہ)

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب تحریر فرماتے ہیں سنت مؤکدہ کا اہتمام سب کے لئے ضروری ہے۔ بنی اسرائیل میں سنتیں نہ تھیں اس لئے صرف فرضوں کا ذکر ہے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے فرائض سے سبکدوش ہوتے ہوئے علم پھیلانے کی فضیلت ہے جو اپنی نمازیں ضائع کرتا ہو یا دوسرے فرائض وواجبات کو چھوڑتا ہو اور اس وقت میں یہ سمجھ کر کہ میں عابدوں سے افضل ہوں، تعلیم دینے میں لگا ہوا ہوں، ایسا عالم نفس کے دھوکے اور شیطان کے پھندے میں ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذکر کردینا ضروری ہے کہ علمی فضیلت کے خیال سے فرصت و فراغت ہوتے ہوئے نوافل کا اہتمام نہ کرنا غلطی ہے۔ نوافل اگرچہ لازم و ضروری نہیں ہیں، مگر ان کے ادا کرنے سے علم و عمل میں نورانیت آتی ہے۔ کوئی للہ فی اللہ علمی مشغولیت میں لگا ہوا ہے اور نوافل کی فرصت نہیں ملتی، بلاشبہ اس کو نوافل چھوڑ کر علمی کام انجام دینا چاہیے۔ مگر جس کو علمی مشغلہ کی انجام دہی کے ساتھ نوافل کی فرصت ملتی ہو، اس کے لئے عالم ہونے کے غرور میں نوافل ترک کرنا بہت حسرت ناک ہے (فضائل علم ص ۴۶)

حضور اقدس ﷺ اتنی ذمہ داریوں کے باوصف رات کا اکثر حصہ نمازیں قرآن پاک کی تلاوت رکوع سجود میں گزارتے تھے، حتیٰ کہ قدم مبارک پر ورم ہو گیا تھا۔ سیدی و مرشدی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے سب ہی واقف ہیں۔ خلفاء راشدین کے بعد ان ہی کا شمار ہے۔ ان کی بیوی فرماتی ہیں .... عمر بن عبدالعزیز عشاء کی نماز کے بعد مصلے پر بیٹھ جاتے اور دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے اور روتے رہتے، حتیٰ کہ اسی میں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی۔ پھر جب آنکھ کھل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے، اور دعا میں مشغول رہتے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ جو فقہ کے

مشہور امام ہیں۔ دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں سو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ ایک رکعت میں پورا قرآن پاک پڑھ لیتے تھے ..... حضرت امام ابو یوسفؒ باوجود علمی مشاغل کے، جو سب کو معلوم ہیں' اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے قضاۃ کے مشاغل علیٰحدہ تھے۔ پھر بھی دو سو رکعت نوافل روزانہ پڑھ لیتے تھے ..... حضرت ہنادؒ ایک محدث ہیں ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے۔ ایک مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر زوال تک نفلیں پڑھتے رہے۔ دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں آکر ظہر کی نماز پڑھائی' اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے' پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن پاک کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے۔ مغرب کے بعد میں واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے پڑوسی سے تعجب سے کہا۔ کہ یہ شخص کس قدر عبادت کرنے والے ہیں۔ اس نے کہا کہ ستر برس سے ان کا یہی عمل ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھو گے تو اور بھی تعجب کرو گے۔

حضرت مسروقؒ ایک محدث ہیں ان کی بیوی کہتی ہیں کہ نماز اتنی لمبی لمبی پڑھا کرتے تھے کہ ان کی پنڈلیوں پر ہمیشہ اس کی وجہ سے ورم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ حضرت سعید بن المسیبؒ کے متعلق لکھا ہے' کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی' اور ابو المعتمرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک ایسا ہی کیا۔ امام غزالیؒ نے ابو طالب مکی سے نقل کیا ہے کہ چالیس تابعیوں سے تواتر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ ان میں بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا۔ حضرت امام اعظمؒ (ابو حنیفہ) کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح ایک وضو سے پڑھی' اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا اتنا ہی نقل کیا۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور ارشاد فرمایا کرتے تھے' کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قرآن شریف نماز میں پڑھتے تھے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی روز تک امام شافعیؒ کے یہاں

رہا صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ تین سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے۔ اور جب بادشاہ وقت نے آپ کو کوڑے لگوائے اس کی وجہ سے ضعف بہت ہو گیا۔ تو ڈیڑھ سو رہ گئی تھیں اور تقریباً ۸۰ (اسی) برس کی عمر تھی۔ ابو عتاب سلمیؒ چالیس برس تک رات بھر روتے تھے۔ اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات توفیق والوں کے کتب تواریخ میں مذکور ہیں جن کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ نمونہ اور مثال کے لئے یہی واقعات کافی ہیں۔ (فضائل نماز)

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا اپنا معمول بھی یہ رہا کہ علمی مشاغل کے باوجود روزانہ نمازوں میں دس پارے قرآن پاک کی تلاوت فرمالیتے تھے' اور رمضان المبارک میں تو روزانہ تیس پینتیس پارے تلاوت فرماتے تھے۔ ایک رمضان میں چھپن (۵۶) قرآن پاک ختم فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی لعنت سے اہل علم کی حفاظت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ وَ مَلْعُوْنٌ مَافِیْهَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰهِ وَ مَا وَالَاہُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ و البیہقی)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خبردار بے شک دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے' سب ملعون (اللہ کی رحمت سے دور) ہے' مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے قریب ہو اور عالم اور طلب علم لعنت میں شامل نہیں۔

اس حدیث کے ذیل میں مرشدی و آقائی شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اس کی طلب (یعنی تلاش کے لئے کہیں جانا' عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے' اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے' اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے' اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کے لئے علامت ہے' اور جنت

کے راستوں کا نشان ہے۔ وحشت میں جی بہلانے والا ہے' اور سفر کا ساتھی ہے' (کہ کتاب دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدث ہے' خوشی اور رنج میں دلیل ہے۔ دشمنوں پر ہتھیار ہے' دوستوں کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ عطا کرتا ہے' کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں۔ اور ایسے امام ہوتے ہیں' کہ ان کے نشان قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے' ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے ان سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کے لئے یا محبت کے طور پر) ان پر ملتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے' حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں' اور جنگل کے درندے' اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ سب اس لئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے' آنکھوں کا نور ہے' علم کی وجہ سے بندہ امت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے' دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے۔ اس کا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں' اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے' اور عمل اس کا تابع ہے سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں (فضائل ذکر ص ۷۴)

علماء کا وجود علم کا وجود ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا یَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰکِنْ یَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا۔ O (رواہ البخاری و مسلم کذا فی المشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ علم کو اس طرح نہیں اٹھائیں گے' کہ سینوں سے کھینچ لیں۔ بلکہ علم اس طرح اٹھے گا کہ علماء کا انتقال ہوتا رہے گا (اور دوسرے لوگ علم حاصل نہ کریں گے) جب علماء نہ رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے وہ بغیر علم کے

فتاویٰ جاری کریں گے جن سے خود بھی گمراہ
ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے
(بخاری و مسلم)

فائدہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم کو اگر باقی رکھنا ہے جو کہ ضروری ہے اور امت کے ذمہ ہے تو علماء کی قدر کی جائے اور علماء پیدا کرنے کی کوشش کی جائے ہر علاقہ میں کم از کم ایک عالم ایسا ہونا ضروری ہے جو وہاں کے لوگوں کی دینی خدمت علمی لائن سے پوری کر سکے۔ اگر کسی بستی میں کسی شہر میں ایک بھی عالم ایسا نہیں ہے تو ساری بستی والے گنہگار ہوں گے۔ علماء کے وجود کو باقی رکھنا پوری امت کا فریضہ ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسائل صرف علماء ہی سے پوچھنے چاہئیں۔ غیر عالم اور جاہل سے مسائل پوچھنا گمراہی ہے۔ جو لوگ باقاعدہ علم دین حاصل کئے بغیر فتویٰ دیتے ہیں وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ ایسے گمراہوں سے کوسوں دور رہنا چاہیے۔

یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ چونکہ علماء کے وجود سے علم کا بقا ہے اور علماء پیدا کرنے کے لئے دینی مدارس کا قیام ضروری ہے' جہاں سے علماء پیدا ہوں' لہٰذا دینی مدارس کا قائم کرنا' اور جہاں قائم ہو رہے ہیں ان کے ساتھ تعاون کرنا بھی ضروری ہے۔ ہندوستان میں جب انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی اور انگریزوں نے اسلام کو مٹانے کی بھرپور کوششیں کیں۔ ہزاروں علماء کو سولی پر چڑھایا۔ توپ کی نالی سے باندھ کر اڑایا۔ بہت سوں کو کالا پانی بھجوا دیا جس سے ہندوستان میں اسلام کا مستقبل تاریک نظر آنے لگا تو ایسے وقت میں بعض اکابر نے جگہ جگہ دینی مدارس قائم کئے۔ مثلاً دارالعلوم دیوبند' مظاہر علوم سہارنپور' مدرسہ شاہی مراد آباد وغیرہ مدارس کا جال پھیلا دیا۔ اسی کی برکت ہے کہ باوجود انگریزوں کی پوری کوشش کے نہ صرف ہندو پاکستان میں اسلام زندہ ہے بلکہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ ہندو پاکستان میں بے شمار ایسے علماء پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے فاقے برداشت کر کے' قربانیاں کر کے علم دین اور دین کی حفاظت کی۔ دین کی خاطر تکلیفیں برداشت کیں۔ ان علماء کا امت پر احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھرے۔ آج بھی اگر دین کی حفاظت کرنی ہے۔ آئندہ نسلوں کو بے دینی

اور دہریت سے بچاتا ہے۔ اپنی اولاد کی حفاظت کرنی ہے تو جگہ جگہ دینی مدارس قائم کئے جائیں، اور زیادہ سے زیادہ علماء پیدا کئے جائیں۔ ورنہ وہی حشر ہونے کا اندیشہ ہے جس کا حدیث بالا میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

انبیاء کے وارث علماء ہیں

عَنْ كَثِيْرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ اَبِى الدَّرْدَآءِ فِى مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَآءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا الدَّرْدَآءِ اِنِّى جِئْتُكَ مِنْ مَّدِيْنَةِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيْثٍ بَلَغَنِىْ اَنَّكَ تُحَدِّثُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاجِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَاِنِّى سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْماً سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقاً مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلاۤئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضاً لِّطَالِبِ الْعِلْمِ وَ اِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِىْ جَوْفِ الْمَآءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَآئِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَماً وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ (رواہ احمد والترمذی، وسماۃ الترمذی قیس بن کثیر)

حضرت کثیر بن قیسؒ (تابعی) کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس دمشق میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب ان کے پاس آئے اور عرض کیا میں مدینتہ الرسول سے آپ کے پاس محض ایک حدیث سننے کے لئے آیا ہوں (جس کے بارے میں مجھے) بتلایا گیا ہے۔ کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے اس کی روایت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ میری کوئی غرض یا مقصد نہیں جس کے لئے میں یہاں آیا ہوں (یعنی محض اسی مقصد اور غرض کے لئے اتنی دور دراز کا سفر کر کے آیا ہوں) حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کسی ایسے راستہ میں چلا جس میں علم (دین) طلب کرنا چاہتا ہو، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلائے گا، اور بلاشبہ طالب علم کی خوشنودی کے لئے فرشتے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں۔ اور تحقیق عالم کے لئے آسمانوں والے اور زمین والے استغفار کرتے ہیں، اور پانی کے اندر

مچھلیاں بھی (اس کے لئے استغفار کرتی ہیں) اور بے شک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے۔ جیسی چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر ہوتی ہے اور بلاشبہ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ اور بالیقین انبیاء نے (کسی کو) دینار و درہم (یعنی مال و دولت) کا وارث نہیں بنایا بلکہ صرف علم کا وارث بنایا ہے سو جس نے اس علم کو حاصل کیا اس نے بھرپور حصہ لے لیا۔

فائدہ: اسی طرح کا مضمون پہلے بھی ایک حدیث میں گزر چکا ہے جس میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر ہے۔

اس حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ علماء انبیاء کرام کے صحیح وارث ہیں۔ ظاہر ہے کہ انبیاء کرام کے پاس جو علوم ہوتے ہیں اسی کے علماء کرام وارث ہوتے ہیں۔ یہاں آج کل کے بہت سے جہلاء جو کہ اپنے آپ کو عالم سمجھتے ہیں ان کے لئے اس میں جواب بھی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ دنیوی علوم ڈاکٹری' انجینئرنگ' زرگری' تجاری وغیرہ بھی ان ہی علوم میں داخل ہیں جن کے فضائل احادیث میں اور قرآن پاک میں وارد ہوئے ہیں۔ اسی حدیث پاک میں علماء کو انبیاء کا وارث فرمایا گیا ہے۔ انبیاء کرام کے پاس جو علوم تھے ان ہی کے یہ علماء کرام وارث ہیں اور ظاہر ہے کہ انبیاء کرام کے علوم ڈاکٹری' انجینئرنگ وغیرہ نہیں تھے' بلکہ وہ ایمان 'اعمال' عقائد' مامورات و منہیات کے اور عالم آخرت وغیرہ کے علوم تھے۔ دنیوی علوم کو اصطلاح میں فنون کہا جاتا ہے اور علم اور فن میں جو فرق ہے وہ جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ مگر آج کل کے جدید تعلیم یافتہ حضرات کو اس فرق کو سمجھنے میں مغالطہ ہوا۔ انہوں نے فنون کو علوم سمجھ لیا اور پھر اسی کو قرآن پاک اور احادیث شریفہ کا مصداق سمجھ لیا۔ فنون کی ضرورت سے انکار نہیں بلکہ بہت سے فنون کا حاصل کرنا مسلمانوں کے لئے فرض کفایہ کا درجہ بھی رکھتا

ہے۔ اس کے باوجود جو فضائل حصول علم کے قرآن اور حدیث میں مذکور ہوئے ہیں ان سے مراد علم دین ہی ہے۔ اس کی مزید تفصیل آئندہ انشاء اللہ علم کی قسموں کے بیان میں ذکر کی جائے گی۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ بازار میں تشریف لے گئے وہاں جا کر اعلان فرمایا۔ اے لوگو! ایک بہت بڑی دولت کے حاصل کرنے سے کیوں عاجز ہو رہے ہو لوگوں نے پوچھا وہ کون سی دولت ہے۔ فرمایا مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ اور تم یہاں اپنے کاروبار میں مشغول ہو۔ یہ سُن کر لوگ جلدی سے مسجد میں گئے واپس آکر کہنے لگے کہ وہاں تو کچھ بھی تقسیم ہوتا ہوا نظر نہیں آیا۔ فرمایا مسجد میں کیا دیکھا' انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ تلاوت میں مشغول تھے' کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے' اور ایک جماعت حلال و حرام کا تذکرہ کر رہی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ افسوس ہے تم اتنی صاف بات بھی نہ سمجھے۔ رسول اللہ ﷺ کی میراث یہ نماز' تلاوت اور علمی مذاکرہ ہی تو ہے (ترغیب و ترہیب' فضائل تبلیغ)

مندرجہ بالا حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ایسے راستے میں چلا جس میں علم طلب کرنا چاہتا ہو اللہ تعالیٰ شانہٗ' اس کو جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلائے گا۔ اس کا مطلب علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ جنت کے جانے کے راستے بہت ہیں اور وہ اعمال ہیں تو مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت اس کو ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمائیں گے' جس کے ذریعہ سے اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اس میں طالب علم کی کتنی فضیلت ہے اور علم دین کا حاصل کرنا کتنا بڑا نفع بخش کام ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے (خَطُوْبیٰ لِلْعُلَمَاءِ)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک صاحب مدینہ منورہ سے محض حدیث کے سننے کے لئے دور دراز کا سفر کر کے دمشق پہنچے تھے۔ اس زمانہ کے اس قسم کے بے شمار واقعات کتابوں میں مذکور ہیں کہ محض ایک حدیث سننے کے لئے مہینوں کی مسافت طے کر کے جایا کرتے تھے۔ یہ ان حضرات کی دین کے بارے میں طلب کی مثال ہے کہ طلب علم کے لئے کیسی کیسی مشقتیں اٹھاتے تھے۔

علم دین صدقہ جاریہ ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا یَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِہٖ وَحَسَنَاتِہٖ بَعْدَ مَوْتِہٖ عِلْماً عَلَّمَہٗ وَنَشَرَہٗ وَوَلَدًا صَالِحاً تَرَکَہٗ اَوْ مَصْحَفاً وَرَّثَہٗ اَوْمَسْجِدً ابَنَاہُ اَوْبَیْتاً لِا بْنِ السَّبِیْلِ بَنَاہُ اَوْنَھْرًا اَجْرَاہُ اَوْ صَدَقَۃً اَخْرَجَھَا مِنْ مَّالِہٖ فِیْ صِحَتِہٖ وَحَیَاتِہٖ تَلْحَقُہٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِہٖ (رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک ان چیزوں میں سے جو مومن کو موت کے بعد پہنچتی ہیں، اعمال اور نیکیاں، ان میں ایک تو علم ہے جو اس نے حاصل کیا اور پھیلایا اور وہ اولاد صالح ہے جسے چھوڑ گیا یا قرآن پاک ورثہ میں چھوڑ گیا یا مسافر خانہ تعمیر کر گیا یا نہر جاری کر گیا یا اپنے مال میں سے اپنی صحت اور اپنی حیات میں اللہ کے راستہ میں خرچ کر گیا جو موت کے بعد بھی اس کو پہنچتا ہے۔

فائدہ: بندہ جب مرجاتا ہے تو اُس کے اعمال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، مگر بعض اعمال ایسے ہیں، جن کا اجر موت کے بعد بھی اُس کو ملتا رہتا ہے، اس کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں۔ ان اعمال میں سے بعض کے متعلق اس حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ان ہی میں وہ علم ہے جو بندہ حاصل کرے اور پھر اس کو پھیلائے، تو اس علم سے جب تک لوگ منتفع ہوتے رہیں گے اس کو اس کا اجر پہنچتا رہے گا۔ وہ شخص تو اپنی قبر میں چلا گیا مگر اس کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد اس علم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، اس کو آگے پھیلا رہے ہیں، یا ان پر عمل کر رہے ہیں، ان سب کا اجر اس کو ملتا رہے گا۔ یہ اللہ رب العزت کا کتنا بڑا احسان ہے، اور کرم ہے، کہ بندہ تو اپنی قبر میں چلا گیا، اور اس کے اعمال نامہ میں اجر مستقل لکھا جا رہا ہے۔ اور یہ مزید احسان ہے، کہ ان عمل کرنے والوں اور نفع اٹھانے والوں کے اجر میں سے کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

اسی طرح علماء کرام جو علم حاصل کر کے اس کو پھیلاتے ہیں ان کے لئے کتنی بڑی فضیلت ہے، کہ ایک آدمی عمل تو ایک ہی کا کرے، مگر اجر اس کو ہزاروں، لاکھوں بلکہ کروڑوں کا مل رہا ہے۔ صحابہ کرام کے فضائل بے شمار ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ امت قیامت تک

جو اعمال کرتی رہے گی ان سب کا اجر ان صحابہ کرام کو ملتا رہے گا' جنھوں نے اس علم کی امانت کو حضور اقدس ﷺ سے حاصل کیا اور آگے اس کو امت تک پہنچایا۔ علم کی اشاعت بہت ہی نفع کا سودا ہے' بالخصوص ان کے لئے تو اجر کا کوئی حساب ہی نہیں' جو کہ علم دین کے لئے مدارس قائم کر جائیں یا کم از کم ان مدارس میں اپنی جان لگائیں' یا مال لگائیں' س جس کی وجہ سے علم دین کی اشاعت میں ان کا بھی حصہ ہو جائے جو کہ ان کو قبروں میں پہنچتا رہے۔

اس حدیث پاک میں صدقہ جاریہ کی اور قسمیں بھی ارشاد فرمائی گئیں۔ جن میں اولاد صالح ہے۔ آج کل اولاد کو سب کچھ بنایا جاتا ہے مگر صالح بنانے کی فکر مسلمانوں کو نہیں ہوتی۔ اولاد کی دنیوی ضروریات کا پورا خیال رکھا جاتا ہے' یہود و نصاریٰ کے اسکولوں میں بھیج کر ان کے علوم سکھائے جاتے ہیں۔ ہر طرح سے دنیوی مفاد کے لئے پوری کوشش کی جاتی ہے' اس کے لئے اگر وسعت نہیں ہوتی تو قرض لے کر' یا مشقت برداشت کر کے بھی اولاد کو دنیوی اعتبار سے اعلیٰ سے اعلیٰ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حالانکہ وہی اولاد بڑی ہو کر والدین کی نافرمان بن جاتی ہے۔ بے دین ہو جاتی ہے تو والدین روتے پھرتے ہیں۔ ان میں جو لوگ کچھ نیک ہوتے ہیں تو وہ بزرگوں کے پاس جا جا کر اولاد کی اصلاح کے لئے دعائیں کراتے ہیں' تعویذ لیتے ہیں۔ اگر یہ لوگ پہلے ہی اپنی اولاد کو صالح بنانے کی کوشش کرتے اور ان کی تعلیم اور تربیت کی طرف صحیح توجہ دیتے' تو نہ صرف اولاد کا فائدہ تھا' بلکہ ان کے لئے خود صدقہ جاریہ بنتا۔ آج اولاد کی خیر خواہی اس میں سمجھی جاتی ہے کہ ان کو اونچی ڈگریاں دلائی جائیں۔ اس کے لئے ان کو مغربی ممالک میں اعلیٰ تعلیم کے لئے بھیجا جائے' اس کے لئے لاکھوں روپے خرچ کئے جائیں۔ جب یہ سب کچھ کر کے وہ اولاد والدین کی نافرمان بنتی ہے۔ اللہ و رسول سے باغی ہو جاتی ہے تو پھر یہ والدین روتے پھرتے ہیں۔ کاش یہ حضرات پہلے ہی اپنی اولاد کو صحیح راستہ پر ڈال دیتے تو پھر حسرت اور افسوس نہ ہوتا۔ اچھے اچھے دیندار لوگ بھی حتیٰ کہ علماء کرام تک بھی اپنی اولاد کو دنیوی لائن پر ڈال رہے ہیں' اور ان کو اونچی اونچی ڈگریاں دلوانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں جس کا نتیجہ آج ہمارے سب کے سامنے ہے' کہ علماء کی اور بزرگوں کی اولاد بجائے اس کے کہ ان کے لئے صدقہ جاریہ بنتی ان کے لئے وبال بن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

تیسری چیز حدیث بالا میں صدقہ جاریہ کی فرمائی گئی وہ قرآن پاک ورثہ میں چھوڑ جانا جس سے بعد والے تلاوت کریں۔ جب تک اس میں تلاوت کی جاتی رہے گی' اس کو اجر ملتا رہے گا۔ چوتھی چیز مسجد کی تعمیر کرنا ہے۔ اس مسجد میں جب تک لوگ عبادت کرتے رہیں گے' نمازیں پڑھیں گے' تلاوت کریں گے' ذکر کریں گے' تعلیمی حلقے ہوں گے' وعظ وارشاد کی مجلسیں ہوں گی' ان سب کا اجر مسجد بنانے والوں کے اعمال نامہ میں لکھا جاتا رہے گا۔ پانچویں چیز مسافر خانہ بنانا۔ چھٹے کسی نہر کا جاری کرنا۔

یہ چیزیں مثال کے طور پر ذکر فرمائی گئی ہیں اسی طرح اور بھی دینی اصلاحی کام جاری کئے جائیں۔ فلاح و بہبود کی چیزیں تعمیر کی جائیں۔ سب کا ثواب کرنے والوں کو قبر میں پہنچتا رہے گا مثلاً ہسپتال بنائے' سڑکیں تعمیر کریں' کنواں کھدوائیں وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح اپنے مال میں سے اپنی صحت کے زمانے میں اور اپنی حیات میں جو بھی صدقہ کر جائے اس صدقہ سے جب تک بھی نفع اٹھایا جاتا رہے گا اس کا ثواب اس صدقہ کرنے والے کو قبر میں پہنچتا رہے گا۔

بڑی سخاوت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَنْ اَجْوَدُ جُوْداً قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَجْوَدُ جُوْدًا ثُمَّ اَنَا اَجْوَدُ بَنِيْ اٰدَمَ وَاَجْوَدُهُمْ مِنْ بَعْدِيْ رَجُلٌ عَلِمَ عِلْماً فَنَشَرَهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَمِيْرًا وَحْدَهٗ اَوْقَالَ اُمَّةً وَاحِدَةً (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ سب سے بڑا سخی کون ہے۔ صحابہ کرام نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی خوب جانتے ہیں' فرمایا کہ سب سے بڑا سخی اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے بعد سب انسانوں میں سب سے بڑا سخی' میں ہوں۔ اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ شخص ہے' جس نے علم حاصل کیا پھر اس کو پھیلایا۔ یہ شخص

قیامت کے دن تنہا ایک امت کے برابر ہو گا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ، کا سب سے بڑا سخی ہونا تو ظاہر ہے کہ اس کی سخاوت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی وہ مالک خود نہیں کھاتا ساری مخلوق کو کھلاتا ہے۔ وہ خود نہیں پہنتا' ساری مخلوق کو پہناتا ہے۔ دنیا میں اس کی سخاوت تو ہر بینا انسان کو نظر آہی جاتی ہے بشرطیکہ وہ آنکھ والا ہو' اندھا نہ ہو۔ آخرت میں اس کی سخاوت جو ظاہر ہو گی اس سے اس دنیا کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ آج تک جس کو جو کچھ ملا ہے اسی مالک کی طرف سے ملا ہے۔ آئندہ بھی جس کو جو کچھ ملے گا وہی دے گا۔

اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑے سخی حضور ﷺ ہیں اور خود حضور ﷺ کا ارشاد ہے اَللّٰہُ مُعْطِیْ وَ اَنَا قَاسِمٌ یعنی اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ عام طور سے سخاوت اس کو کہا جاتا ہے کہ مال و دولت کو لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔ حالانکہ اس سے بڑی سخاوت وہ ہے کہ علوم دین اور علوم آخرت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کو تقسیم کیا جائے۔ حضور اقدس ﷺ کا تمام انسانوں سے زیادہ سخی ہونا ظاہر ہے کہ حضور ﷺ نے جو کچھ تقسیم فرمایا اور جتنا تقسیم فرمایا اس کے عشر عشیر تک بھی کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔

دنیا میں حضور اقدس ﷺ کی سخاوت تو ظاہر ہے کہ جتنے علوم و معارف آج تک دنیا میں پھیلے اور پھیلائے جا رہے ہیں اور آئندہ قیامت تک بھی جو پھیلائے جائیں گے' وہ سب حضور اقدس ﷺ کے ذریعہ پھیلے اور پھیلائے ہوئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر حضور اقدس ﷺ کی سخاوت آخرت میں ظاہر ہو گی جہاں حضور اقدس ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔ میزان عدل میں مدد فرمائیں گے۔ حوض کوثر کا پانی جام بھر بھر کر پلائیں گے' اور جنت کا دروازہ سب سے پہلے کھلوانے والے بھی ہمارے آقا سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ ہی ہوں گے۔

اس کے بعد سب سے بڑا سخی عالم کو فرمایا گیا جس نے علم حاصل کیا پھر اس کو پھیلایا اس میں علماء کرام کی بڑی فضیلت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ اور خود اپنے ذکر کے ساتھ علماء کا ذکر فرمایا اور اللہ و رسول کے بعد علماء کو سب سے بڑا سخی فرمایا اس سے بڑھ کر فضیلت کیا ہو گی۔

آخر میں حدیث بالا میں فرمایا گیا ہے کہ علم کو پھیلانے والا شخص قیامت کے دن تنہا ایک امت کے برابر ہو گا۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس نے علم کو پھیلایا اور اس کی ذات سے ہزاروں افراد مستفع ہوئے اس وجہ سے اس کی حیثیت پوری ایک جماعت کے برابر ہو گی۔ جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں مذکور ہوا کہ اس کی وجہ سے جتنے لوگ بھی مستفید ہوں گے اور اس سے عمل کریں گے ان کا ثواب بھی اس کو مرنے کے بعد بھی قبر میں ملتا رہے گا۔ مگر اجر و ثواب کے لحاظ سے گویا ایک پوری امت و جماعت ہے۔

شیطان کے لئے فقیہ کا بھاری ہونا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقِیْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت تر ہے۔

فقیہ اور عالم کا عابد سے افضل ہونا اور بھی متعدد حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ پہلے بھی اس مضمون کی بعض حدیثیں ذکر کی جا چکی ہیں۔ یہاں ایک اور طریقہ سے اسی بات کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

فقیہ اس عالم کو کہتے ہیں جو علم دین میں پوری دسترس رکھتا ہو۔ اس کا علم بہت وسیع اور گہرا ہو۔ نظر و فکر اور تجربہ کی دولت سے سرفراز ہو۔ چونکہ علماء کرام اپنے علم و بصیرت کی وجہ سے شیطان کی کوششوں کو ناکام بنا دیتے ہیں' اور شیطان کے مکرو فریب کو جانتے ہیں' جو کہ غیر عالم عبادت گزار نہیں جانتا۔ اس لئے شیطان کے لئے ایک فقیہ کا وجود ہزار عابدوں کی نسبت زیادہ سخت ہے۔ بے علم عابد کو بہکانا شیطان کے لئے زیادہ آسان ہے۔ علماء اپنے علم کی وجہ سے خود بھی شیطان کے عقائد کو جانتے ہیں' اور ان سے بچتے ہیں' اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے شیطان کے لئے بھاری ہونا تو یدیہی ہے۔ اس لئے جو لوگ خود عالم

نہیں ہیں ان کو چاہیے کہ علماء کی صحبت زیادہ سے زیادہ اختیار کریں اور ان سے مسائل پوچھتے رہا کریں اس طرح شیطان کو ان کو بہکانے کے لئے راستہ نہیں ملے گا۔ ورنہ جو لوگ علماء سے بے نیاز ہو کر اپنی مرضی سے عبادت وغیرہ اعمال میں لگتے ہیں وہ بہت خطرہ میں ہوتے ہیں۔ نہ معلوم شیطان کب اور کسی طرح ان کو بہکا دے۔

علم دین کے بے شمار فضائل میں یہ بھی ایک فضیلت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِّنْ اَحْيَائِهَا (دارمی) یعنی رات کو تھوڑی دیر کا سیکھنا سکھانا ساری رات نفل نمازوں میں مشغول رہنے سے بہتر ہے۔ حضرت ابو درداؓ کا مقولہ ہے لِاَنْ اَتَعَلَّمَ مَسْئَلَةً اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ قِيَامِ لَيْلَةٍ (احیاء العلوم) یعنی میں ایک مسئلہ سیکھ لوں یہ مجھے ساری رات نفلوں میں قیام کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد حضرت ابو ذرؓ نقل کرتے ہیں کہ اے ابو ذر اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے، تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے۔ اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے

(رواہ ابن ماجہ باسناد حسن فضائل قرآن مجید)

طلب علم کے فضائل

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ

(رواہ البیہقی۔ جامع الصغیر)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (خواہ وہ مرد ہو یا عورت)

حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں۔ فرض کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے، اور جاننا چاہئے کہ جس کام کا کرنا بندہ پر فرض ہے اس کام کے کرنے کا طریقہ سیکھنا بھی اس کے ذمہ فرض ہے اور جس کام کا کرنا مستحب ہے، اس کا طریقہ سیکھنا بھی مستحب ہے۔ پس جب نماز فرض ہوگی اس کے مسئلے سیکھنا بھی فرض ہوں گے۔ اسی طرح روزہ وغیرہ کا حال ہے۔ اور

جب نوکری، تجارت وغیرہ کرے گا تو نوکری، تجارت وغیرہ کے متعلق جو شریعت کے حکم ہیں ان کا سیکھنا اور ان پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ یہ تفصیل اس علم کی ہے جو ہر شخص پر فرض ہے اور بعضے علوم ایسے ہیں کہ اگر تھوڑے سے آدمی خواہ ایک یا دو، جتنوں سے کام چل جاوے ان علوم کو حاصل کر لیں تو اور لوگوں کے ذمے ان علوم کا طلب کرنا ضروری نہیں رہتا، مثلاً ہر قصبہ و شہر میں ایک ایسا عالم ہونا ضروری ہے جو قرآن و حدیث و فقہ وغیرہ علوم اچھی طرح جانتا ہو کہ مخالفین اسلام کا رد بھی کر سکے، اور جب کوئی مسئلہ اس سے پوچھا جائے بے تکلف اس کا جواب دے سکے تو ایسے علوم ہر شخص پر فرض نہیں ہوتے۔ اھ (بہشتی زیور)

اسلام سراسر عمل کا نام ہے، ماں کی گود سے لے کر قبر کے گڑھے میں پہنچنے تک احکام ہی احکام ہیں۔ حکم کی تعمیل چونکہ بغیر علم کے نہیں ہو سکتی اس لئے احکام دین کا جاننا اور احکام پر عمل کرنے کے طریقے معلوم کرنا انسان کا اولین فرض ہے۔ احکام خداوندیہ میں عقائد بھی ہیں اور عبادات بھی، حقوق اللہ بھی، اور حقوق العباد بھی، اور ہر ایک کو ٹھیک طرح انجام دینے کے لئے علم صحیح کی ضرورت ہے، جس کے اصول و فروع کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے لئے گئے ہوں۔ جب کسی نے اپنے کو مسلمان سمجھ لیا تو اس پر فرض ہو گیا کہ اسلامی تعلیم کے مطابق اپنے عقائد درست رکھے، اور اس کی ذات سے متعلق جو احکام و اعمال ہیں ان کا علم حاصل کرے۔ نماز، روزہ ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ ان کے مسئلے اور ادائیگی کے طریقے جاننا بھی لازم ہے۔ وضو، غسل اور پاک کرنے کا طریقہ، پاک و ناپاک کی پہچان، اوقات نماز اور اس قدر قرآن شریف، صحیح طریقہ سے پڑھ سکنا جس سے نماز کا فرض قرأت ادا ہو جائے۔ یہ چیزیں سب پر فرض ہیں (فضائل علم ص ۲۴)

علم دین کی ضرورت اور فرضیت

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، فرائض سیکھو اور لوگوں کو

وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ فَاِنِّي امْرُؤٌ مَقْبُوضٌ وَالْعِلْمُ سَيَنْقَبِضُ وَيَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتّٰى يَخْتَلِفَ اِثْنَانِ فِيْ فَرِيْضَةٍ لَايَجِدَانِ اَحَدًا يُفْصِلُ بَيْنَهُمَا (رواه الدارمی)

سکھاؤ۔ قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ کیونکہ میں انسان ہوں جو اٹھالیا جاؤں گا اور علم بھی عنقریب اٹھ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے (جن کی وجہ سے شریعت اسلامیہ سے ناواقفیت ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ دو شخصوں میں اختلاف ہو گا تو ان کو کوئی نہ ملے گا جو (احکام شریعت کے مطابق' ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔

اس حدیث کے ذیل میں مولانا عاشق الٰہی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

اس حدیث پاک میں واضح طور پر معلوم ہوا کہ علم کو باقی رکھنا اور علمائے دین کو وجود میں لانے کے لئے کوشش کرتے رہنا اُمت کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ شرعاً ہم کو حکم ہے کہ دین سیکھتے سکھاتے رہیں۔ اپنی اولاد کو علوم دینیہ سے وابستہ کریں اور دینی مدارس کے چلانے اور ترقی دینے میں لگے رہیں۔ علماء اور طلباء کی خدمت و نصرت کی طرف دھیان دیں اور دینی کتب پھیلانے کی تدبیریں کرتے رہیں۔

قیامت میں علماء کی شفاعت

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلٰثَةٌ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ۔ (رواہ ابن ماجہ)۔

حضرت عثمان بن عفان ؓ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز تین جماعتیں شفاعت کریں گی۔ ایک انبیاء' پھر علما' پھر شہدا۔

حضرت امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں اس حدیث سے علم کا نہایت بڑا رتبہ ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کے بعد اور شہادت سے پہلے ذکر فرمایا گیا ہے۔ باوجودیکہ شہادت کی فضیلت میں بہت

کچھ وارد ہوا ہے (احیاء) ایک اور حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ قیامت کے روز اللہ جل شانہٗ عابدوں اور مجاہدوں کو جنت میں داخلہ کی اجازت مرحمت فرمائیں گے (اور علماء کو اس وقت تک دخول جنت کی اجازت نہیں ملی ہوگی) تو علماء عرض کریں گے کہ یا اللہ ہمارے علم کی برکت سے تو یہ لوگ عابد اور مجاہد ہوئے (پھر ان کو ہم سے پہلے جنت میں داخلہ کی اجازت کی کیا وجہ ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ تم میرے نزدیک میرے بعض فرشتوں کی طرح ہو تم سفارشیں کرو تمہاری سفارشیں قبول کی جائیں گی۔ چنانچہ علماء سفارشیں کریں گے' اس کے بعد خود جنت میں داخل ہوں گے (احیاء العلوم)

قیامت میں مختلف قسم کے لوگوں کو شفاعت کرنے کی اجازت دیئے جانے کا ذکر متعدد احادیث میں فرمایا گیا ہے۔ اس حدیث میں تین کا ذکر ہے یعنی انبیاء' علما اور شہداء۔ بعض حدیثوں میں حفاظ کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے قرآن پڑھا' پھر اس کو حفظ یاد کیا' اور اس کے حلال کو حلال جانا' اور حرام کو حرام۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرماویں گے۔ جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہو (احمد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی 'فضائل قرآن مجید)

حضور ﷺ کا معلم بنا کر مبعوث ہونا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلٰى خَيْرٍ وَاَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ فَاِنْ شَآءَ اَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَآءَ مَنَعَهُمْ وَاَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُ

""""""" حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا گزر اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر ہوا (ایک مجلس ذکر دوسری مجلس علم) ان کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دونوں (مجلسیں) اچھے کام میں مشغول ہیں (مگر) ایک دوسری سے افضل ہے۔ یہ لوگ (یعنی ذکر اللہ اور دعا والی مجلس کے لوگ) اللہ سے مانگ

اَلْفِقْهَ اَوِالْعِلْمَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِمْ (رواہ الدارمی)

رہے ہیں اور اس کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ شانہٗ اگر چاہیں تو عطا فرمائیں اور نہ چاہیں تو عطا نہ فرمائیں، مگر یہ دوسرے لوگ علم سیکھ رہے ہیں، اور نہ جاننے والے کو سکھا رہے ہیں تو یہ لوگ ان پہلے (حلقہ والوں) سے افضل ہیں۔ اور میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ ارشاد فرما کر حضور اکرم ﷺ ان (مجلس علم) میں تشریف لے گئے۔

حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں ہر وقت تعلیم اور ذکر کے حلقے لگے رہتے تھے۔ اس حدیث پاک میں اسی کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ کا گزر جب ان حلقوں پر ہوا تو حضور ﷺ نے دونوں کی تعریف فرمائی اور تعلیم کے حلقہ کو افضل فرمایا کہ اس میں دین کی باتوں کو سیکھنا سکھانا ہو رہا ہے اور حضور اقدس ﷺ نے ان کی فضیلت کو سمجھانے کے لئے فرمایا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں یعنی جو لوگ علم دین سیکھنے سکھانے کا کام کر رہے ہیں وہ گویا حضور ﷺ کا ہی کام کر رہے ہیں ان کی فضیلت ذکر کرنے والوں پر بتلائی گئی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص میری اس مسجد میں آیا اور اس کے اس آنے کا مقصد خیر کی بات سیکھنے یا سکھانے کے علاوہ اور کوئی دوسرا مقصد (دنیوی) نہیں ہے تو یہ شخص فی سبیل اللہ جہاد کرنے والے کے مرتبہ میں ہے اور جو شخص (اس غرض کے سوا) کسی دوسرے مقصد (دنیوی) کے لئے آیا وہ ایسا ہے جیسے کوئی کسی غیر کے سامان کی طرف نظر رکھے۔

حدیث بالا میں علم و ذکر کے حلقوں مین حلقہ تعلیم کو افضل فرمایا گیا۔ اس سے علماء اور طالب علم کی فضیلت ظاہر ہے مگر اس کی وجہ سے مجالس ذکر کو بے کار اور فضول نہیں کہا جا سکتا۔ جیسا کہ اسی حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ نے دونوں کو خیر فرمایا۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن پاک میں حضور اکرم ﷺ کو ذاکرین کے ساتھ بیٹھنے کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ ایک حدیث

میں نقل کیا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ دولت کدہ میں تھے کہ آیت وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ (سورہ کہف) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے: "اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں"۔ حضور اقدس ﷺ اس آیت کے نازل ہونے پر ان لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور اکرم ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے (ابن جریر' طبرانی' ابن مردویہ کذافی الدر' فضائل ذکر)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصے میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کے ساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔

علم دین کی حرص مؤمن کا شیوہ

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمٌ فِي الْعِلْمِ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ وَمَنْهُوْمٌ فِي الدُّنْيَا لَا يَشْبَعُ مِنْهَا (رواه البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت انسؓ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ دو حریصوں کا پیٹ نہیں بھرتا۔ ایک علم کا حریص کہ اس کا پیٹ علم سے بھرتا ہی نہیں اور دوسرا دنیا کا حریص کہ دنیا سے اس کی سیری نہیں ہوتی۔

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی مضمون نقل کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت ابن مسعودؓ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ علم کا حریص اور دنیا کا حریص سیر نہیں ہوتا نیز

فرمایا کہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ علم والا تو زیادہ سے زیادہ رحمٰن کی رضامندی حاصل کرتا چلا جاتا ہے اور دنیا کا حریص سرکشی میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مومن کا پیٹ خیر کی باتیں سننے سے نہیں بھرتا' یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے (ترمذی)' مطلب یہ ہے کہ مومن کی صفت ہی یہ ہے کہ وہ طلب علم میں حریص ہو' اور جب تک کہ جنت میں داخلہ نہ ہو جائے اس کا پیٹ ہی طلب علم سے نہ بھرے۔ یعنی ہر مومن کو ایسا ہونا چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ کا علم ساری مخلوق میں سب سے زیادہ تھا۔ جس قدر علم حضور اکرم ﷺ کو مرحمت فرمایا گیا تھا اتنا علم مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیا گیا۔ اس کے باوجود اللہ جل شانہٗ کا حکم حضور ﷺ کو قرآن پاک میں ہے۔ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا یعنی اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے۔

طالب علم اللہ کے راستہ میں ہے

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ۔ (رواہ الترمذی)

حضرت انس ؓ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لئے نکلا وہ واپس لوٹنے تک اللہ کے راستے میں ہے۔

یعنی جس طرح جہاد کے لئے نکلنے والا اللہ کے راستہ میں ہے۔ اسی طرح علم دین کے حصول کے لئے گھر سے نکلنے والا بھی اللہ کے راستہ میں ہے۔ کیونکہ دونوں ہی نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے اپنے گھروں کو چھوڑا ہے۔ اس کے لئے سفر اختیار کیا ہے اور مشقتیں برداشت کی ہیں۔ اپنے راحت و آرام کو خیرباد کہہ کر نکل پڑے ہیں۔ جان کی بھی قربانی کی ہے اور مال کی قربانی بھی کی ہے۔ اپنے نفس کے تقاضوں کو بھی دبایا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں ہی اللہ کے راستہ میں ہیں۔

جہاد سے کفار اور مشرکین کی قوت ٹوٹتی ہے اور حصول علم سے شیطان کی قوت ٹوٹتی ہے کہ ایک عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ جیسا کہ اوپر حدیث شریف کا مضمون گزر چکا ہے۔

پہلے زمانہ میں لوگ علم حاصل کرنے کے لئے دور دراز کے سفر کرتے تھے ایک ایک حدیث کی خاطر مہینوں سفر کرتے تھے۔ تاریخ میں ان کے واقعات بہت کثرت سے نقل کئے گئے ہیں۔

ایک اور حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ جو شخص علم (دین) طلب کرنے کے لئے کسی راستہ میں چلا اس کے لئے میں جنت کا راستہ آسان کر دوں گا اور میں (دنیا میں) جس کی دونوں آنکھیں چھین لوں گا جنت میں اس کو ان کا بدلہ دوں گا۔ اور علم میں ترقی کرنا عبادت میں بڑھنے سے بہتر ہے اور دینداری کی جڑ پرہیزگاری ہے (بیہقی)

ایک اور حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس نے علم طلب کیا اور اس کو حاصل کر لیا تو اس کو دو حصے اجر ملے گا اور اگر علم حاصل نہ کر سکا تو اس کو ایک حصہ اجر ملے گا۔ اللہ جل شانہٗ کا کتنا کرم ہے کہ محض علم طلب کرنے پر بھی اجر کا وعدہ ہے چاہے علم حاصل ہو یا نہ ہو۔ اگر حاصل ہو گیا تو دوہرا اجر ہے اور اگر علم کے حصول میں کسی وجہ سے کامیاب نہ ہوا تب بھی ایک اجر تو اس کو ضرور ملے گا۔ دنیا کے علوم میں جب تک کامیاب نہ ہو اور کامیابی کے بعد اس کا نتیجہ یعنی مال وجاہ حاصل نہ ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر اس کے حصول میں ناکام رہا، یا تکمیل سے پہلے موت آگئی یا تکمیل کے باوجود اس کا نتیجہ برآمد نہیں ہوا جیسا کہ آج کل بہت سے ڈگریوں والے بے روزگار پھر رہے ہیں تو اس علم کا کوئی فائدہ نہیں خَسِرَ الدُّنیا والاخرہ کا مصداق ہو گیا مگر علم دین کی طلب پر اجر مل جاتا ہے چاہے اس میں کامیاب ہو یا نہ ہو۔

طلب علم کے دوران موت کا آجانا

عَنِ الْحَسَنِ (مُرْسَلاً) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَآءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْاِسْلَامَ فَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَّاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ۔ (رواہ الدارمی)

حضرت حسن بصریؒ مرسلاً حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس کو اس حال میں موت آگئی کہ اسلام کے زندہ کرنے کے لئے علم حاصل کر رہا تھا تو جنت میں اس کے اور انبیاء کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہو گا۔

اس حدیث میں بھی مندرجہ بالا مضمون کا تکملہ ہے کہ طلب علم میں لگا ہوا اگر درمیان

میں مکمل نہ کر سکے، تب بھی ناکام نہیں ہے' وہ ہر حال میں کامیاب ہے' حتیٰ کہ اگر اس کو موت بھی آجائے تب بھی وہ محروم نہیں ہے' بلکہ اس کا درجہ جنت میں اس قدر بلند و بالا ہو گا' کہ اس کے اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان صرف ایک ہی درجہ کا فرق ہو گا۔ یہ اللہ رب العزت کا کتنا بڑا انعام ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے اور اسلام کی حیات اور سربلندی کے لئے علم دین کے سیکھنے کے دوران اگر موت آجائے تو جنت کے اعلیٰ درجہ میں اس کو جگہ ملے گی۔ البتہ اس میں شرط یہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ وہ اسلام کی حیات کے لئے علم دین حاصل کر رہا ہو کوئی اور غرض (دنیوی) نہ ہو۔ دنیوی غرض سے مراد حصول مال اور حصول جاہ ہے' کہ دونوں حب دنیا کے شعبے ہیں۔ یہ فضیلت ان طالب علموں کے لئے تو ظاہر ہے جو کہ طلب علم کے لئے دینی مدارس میں پڑھتے ہیں بلکہ وہ حضرات بھی یہ فضیلت حاصل کر سکتے ہیں۔ جو اپنے دوسرے مشاغل کے ساتھ ساتھ علم دین بھی روزانہ تھوڑا تھوڑا سیکھتے رہیں اور موت تک اس میں مشغول رہیں تو ان کی موت بھی انشاء اللہ طالب علمی کی موت شمار ہو گی۔

طالب علموں کے ساتھ حسن سلوک

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ النَّاسَ لَکُمْ تَبَعٌ وَاِنَّ رِجَالاً یَاتُوْنَکُمْ مِّنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ یَتَفَقَّھُوْنَ فِی الدِّیْنِ فَاِذَا اَتَوْکُمْ ..... فَاسْتَوْ صَوْابِھِمْ خَیْراً (رواہ الترمذی)

حضرت ابو سعید خدری ؓ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بے شک لوگ تمہارے تابع ہیں اور تحقیق لوگ تمہارے پاس زمین کے دور دراز کے علاقوں سے دینی سمجھ حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔ پس جب وہ تمہارے پاس آئیں ......تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہارون ؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب حضرت ابو سعید ؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو وہ فرماتے تھے مرحبا ہو۔ وصیت حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ' بے شک حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوگ تمہارے تابع ہوں گے' اور آدمی تمہارے

پاس اطراف زمین سے دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کی خیر خواہی کرنا (ترمذی) اسی وجہ سے حضرت ابو سعید ؓ ہم لوگوں کو دیکھتے تو کہتے مرحبا بِوَصیۃ رسول اللّٰہ ﷺ (ابن ماجہ) ایک اور حدیث میں اتنا اضافہ بھی ہے کہ جو کچھ تم کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے ان کو سکھانا۔ ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ زمینوں کے اطراف سے تمہارے پاس لوگ آئیں گے، تم سے دین کے بارے میں پوچھیں گے، جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے لئے تم وسعت سے کام لینا، اور ان کی بھلائی کے ساتھ نگہداشت کرنا، اور ان کو سکھانا (ترمذی) ایک اور حدیث میں اس پر اتنا اضافہ ہے کہ فرمایا ان کو تعلیم دینا پھر ان سے مرحبا مرحبا قریب آجاؤ کہنا (ابن عساکر کذا فی کنز)

ایک اور حدیث میں ابن نجار بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو سعید خدری ؓ کے پاس یہ نوجوان آتے تو آپ فرماتے مرحبا تمہارے لئے کشادگی ہو اور اس کہنے کی حضور اقدس ﷺ نے وصیت فرمائی ہے ہم کو حضور کریم ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ ہم ان کے لئے مجلس میں وسعت دیں اور ان کو حدیث سمجھائیں۔ تم ہمارے بعد رہنے والے ہو، اور ہمارے بعد حدیث بیان کرنے والے ہو، اور ان باتوں میں سے جس کو نوجوان سے کہا کرتے تھے یہ ہے کہ جب تمہاری سمجھ میں کوئی بات نہ آئے تو مجھ سے سمجھ لینا۔ اس لئے کہ اگر تم سمجھ کر کھڑے ہوئے یہ بات مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ تم بے سمجھے چل دو (کذا فی الکنز)

ایک اور حدیث میں حضرت اسماعیل ؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت حسن ؓ کے پاس ان کی عیادت کے لئے گئے یہاں تک کہ ہم لوگوں سے گھر بھر گیا تو انہوں نے اپنے دونوں پیر سمیٹے۔ اور فرمایا کہ ہم حضرت ابو ہریرہ ؓ کی عیادت کے لئے اتنی کثرت سے گئے، کہ گھر بھر گیا۔ انہوں نے اپنے دونوں پیر سمیٹے اور فرمایا کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اتنی کثرت سے کہ ہم سے گھر بھر گیا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے پہلو پر استراحت فرماتے تھے، جب حضور ﷺ نے ہم لوگوں کو دیکھا تو اپنے دونوں پیر سمیٹ لئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک بات اسی طرح ہے کہ میرے بعد تمہارے پاس طلب علم کے لئے قومیں آئیں گی تم ان کے لئے مرحبا کہنا، اور ان کو دعائیں دینا، اور ان کو علم سکھانا (حیاۃ الصحابہ بحوالہ ابن ماجہ)

صحابہ کرام کو حضور اقدس ﷺ کے ساتھ جو عشق تھا اس کی یہ ادنیٰ مثال ہے کہ حدیث فرماتے وقت جو عمل حضور ﷺ سے صادر ہوا اس کی نقل بھی اتارا کرتے تھے۔ احادیث میں بہت کثرت سے اس کی مثالیں موجود ہیں۔ طوالت کے خوف سے یہاں نقل نہیں کرتا ہوں۔

ان احادیث میں حضور اقدس ﷺ نے طالب علموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے۔ حسن سلوک میں ہر طرح کی اس کی امداد جانی مالی بھی شامل ہے۔ صحابہ کرام کے زمانہ میں جب لوگ دین سیکھنے کے لئے دور دراز سے آتے تھے' تو صحابہ کرام ان کی ہر طرح کی خدمت کرتے تھے۔ ان کو اپنے گھروں میں ٹھہراتے تھے۔ خود بھوکے رہ کر اور اپنے اہل و عیال کو بھوکا رکھ کر ان کو کھانا کھلاتے تھے۔ خود زمین پر سوتے تھے اور ان مہمانوں کو اپنے بستروں پر سلاتے تھے۔ ان پر مال بھی خرچ کرتے تھے۔ ان کو علم دین بھی سکھاتے تھے۔ اور جب دین سیکھ کر واپس جاتے تو ان کو ہدایا بھی دیا کرتے تھے' اس طرح علم دین سیکھ کر اور حسن اخلاق کی عملی تعلیم لے کر وہ لوگ اپنے اپنے علاقہ میں جا کر وہاں کے لوگوں کو علم دین اور حسن اخلاق کی تعلیم دیتے تھے۔ جس سے مسلمان بھی یہ دونوں چیزیں یعنی علم اور اخلاق سیکھتے' اور غیر مسلم اقوام ان کو دیکھ دیکھ کر اسلام میں داخل ہوتی تھیں۔ تاریخ میں بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں کہ چند آدمی مدینہ منورہ سے علم اور اخلاق کی تعلیم لے کر گئے اور ان کے ذریعہ پورا کا پورا علاقہ مسلمان بن گیا۔

اسی طرح آج بھی جو لوگ علم دین حاصل کرنے کے لئے اپنے گھربار کو اور اہل و عیال کو چھوڑ کر جہاں جاتے ہیں وہاں کے لوگوں پر یہ ضروری ہے کہ ان کی ہر طرح کی خدمت کریں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کریں۔ جن مدارس میں یہ طلباء آکر تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں ان مدارس کی ہر طرح کی امداد کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ مال سے ہو' یا جان سے ہو یا حسن سلوک سے جس طرح بھی ہو سکے ان کی امداد کرنا چاہیے۔

ایک حدیث میں حضرت صفوان بن عسال مرادیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور اکرم ﷺ اپنی سرخ چادر پر تکیہ لگائے ہوئے

تشریف فرما تھے۔ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں طلب علم کے لئے آیا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا طلب علم کے لئے مرحبا ہو۔ بے شک طالبعلم کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے بعض بعض کے اوپر سوار ہوتے رہتے ہیں' یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان کا یہ فعل اس علم کی محبت کی وجہ سے ہوتا ہے جس کو یہ طلب کر رہے ہیں (طبرانی واحمد' ابن حبان' حاکم' ترغیب' حیاۃ الصحابہ ص ۱۷۰)

ایک اور حدیث میں حضرت شہاب بن عبادؓ' عبد قیس کے وفد کے بعض حضرات سے نقل کرتے ہیں کہ ہم خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو ہمارے آنے کی وجہ سے مسلمانوں کی فرحت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب ہم قوم کے پاس پہنچے تو ہمارے لئے مجلس میں کشادگی کی گئی اور ہم سب بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے ہمارے لئے مرحبا کہی اور ہمارے لئے دعا فرمائی۔ پھر ہماری طرف دیکھا اور فرمایا تمہارا سردار اور امیر کون ہے؟۔ تو ہم سب نے منذر بن عائذ کی طرف اشارہ کیا۔۔۔۔۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ان سے کچھ اور گفتگو فرمائی۔ پھر انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا' اے جماعت انصار! اپنے بھائیوں کا اکرام کرو۔ یہ اسلام میں تمہارے ہی جیسے ہیں اور عادات و ظواہر میں تمہارے بہت مشابہ ہیں۔ یہ رغبت کے ساتھ اسلام لائے ان پر جبر نہیں کیا گیا اور نہ ڈرائے گئے۔۔۔۔ (چنانچہ انصار ان کو اپنے گھر لے گئے ان کی مہمان نوازی کی اور دین کی باتیں سکھائیں) دوسرے روز جب یہ حضرات حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائیوں کو کیسا پایا؟۔ انہوں نے جواب دیا کہ بہترین بھائی ہیں۔ ہمیں نرم بستروں پر سلایا اور اچھا کھانا کھلایا' رات کو اور صبح میں ہمیں کتاب اللہ کی تعلیم دیتے رہے اور ہمارے نبی ﷺ کی سنتوں کی تعلیم دی۔ حضور اقدس ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ کو یہ بات بہت پسند آئی۔ پھر حضور ﷺ نے ہم میں سے ہر ایک آدمی سے ان باتوں کے متعلق دریافت فرمایا جو ہم نے سیکھی تھیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ہمیں مزید تعلیم دی۔ پس ہم میں سے بعض ایسے تھے جنھوں نے التحیات' سورۃ فاتحہ اور ایک سورت اور دو سورتیں اور ایک سنت اور دو سنتیں سیکھ لی تھیں (ترغیب' احمد' حیاۃ الصحابہ)

طلب علم گناہوں کا کفارہ

عَنْ سَخْبَرَةِ الْاُزْدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ کَانَ کَفَّارَۃً لِّمَامَضٰی

(رواہ الترمذی والدارمی وابو داؤد۔ مشکوٰۃ)

حضرت سخبرہ ازدی حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص علم حاصل کرتا ہے اس کے لئے (یہ طلب) اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے)

فائدہ: طبرانی نے کبیر میں اس حدیث کو زیادہ تفصیل سے ذکر کیا ہے وہ اس طرح ہے:۔ حضرت سخبرہؓ (سین المہملۃ المفتوحۃ والخاء المعجمۃ الساکنۃ وباء موحدۃ وراء بعدھا تاء تانیث) روایت کرتے ہیں کہ دو آدمیوں کا گزر حضور اقدس ﷺ پر ہوا۔ حضور اکرم ﷺ کسی بات کا تذکرہ فرمارہے تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تم دونوں بھلائی پر ہو۔ جب حضور ﷺ (گفتگو سے فارغ ہو کر) کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام وہاں سے علیحدہ ہو گئے تو یہ دونوں بھی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا بیٹھ جاؤ تم دونوں بھلائی پر ہو۔ یہ خاص ہمارے ہی لئے ہے یا سب لوگوں کے لئے بھی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو بندہ بھی طلب علم میں لگتا ہے تو یہ اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے (ترغیب)

فائدہ: حضرت عطاؒ کہتے ہیں کہ علم کی ایک مجلس (بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو) لہو ولعب کی ستر مجلسوں کا کفارہ بن جاتی ہے (احیاء ص ۹)

حدیث میں گناہ صغیرہ مراد ہیں۔ جو شخص اخلاص کے ساتھ علم دین حاصل کرنے کی طلب میں لگ جاتا ہے۔ انشاء اللہ اس کے صغیرہ گناہ علم کی برکت سے خود بخود معاف ہو جائیں گے۔ صغیرہ کی شرط اس لئے ہے کہ کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ ضروری ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اگر علم کی طلب سچی اور پوری شرائط کے ساتھ ہے تو اس میں اپنی پچھلی زندگی کی اضاعت اور گناہوں پر ندامت کا احساس اور آئندہ کے لئے معاصی سے بچنے کا عہد ضرور شامل ہو گا۔ اور گناہوں پر سچی ندامت اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا عہد ہی توبہ

ہے۔ مشکوٰۃ کی حدیث میں ہے کہ "احساس ندامت ہی توبہ ہے" اور توبہ کرلینے والا ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ اس لئے سچی طلب کے ساتھ توبہ خود بخود آجاتی ہے۔ اللہ جل شانہٗ کے رحم و کرم سے امید ہے کہ سچی طلب علم گناہ کبیرہ کی معافی کا سبب بن جائے گی۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ O (فضائل علم و مناقب علماء ص ۶۹)

دینی سمجھ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم

عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰهُ يُعْطِيْ (متفق علیہ)

حضرت معاویہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور میں تقسیم کرنے ہی والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ کے انعامات بندوں پر ہر آن بے شمار ہیں بلکہ ایک ایک انعام کے اندر بے شمار انعامات پوشیدہ ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا یعنی اگر تم اللہ کی نعمت کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہاں 'نِعْمَةَ اللّٰهِ کا لفظ مفرد استعمال فرمایا گیا۔ نِعَمَ اللّٰهَ نہیں فرمایا گیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک نعمت کے اندر اتنی نعمتیں ہیں کہ وہ شمار نہیں ہوسکتیں۔ اللہ تعالیٰ کے اتنے انعامات کے باوجود اس حدیث شریف میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کسی کے ساتھ خیر کا اور بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ سارے انعامات سے افضل دین کی سمجھ ہے کہ دوسرے انعامات تو عام ہیں ہر ایک کو ان میں سے حصہ ملتا ہے مگر دین کی سمجھ اسی کو ملتی ہے جس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ خیر کا ارادہ فرمائیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ دین کی سمجھ کتنی بڑی نعمت ہے۔ اس کا عطا کیا جانا کتنا بڑا فضل و کرم ہے۔ دین کی سمجھ کے مقابلہ میں بقیہ ساری نعمتیں دینی

دنیوی، جسمانی، روحانی سب ہیچ ہیں۔ قولہٖ تعالیٰ: وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔

دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے تو علم دین حاصل کرنا ضروری ہے کہ جب علم ہی نہیں ہوگا تو اس کو دین کی سمجھ کہاں سے آئے گی۔ علم دین کے حصول کے ساتھ ساتھ علماء اور فقہاء کی صحبت بھی ضروری ہے کہ ان کی ہم نشینی سے دین کی سمجھ آیا کرتی ہے۔ دوسرے دین کی سمجھ کے لئے ایمان اور یقین بھی ضروری ہے کہ بے ایمان کو گو علم آجائے مگر سمجھ نہیں آئے گی۔ دین کی سمجھ ایک نور ہے جو صاحب ایمان کو عطا فرمایا جاتا ہے جس کی روشنی میں وہ دین کی سمجھ حاصل کرتا ہے ورنہ نرا علم تو کفار و مشرکین کو بھی کتابیں پڑھنے سے حاصل ہوجاتا ہے بلکہ بعض یہود و نصاریٰ بھی ظاہری الفاظ کا علم بہت کچھ حاصل کرلیتے ہیں مگر دین کی سمجھ جو کہ عطیہ ربانی ہے اس سے محروم ہوتے ہیں جو مسلمان ان یہود و نصاریٰ کے ذریعہ سے دین کا علم حاصل کرتے ہیں وہ بھی ان ہی کی طرح سے اس حقیقی دین کی سمجھ سے محروم رہتے ہیں۔ محض ڈگری حاصل کرنے سے دین کی سمجھ نہیں آجاتی بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے آتی ہے۔ حضرت امام شافعیؒ نے ایک مرتبہ اپنے استاد وکیعؒ سے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت فرمائی جس کو ان اشعار میں بیان فرمایا ہے۔

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ فَاَوْصَانِيْ اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰهٍ وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا يُعْطٰى لِعَاصِيْ

ترجمہ: میں نے (میرے استاد) وکیع سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے اجتناب کرو اور فرمایا کہ علم ایک نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور گناہگاروں کو عطا نہیں کیا جاتا۔

حدیث شریف میں دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور حق تعالیٰ شانہٗ عطا فرماتے ہیں۔ یعنی دین کے احکام و مسائل، علوم و معارف جو میں تم کو تقسیم کرتا ہوں وہ دراصل اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہی کا عطیہ ہے۔ دینے والی ذات اسی کی ہے وہی سب کو دیتا ہے۔ البتہ میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور ظاہر میں جو میں دے رہا ہوں وہ اللہ

تعالیٰ کی طرف سے تقسیم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی یعنی اور (حضور ﷺ) نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں (جیسا تم لوگ کہتے ہو افتراہ بلکہ 'ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے (بیان القرآن)

دوسرے تک علم پہنچانے والے کیلئے حضور ﷺ کی دُعا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَھَا وَوَعَا ھَا وَاَدَّاھَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ غَیْرِ فَقِیْہٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ اِلٰی مَنْ ھُوَ اَفْقَہُ مِنْہُ۔ ثَلَاثٌ لَا یَغِلُّ عَلَیْھِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰہِ وَالنَّصِیْحَۃُ لِلْمُسْلِمِیْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِھِمْ فَاِنَّ دَعْوَتَھُمْ یُحِیْطُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ - رواہ الشافعی والبیھقی فی المدخل' ورواہ احمد والترمذی وابوداود و ابن ماجہ والدارمی عن زید بن ثابت الا ان الترمذی واباداود لم یذکر اثَلَاثٌ لَا یَغِلُّ عَلَیْھِنَّ اِلٰی اٰخِرِہٖ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم ص ۲۸)

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو ترو تازہ رکھے (دین و دنیا میں سرخرو کامیاب کرے) جس نے میری بات سنی پھر اس کو یاد کر لیا اور اس کی حفاظت کرتا رہا اور اس کو جیسا سنا (ویسا ہی دوسروں تک) پہنچا دیا۔ کیونکہ فقہ کے کچھ حامل (علم دین میں) سمجھ دار نہیں ہوتے بات پوری طرح نہیں سمجھ پاتے' اور فقہ کے کچھ حامل ایسے ہوتے ہیں جو (سمجھ دار تو ہوتے ہیں مگر) بات کو اپنے سے زیادہ سمجھ رکھنے والوں کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ اور تین چیزیں ایسی ہیں جن میں مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا۔ ایک تو ہر عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرنا' دوسرے مسلمانوں کی خیر خواہی' تیسرے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا کیونکہ جماعت کی دعا ان کو ہر طرف سے گھیرے رہتی ہے۔

فائدہ: حضور اقدس ﷺ ایسے شخص کے لئے دین و دنیا میں ترو تازہ سرخرو اور کامیاب ہونے کی دعا فرما رہے ہیں جو حضور کی بات اہتمام سے سنے اس کو یاد کرے، محفوظ رکھے اور پھر دوسروں تک پہنچا دے۔ حدیث میں اس طرح بات منتقل کرنے کی وجہ بھی ظاہر کر دی گئی ہے کہ خود سننے والا اگر بات کا مطلب بالکل یا پوری طرح نہ سمجھا ہو تو ضروری نہیں کہ دوسرا بھی نہ سمجھے۔ عقل و فہم کے اعتبار سے انسان مختلف درجوں کے ہوتے ہیں کسی کی عقل و فہم کم کسی کی زیادہ۔ بسا اوقات ایک شخص بات نہیں سمجھ پاتا مگر دوسرا شخص پوری طرح سمجھ جاتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی حدیث کا مطلب ظاہری طور پر کچھ معلوم ہوتا ہے مگر کسی دوسری حدیث سے وضاحت ہو کر مطلب کچھ اور ہو جاتا ہے۔ جس نے دوسری حدیث نہیں سنی وہ ظاہر ہے کہ پہلی حدیث کا مطلب صحیح نہیں سمجھ پائے گا اور جو شخص دوسری حدیث سن چکا ہے یا پڑھ چکا ہے وہ پہلی حدیث سنتے ہی صحیح مطلب سمجھ جائے گا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے ایک انسان کا ذہن بعض امور کی طرف منتقل نہیں ہوتا مگر دوسرے شخص کا فوراً منتقل ہو جاتا ہے۔

امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ اعمشؒ نے تنہائی میں مجھ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ میں نے بتایا تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یعقوب تم کو یہ مسئلہ کیسے معلوم ہوا۔ میں نے جواب دیا فلاں حدیث پاک سے جو خود آپ نے روایت کی تھی۔ کہنے لگے یعقوب سچ کہتا ہوں یہ حدیث مجھے اس وقت سے یاد ہے۔ جب تمہارے والدین کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی لیکن اس کا مطلب آج ہی سمجھ میں آیا (ابن عبد البر)

علم کی حقیقت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ اٰيَةٌ مُّحْكَمَةٌ اَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ اَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ وَ مَاسِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو حضور اکرم ﷺ کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں۔ اصل علم تین چیزوں کا علم ہے ایک آیت محکمہ، دوسرے سنت قائمہ، تیسرے فریضہ عادلہ اور ان کے علاوہ جو علم ہے وہ فاضل ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ علم تین چیزیں ہیں۔ ایک کتاب ناطق، یعنی قرآن مجید اور دوسرے حضور ﷺ کی وہ سنتیں جو گزر چکیں، یعنی جس پر عمل کر کے حضور ﷺ وفات پا گئے، اور تیسری بات مجھے یاد نہیں رہی (ابن عبدالبرفی جامعہ)

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ اللہ کی کتاب ہے اور حضور ﷺ کی سنت ہے اور اس کے بعد جس کسی نے بھی کچھ اپنی رائے سے کہا تو میں نہیں جانتا، آیا وہ اسے اپنی نیکیوں میں پائے گا یا اپنی برائیوں میں۔ فقہا نے عبارۃ النص، اشارۃ النص وغیرہ سے جو احکام استنباط فرمائے ہیں وہ گویا کتاب و سنت ہی ہے، کیونکہ کتاب و سنت سے ان کا اثبات ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں کی ایک جماعت کو دیکھا کہ ایک شخص پر جمع ہے حضور ﷺ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ ایک علامہ ہے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیسا علامہ ہے۔ صحابہ نے کہا عرب کے نسب کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ عربی زبان کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ شعر کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ جن چیزوں میں عرب کا اختلاف ہے ان کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ ایسا علم ہے جو نافع نہیں اور یہ ایسی جہالت ہے جو نقصان دہ نہیں (ابن عبدالبرفی جامع بیان العلم، حیاۃ الصحابہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا اور ان کو رخصت کرنے کے لئے حضور ﷺ ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ تو حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ سے دریافت فرمایا کہ کس طرح فیصلہ کرو گے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ اگر کتاب اللہ میں کوئی حکم نہ ملا تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اگر رسول کی سنت میں بھی کچھ نہ ملے تو کیا کرو گے۔ حضرت معاذؓ نے کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور حق تک پہنچنے کی کوشش میں کوتاہی نہ کروں گا۔ حضور اکرم ﷺ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور فرط مسرت

میں حضرت معاذؓ کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا' اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے نمائندے کو اس بات کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کی مرضی کے مطابق ہے (ترمذی)

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ علم کسے کہتے ہیں۔ آیت محکمہ سے آیات قرآنیہ مراد ہیں اور سنت قائمہ سے حضور اکرم ﷺ کی ثابت شدہ سنتیں ہیں۔ تیسری چیز حدیث بالا میں "فریضہ عادلہ" ارشاد فرمائی گئی ہے۔ اس کے متعلق حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"قرآن و حدیث کے علم کے ساتھ فرائض دینیہ کو علیحدہ ارشاد فرمایا کیونکہ بعض احکام ایسے ہیں جو اجماع امت سے ثابت ہیں' اور ان پر عمل کرنا بھی فرض ولازم ہے۔ اور ان کا علم بھی قرآن و حدیث کے علم کے برابر فرض ہے۔ اس لفظ کے بڑھانے سے علم فقہ و اصول فقہ کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ قَالَ فِیْ مَجْمَعِ الْبِحَارِ عَادِلَةٌ اَیْ مُسْتَقِیْمَةٌ وَقِیْلَ مُسَاوِیَةٌ لِمَا ثَبَتَ بِالْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ فِی الْوُجُوْبِ یُسْتَنْبِطُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ لَا جْمَاعِ وَ الْقِیَاسِ وَهُوَ شَامِلٌ اَنْوَاعَ الْفَرَائِضِ وَ مَاسِوَاهُ فَهُوَ فَضْلٌ لَا خَیْرَ فِیْهِ اِلٰی اٰخِرِ مَا قَالَ۔ یعنی مجمع البحار میں ہے کہ عادلہ یعنی مستقیمہ (یعنی سیدھا) اور بعض نے کہا وہ کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط ہونے والے احکام مراد ہیں جو وجوب کے اندر قرآن و حدیث سے ثابت ہونے والے احکامات کے برابر ہوں' اور یہ تمام قسم کے فرائض کو شامل ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ زیادہ ہے اس کے اندر کوئی بھلائی نہیں۔

حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں علم کی اقسام پر بہت طویل کلام فرمایا ہے اور ان کو بہت تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ اس کا نہایت مختصر خلاصہ یہاں لکھا جاتا ہے۔

علم دو طرح کا ہے ایک علم شرعی (یا علم دین) جو انبیاء علیہم السلام لے کر تشریف لائے دوسرے علم غیر شرعی (یا علم دنیوی) جو عقل' تجربہ یا سماع یعنی سننے سے حاصل ہو۔ مثلاً حساب جو عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ یا علم طب جو تجربہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یا علم لغت جو سننے سے حاصل ہوتا ہے۔

علم شرعی کی حکم کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں ایک فرض عین' دوسرے فرض کفایہ، علم شرعی کی اور طرح سے بھی تقسیم کی گئی ہے۔ اور وہ دو قسم ہیں ایک علم مکاشفہ جس کو علم باطن' علم سلوک یا علم تصوف کہتے ہیں۔ یہ قلب سے متعلق احکام پر مشتمل ہے۔ مثلاً صبر' شکر' اخلاص' تواضع وغیرہ خصائل حمیدہ کا حصول اور رذائل سے قلب کو پاک کرنا مثلاً کبر۔ عجب' حسد' بغض' حب مال' حب جاہ' ریا وغیرہ۔ دوسری قسم کو علم معاملہ کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ اعتقادات' ماموراتِ (یعنی کرنے کے احکام' اور منہایات (یعنی نہ کرنے کے احکام)

علم شرعی کی ایک اور طرح بھی تقسیم کی گئی ہے وہ چار قسمیں ہیں اس طرح۔

(۱) اصول:۔ اور یہ چار ہیں کتاب اللہ' سنت' اجماع اور آثارِ صحابہ

(۲) فروع:۔ یہ دو ہیں ایک فقہ ظاہر دوسرے فقہ باطن۔ فقہ ظاہر سے مراد ظاہری اعضاء سے متعلق احکام اور فقہ باطن سے مراد قلب سے متعلق احکام

(۳) مقدمات:۔ مثلاً لغت' نحو' کتابت وغیرہ

(٤) تتمہ و تکملہ:۔ مثلاً قرات' مخارج' تفسیر' اصول فقہ' علوم حدیث' اسماء الرجال وغیرہ۔

علم غیر شرعی یا علم دنیوی کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) اچھے:۔ مثلاً طب' ڈاکٹری' انجینئرنگ' نجاری وغیرہ

(۲) برے۔ مثلاً سحر' طلسمات' شعبدے وغیرہ

(۳) مباح:۔ اشعار' علم تاریخ وغیرہ۔

ان کو حضرت امام غزالیؒ نے بہت مفصل تحریر فرمایا ہے جو تفصیل دیکھنا چاہیں اصل کتاب سے رجوع کریں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہے اور پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ جس علم کے فضائل قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہوئے ہیں یہ وہی علم دین ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام لے کر تشریف لائے جیسا کہ حدیث پاک میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ علماء' انبیاء کے وارث ہیں اور ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام ڈاکٹری' انجینئرنگ وغیرہ علوم لے کر تشریف نہیں لائے تھے۔

قیامت میں یہ سوال نہیں ہو گا کہ ڈاکٹری' انجینئرنگ وغیرہ فنون کا علم حاصل کیا تھا یا

نہیں یا تاریخ جغرافیہ وغیرہ کے بارے میں سوال نہیں ہوگا (گوان فنون کا علم بھی ایک درجہ میں ضروری ہے کہ بہت سے دنیوی اور دینی ضروریات ان سے وابستہ ہیں) بلکہ قیامت میں جس علم کے متعلق سوال ہوگا' وہ وہی علم ہے جس کے لئے حضور کی بعثت ہوئی جس کو حدیث میں آیت محکمہ' سنت قائمہ اور فریضہ عادلہ فرمایا گیا ہے فقہاء مجتہدین نے جن علوم کا قرآن و حدیث سے استنباط فرمیاوہ فریضہ عادلیہ ہے۔ وہ گویا کتاب و سنت ہی ہے۔

عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (رواه البخارى و ابوداود و الترمذى و النسائى و ابن ماجة هذا فى الترغيب و عزاه الٰى مسلم ايضاً لكن حكى الحافظ فى الفتح عن ابى العلاء ان مسلماً سكت عنه)

حضرت عثمان غنیؓ سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

مرشدی حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:-

اکثر کتب میں یہ روایت "واؤ" کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ لکھا گیا۔ اس صورت میں فضیلت اس شخص کے لئے ہے جو کلام مجید سیکھے اور اس کے بعد دوسروں کو سکھائے لیکن بعض کتب میں یہ روایت "او" کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اس صورت میں بہتری اور فضیلت عام ہوگئی کہ خود سیکھے یا دوسروں کو سکھائے دونوں کے لئے مستقل خیر و بہتری ہے۔

قرآن پاک چونکہ اصل دین ہے اس کی بقاء و اشاعت ہی پر دین کا مدار ہے۔ اس لئے اس کے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا ظاہر ہے۔ کسی توضیح کا محتاج نہیں' البتہ اس کی انواع مختلف ہیں۔ کمال اس کا یہ ہے کہ مطالب و مقاصد سمیت سیکھے اور ادنٰی درجہ اس کا یہ ہے کہ فقط الفاظ سیکھے۔ نبی کریم ﷺ کا دوسرا ارشاد حدیث' حدیث مذکور کی تائید کرتا ہے جو سعید بن سلیمؓ سے مرسلاً منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کرلے اور پھر کسی

دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کیا گیا ہو اپنے سے افضل سمجھے تو اس نے حق تعالیٰ شانہٗ کے اس انعام کی جو اپنے کلام پاک کی وجہ سے اس پر فرمایا ہے تحقیر کی ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب کلام الٰہی سب کاموں سے افضل ہے جیسا کہ مستقل احادیث میں آنے والا ہے تو اس کا پڑھنا پڑھانا یقیناً سب چیزوں سے افضل ہونا ہی چاہئے۔ ایک دوسری حدیث سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام پاک کو حاصل کرلیا اس نے علوم نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کرلیا۔ سہل تستریؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے کلام پاک کی محبت میں ہو۔ شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش کے سائے کے نیچے رہیں گے ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں۔ نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن پاک سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں (فضائل قرآن مجید)

حدیث بالا میں مطلقاً تعلیم و تعلم قرآن فرمایا گیا ہے اس میں الفاظ' معانی' احکام سب کا سیکھنا سکھانا آگیا۔ اور حدیث میں تعلم و تعلیم قرآن کے مشغلہ رکھنے والے کے لئے خیر (یعنی سب سے بہتر) کا لفظ آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کا سیکھنا سکھانا دنیا میں سب سے بہتر مشغلہ ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی مشغلہ نہیں۔ یہاں سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہے جو علوم دینیہ اور قرآن پاک حفظ کرنے والوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔

علم کی نشر و اشاعت

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه تَعَالٰی عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئاً فَبَلَّغَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ (رواہ ابوداود و الترمذی و صححہ

حضرت ابن مسعودؓ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو میں نے ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ خوش و خرم رکھے (یا ترو تازہ رکھے) اس شخص کو جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور پھر جیسا سنا تھا ویسا ہی دوسروں تک پہنچا دیا۔ کیونکہ بہت سے وہ لوگ جنہیں بات

پہنچائی جاتی ہے (ان پہلے) سننے والوں سے زیادہ محافظ (و سخن شناس) ہوتے ہیں۔

ابن حبان فی صحیحه ولفظه رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَأً۔

ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ نیکی کا راستہ دکھانے والا اجر و ثواب میں نیکی کرنے والے کے برابر ہوتا ہے۔ بعض علمی و دینی کام ایسے ہوتے ہیں کہ بہت سے لوگ انہیں خود تو نہیں کر سکتے لیکن دوسروں سے کرا سکتے ہیں' یا مشورے دے سکتے ہیں یا اور کسی طرح سے تعاون اور رہنمائی کر سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ کتنا قیمتی موقع ہے کہ محض رہنمائی کرنے ہی سے عمل کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

حدیث پاک میں دو باتیں خاص طور سے مذکور ہیں۔ ایک بشارت ہے دوسری تنبیہہ۔ بشارت تو حضور اکرم ﷺ کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو خوش و خرم' ترو تازہ رکھے جو حدیث سنے اور اس کو آگے پہنچائے۔ حضور اکرم ﷺ کی دعا کی قبولیت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ یہ دعا دنیا اور آخرت دونوں کے لئے معلوم ہوتی ہے۔ دنیا میں تو اس کا مشاہدہ ہر شخص کر سکتا ہے کہ جو لوگ حدیث پاک کی تعلیم' تدریس اور نشر و اشاعت میں مشغول رہتے ہیں ان کے چہرے نورانی اور ترو تازہ رہتے ہیں۔ جسمانی قوت میں بھی وہ دوسروں سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ باطن میں ان کو سکون و اطمینان نصیب رہتا ہے۔ ان کی عمریں اوروں کے مقابلے میں زیادہ اور بابرکت رہتی ہیں۔ یہ تو دنیا میں حضور ﷺ کی دعا کا ظہور ہے اور آخرت میں جو کچھ ملنے والا ہے اس کے متعلق متعدد احادیث میں تفصیلات خود حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائی ہیں جو کہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔

ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری امت کے لئے اس کے دینی امور میں چالیس حدیثیں محفوظ کرے گا۔ حق تعالیٰ شانہ' اس کو قیامت میں عالم اٹھائے گا اور میں اس کے لئے سفارشی اور گواہ بنوں گا۔ علقمیؒ کہتے ہیں کہ محفوظ کرنا شے کے منضبط کرنے اور ضائع ہونے سے حفاظت کا نام ہے چاہے بغیر لکھے بر زبان یاد کرے یا لکھ کر دوسروں تک پہنچاوے وہ بھی حدیث کی بشارت میں داخل ہے (فضائل قرآن)

دوسری چیز حدیث پاک میں جو بیان فرمائی گئی ہے وہ تنبیہہ ہے۔ فرمایا ہے کہ فَبَلَّغه

كَمَا سَمِعَهُ یعنی جیسا سنا تھا ویسا ہی (دوسروں تک) پہنچا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث کو بہت غور سے سنے اور اس کو ٹھیک طرح یاد کرے اور جس طرح سنی تھی اسی طرح آگے پہنچائے۔ اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی نہ کرے نہ الفاظ میں نہ معنی میں۔ حدیث بیان کرنے میں بے احتیاطی کا بہت بڑا وبال ہے جو آئندہ آرہا ہے۔

حدیث کی نشرواشاعت میں صحابہ کرام اور بعد والوں نے جو محنتیں اور مشقتیں اٹھائیں اس کے واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ نمونے کے چند واقعات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ کا احادیث کو حفظ کرنا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نہایت مشہور اور جلیل القدر صحابی ہیں اور اتنی کثرت سے ان سے حدیثیں نقل ہیں، کہ کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ نقل کی ہوئی موجود نہیں۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ ۷ھ میں یہ مسلمان ہو کر تشریف لائے اور ۱۱ھ میں حضور اقدس ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اتنی قلیل مدت میں جو تقریباً چار برس ہوتی ہے اتنی زیادہ حدیثیں کیسے یاد ہوئیں۔ ابن جوزیؒ نے تلقیح میں لکھا ہے کہ پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ خود حضرت ابو ہریرہؓ اس کی وجہ بتاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ صحابہ کرامؓ کہنے لگے کہ ابو ہریرہؓ تو بکثرت حدیث بیان کرتے ہیں اور اللہ سے ملنے کا وعدہ ہے، اور کہنے لگے کہ مہاجرین اور انصار کو کیا ہوا کہ وہ ابو ہریرہؓ کی طرح کثرت سے حدیث نہیں بیان کرتے۔ میرے مہاجرین بھائیوں کو بازار کی خرید و فروخت مشغول رکھتی تھی، اور میرے انصاری بھائیوں کو ان کے اپنے مالوں (کھیتوں) میں کام کرنا مشغول رکھتا تھا۔ میں ایک نادار آدمی تھا، اپنا پیٹ بھر لینے کے بعد حضور ﷺ کے ساتھ لگا رہتا تھا۔ جب سب غائب رہتے تھے میں حاضر رہتا تھا، اور جب وہ بھول جاتے تھے تو میں حفظ کرتا تھا۔ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص اپنا کپڑا پھیلائے یہاں تک کہ میں اپنی یہ گفتگو کر لوں۔ پھر اس کپڑے کو جمع کر کے اپنے سینے سے لگا لے تو ہرگز میری حدیث میں سے کبھی کوئی چیز نہ بھولے گا۔ میں نے اپنی وہ دھاری دار چادر جس کے سوا میرے بدن پر اور کوئی کپڑا نہ تھا پھیلا دی یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ اپنی گفتگو سے فارغ ہو گئے

پھر میں نے اس کو اپنی چھاتی سے چمٹالیا۔ پس قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں آپ ﷺ کے اس کہنے کے بعد سے اپنے اس وقت تک کوئی حدیث نہ بھولا' خدا کی قسم اگر یہ دو آیتیں کتاب اللہ میں نہ ہوتیں تو میں تم سے کبھی کوئی حدیث نہ بیان کرتا۔
اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی سے اَلرَّحِیْمُ تک (سورہ بقرہ آیت ۹،۱۰)

ترجمہ: "جو لوگ اخفا کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ واضح ہیں اور رہادی ہیں۔ اس حالت کے بعد کہ ہم ان کو کتاب میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں' ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں' اور لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں' مگر جو لوگ توبہ کرلیں اور اصلاح کردیں اور ظاہر کردیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کرلینا اور مہربانی فرمانا"۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ابو ہریرہ ؓ تو بکثرت حدیثیں بیان کرتے ہیں اور بے شک میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ لگا رہتا تھا اپنا پیٹ بھرنے کے بعد۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ میں خمیری روٹی نہیں کھاتا تھا' ریشم نہیں پہنا کرتا تھا' اور میری خدمت نہ کوئی مرد کرتا تھا اور نہ کوئی عورت' اور بھوک کی وجہ سے میں اپنے پیٹ کو کنکریوں سے چمٹالیتا تھا' اور میری یہ حالت تھی کہ میں آدمی سے اس آیت کو پوچھتا جو مجھے یاد ہوتی محض اس لئے تاکہ وہ آدمی مجھے اپنے ہمراہ لے چلے اور مجھے کھانا کھلائے۔ مساکین کے لئے لوگوں میں سے زیادہ بہتر جعفر بن ابی طالب ؓ تھے۔ یہ ہم کو لے جاتے اور جو کچھ ان کے گھر میں ہوتا وہ ہم کو کھلاتے' یہاں تک کہ بعض دفعہ وہ ہمارے پاس کپی لاتے جس میں کچھ نہ ہوتا اور اس کو پھاڑ دیتے تھے جو کچھ اس میں لگا ہوتا ہم اس کو چاٹ لیتے
(حیاۃ الصحابہ عن البخاری)

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے جنازہ کے متعلق ایک حدیث بیان کی کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک شریک رہے اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط کی مقدار اُحد کے پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کو اس حدیث میں کچھ تردد ہوا۔ انہوں نے فرمایا ابو ہریرہ ؓ سوچ کر کہو۔ ان کو

غصہ آگیا۔ سیدھے حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور جا کر عرض کیا کہ میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں ۔ یہ قیراط والی حدیث آپؓ نے حضور اکرم ﷺ سے سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں سنی ہے۔ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ مجھے حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں نہ تو باغ میں کوئی درخت لگانا تھا نہ بازار میں مال بیچنا تھا۔ میں تو حضور اکرم ﷺ کے دربار میں پڑا رہتا تھا اور صرف یہ کام تھا کہ کوئی بات یاد کرنے کو مل جائے یا کچھ کھانے کو مل جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا بے شک تم ہم لوگوں سے زیادہ حاضر باش تھے اور احادیث کو زیادہ جاننے والے۔[1] ۔اس کے ساتھ ہی ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں بارہ ہزار مرتبہ روزانہ استغفار پڑھتا ہوں اور ایک تاگہ ان کے پاس تھا۔ جس میں ایک ہزار گرہ لگی ہوئی تھی۔ رات کو اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک اس کو سبحان اللہ کے ساتھ پورا نہ کر لیتے تھے[2]۔ (حکایات صحابہ)

حضرت ابن عباسؓ کا انصاری کے پاس جانا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضور اقدس ﷺ کا تو وصال ہو گیا ابھی تک صحابہ کرامؓ کی بڑی جماعت موجود ہے آؤ ان سے پوچھ پوچھ کر مسائل یاد کریں۔ ان انصاری نے کہا کیا' ان صحابہ کرام کی جماعت کے ہوتے ہوئے بھی لوگ تم سے مسئلہ پوچھنے آئیں گے۔ صحابہ کی بہت بڑی جماعت موجود ہے۔ غرض ان صاحب نے تو ہمت کی نہیں۔ میں مسائل کے پیچھے پڑ گیا اور جن صاحب کے متعلق بھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں حدیث انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے سنی ہے ان کے پاس جاتا اور تحقیق کرتا۔ مجھے مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ انصار سے ملا۔ بعض لوگوں کے پاس جاتا اور معلوم ہوتا کہ وہ سو رہے ہیں تو اپنی چادر وہیں چوکھٹ پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا۔ گو ہوا سے منہ پر اور بدن پر مٹی بھی پڑتی رہتی مگر میں وہیں بیٹھا رہتا۔ جب وہ اٹھتے تو جس بات کو معلوم کرنا تھا وہ دریافت کرتا۔ وہ حضرات کہتے بھی کہ تم نے حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی ہو کر کیوں تکلیف کی مجھے بلا لیتے' مگر میں کہتا کہ علم حاصل کرنے والا ہوں اس لئے میں ہی

(۱) مسند احمد (۲) تذکرہ

حاضر ہونے کا زیادہ مستحق تھا۔ بعض حضرات پوچھتے کہ تم کب سے بیٹھے ہو میں کہتا بہت دیر ہے۔ وہ کہتے کہ تم نے برا کیا۔ مجھے اطلاع کر دیتے۔ میں کہتا میرا دل نہ چاہا کہ تم میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آؤ۔ حتیٰ کہ ایک وقت میں یہ نوبت بھی آئی کہ لوگ علم حاصل کرنے کے واسطے میرے پاس جمع ہونے لگے۔ تب ان انصاری صاحب کو بھی قلق ہوا۔ کہنے لگے کہ یہ لڑکا ہم سے زیادہ ہوشیار تھا (دارمی)۔

فائدہ: یہی چیز تھی جس نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے وقت میں حبر الامتہ اور بحر العلم کا لقب دلوایا۔ جب ان کا وصال ہوا تو طائف میں تھے۔ حضرت علیؓ کے صاجزادے محمد نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ اس امت کا امام ربانی آج رخصت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ آیتوں کے شان نزول جاننے میں سب سے ممتاز ہیں۔ حضرت عمرؓ ان کو علماء کی ممتاز صف میں جگہ دیتے تھے یہ سب اسی جانفشانی کا ثمرہ تھا ورنہ اگر یہ صاجزادگی کے زعم میں رہتے تو یہ مراتب کیسے حاصل ہوتے۔ خود آقائے نامدار نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جن سے علم حاصل کرو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ بخاری میں مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص پڑھنے میں حیا کرے یا تکبر کرے وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے مجھ کو ایک حرف بھی پڑھا دیا میں اس کا غلام ہوں خواہ وہ مجھے آزاد کر دے یا بیچ دے۔ یحییٰ بن کثیرؒ کہتے ہیں کہ علم تن پروری کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم کو بے دلی اور استغناء کے ساتھ حاصل کرے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہاں جو شخص خاکساری اور تنگ دستی کے ساتھ حاصل کرنا چاہے وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ مغیرہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے استاد ابراہیمؒ سے ایسے ڈرتے تھے جیسا کہ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معینؒ بہت بڑے محدث ہیں۔ امام بخاریؒ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ محدثین کا جتنا احترام وہ کرتے تھے اتنا کسی دوسرے کو کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو استاد کی قدر نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس قصہ میں جہاں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اساتذہ کے ساتھ تواضع اور انکساری معلوم ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی علم کا شغف اور اہتمام بھی معلوم

ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس کسی حدیث کا ہونا معلوم ہوتا فوراً جاتے اس کو حاصل فرماتے خواہ اس میں کتنی ہی مشقت، محنت اور تکلیف اٹھانا پڑتی۔ اور حق یہ ہے کہ بغیر محنت اور مشقت کے علم تو درکنار معمولی سی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی اور یہ تو ضرب المثل ہے من طلب العلی سھر اللیالی جو شخص بلند مرتبوں کا طالب ہوگا راتوں کو جاگے گا۔

حارث بن یزید ؒ، ابن شبرمہ ؒ، مغیرہ ؒ، قعقاع ؒ چاروں حضرات عشاء کی نماز کے بعد علمی بحث شروع کرتے۔ صبح کی اذان تک ایک بھی جدا نہ ہوتا۔ لیث بن سعد ؒ کہتے ہیں کہ امام زہری ؒ عشاء کے بعد باوضو بیٹھ کر حدیث کا سلسلہ شروع فرماتے تو صبح کر دیتے (دارمی)۔ دراوردی ؒ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ ؒ اور امام مالک ؒ کو میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں عشاء کے بعد سے ایک مسئلہ میں بحث شروع فرماتے اور وہ بھی اس طرح کہ نہ کوئی طعن تشنیع ہوتی نہ تغلیط اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی اور اسی جگہ صبح کی نماز پڑھتے۔ ابن فرات بغدادی ؒ ایک محدث ہیں۔ جب انتقال ہوا تو اٹھارہ صندوق کتابوں کے چھوڑے جن میں سے اکثر خود اپنی قلم کی لکھی ہوئی تھیں۔ اور کمال یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک صحت نقل اور عمدگی ضبط کے اعتبار سے ان کا لکھا ہوا حجت بھی ہے۔ ابن جوزی ؒ مشہور محدث ہیں۔ تین سال کی عمر میں باپ نے مفارقت کی، یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ لیکن محنت کی حالت یہ تھی کہ جمعہ کی نماز کے علاوہ گھر سے دور نہیں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ منبر پر کہا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ ڈھائی سو سے زیادہ خود ان کی اپنی تصنیفات ہیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی وقت ضائع نہیں جاتا تھا۔ چار جز روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ درس کا یہ عالم تھا کہ مجلس میں بعض مرتبہ ایک لاکھ سے زیادہ شاگردوں کا اندازہ کیا گیا۔ امراء، وزراء، سلاطین تک مجلس درس میں حاضر ہوتے تھے۔ ابن جوزی ؒ خود کہتے ہیں کہ ایک لاکھ آدمی مجھ سے بیعت ہوئے اور بیس ہزار میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سب کے باوجود شیعوں کا زور تھا۔ اس وجہ سے تکلیفیں بھی اٹھانا پڑیں۔ احادیث لکھنے کے وقت میں قلموں کا تراشا جمع کرتے رہتے تھے۔ مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرے نہانے کا پانی اسی سے گرم کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ صرف غسل میت کے پانی گرم کرنے ہی کے لئے کافی نہ تھا بلکہ گرم کرنے کے بعد بچ بھی گیا تھا۔ یحییٰ بن معین حدیث

کے مشہور استاذ ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ ابن جریر" طبری مشہور مؤرخ ہیں۔ صحابہ" اور تابعین" کے احوال کے ماہر چالیس سال تک ہمیشہ چالیس ورق روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ ان کے انتقال پر شاگردوں نے روزانہ لکھائی کا حساب لگایا تو بلوغ کے بعد سے مرنے تک چودہ ورق روزانہ کا اوسط نکلا۔ ان کی تاریخ مشہور ہے عام طور سے ملتی ہے۔ جب اس کی تصنیف کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں سے پوچھا کہ تمام عالم کی تاریخ سے تو تم لوگ بہت خوش ہو گے۔ لوگوں نے کہا کہ اندازاً کتنی بڑی ہو گی۔ کہنے لگے کہ تقریباً تیس ہزار ورق پر آئے گی۔ لوگوں نے کہا اس کے پورا کرنے سے پہلے عمریں فنا ہو جائیں گی کہنے لگے کہ اِنَّا لِلّٰہِ ہمتیں پست ہو گئیں۔ اس کے بعد مختصر کیا اور تقریباً تین ہزار ورق پر لکھی۔ اسی طرح ان کی تفسیر کا بھی قصہ ہوا وہ بھی مشہور ہے اور عام طور پر ملتی ہے۔ دار قطنی" حدیث کے مشہور مصنف ہیں۔ حدیث حاصل کرنے کے لئے بغداد 'بصرہ 'کوفہ 'واسط 'مصر اور شام کا سفر کیا۔ ایک مرتبہ استاذ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ استاذ پڑھ رہے تھے اور یہ کوئی کتاب نقل کر رہے تھے۔ ایک ساتھی نے اعتراض کیا کہ تم دوسری طرف متوجہ ہو' کہنے لگے کہ میری اور تمہاری توجہ میں فرق ہے بتاؤ استاذ نے اب تک کتنی حدیثیں سنائی۔ وہ سوچنے لگے۔ دار قطنی" نے کہا کہ شیخ نے اٹھارہ حدیثیں سنائی ہیں۔ پہلی یہ تھی' دوسری یہ تھی۔ اسی طرح ترتیب وار سب کی سب مع سند کے سنا دیں۔ حافظ اثرم" ایک محدث ہیں۔ احادیث کے یاد کرنے میں بڑے مشاق تھے۔ ایک مرتبہ حج کو تشریف لے گئے۔ وہاں خراسان کے دو بڑے استاذ حدیث آئے ہوئے تھے اور حرم شریف میں دونوں علیحدہ علیحدہ درس دے رہے تھے۔ ہر ایک کے پاس پڑھنے والوں کا ایک بڑا مجمع موجود تھا۔ یہ دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے اور دونوں کی حدیثیں ایک ہی وقت میں لکھ ڈالیں۔ عبداللہ بن مبارک" مشہور محدث ہیں۔ حدیث حاصل کرنے میں ان کی محنتیں مشہور ہیں۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے چار ہزار استادوں سے حدیث حاصل کی ہے۔ علی بن الحسن" کہتے ہیں کہ ایک رات سخت سردی تھی۔ میں اور ابن مبارک" مسجد سے عشاء کے بعد نکلے۔ دروازہ پر ایک حدیث میں گفتگو شروع ہو گئی۔ میں بھی کچھ کہتا رہا وہ بھی فرماتے رہے۔ وہیں کھڑے کھڑے صبح کی اذان ہو گئی۔ حمیدی" ایک مشہور محدث ہیں جنھوں نے بخاری" اور

مسلم" کی احادیث کو ایک جگہ جمع بھی کیا ہے۔ رات بھر لکھتے تھے اور گرمی کے موسم میں جب گرمی بہت ستاتی تو ایک لگن میں پانی بھر لیتے اور اس میں بیٹھ کر لکھتے۔ سب سے الگ رہتے تھے ۔شاعر بھی ہیں۔ ان کے شعر ہیں۔

لِقَاءُ النَّاسِ لَيْسَ يُفِيْدُ شَيْئاً سِوَى الْهَذْيَانِ مِنْ قِيْلٍ وَّقَالِ

فَاَقْلِلْ مِنْ لِقَاءِ النَّاسِ اِلَّا لِاَخْذِ الْعِلْمِ اَوْاِصْلَاحِ حَالِ

ترجمہ! لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ بجز قیل و قال کی بکواس کے اس لئے لوگوں کی ملاقات کم کر بجز اس کے کہ علم حاصل کرنے کے واسطے استاذ سے یا اصلاح نفس کے واسطے کسی شیخ سے ملاقات ہو۔

امام طبرانی" مشہور محدث ہیں۔ بہت سی تصانیف فرمائی ہیں۔ کسی نے ان کی کثرت تصانیف کو دیکھ کر پوچھا کہ کس طرح لکھیں۔ کہنے لگے کہ بیس برس بوریئے پر گزار دیئے یعنی رات دن بوریئے پر پڑے رہتے تھے۔ ابو العباس شیرازی" کہتے ہیں کہ میں نے طبرانی" سے تین لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ امام ابو حنیفہ" بڑی شدت کے ساتھ ناسخ اور منسوخ احادیث کی تحقیق فرماتے تھے۔ کوفہ جو اس زمانہ میں علم کا گھر کہلاتا تھا اس میں جتنے محدثین تھے سب کی احادیث کو جمع فرمایا تھا۔ اور جب کوئی باہر سے محدث آتے تو شاگردوں کو حکم فرماتے کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو اپنے پاس نہ ہو تو اس کی تحقیق کرو۔ ایک علمی مجلس امام صاحب" کے یہاں تھی جس میں محدث فقیہ اہل لغت کا مجمع تھا۔ جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس مجلس میں اس پر بحث ہوتی اور بعض مرتبہ ایک ایک مہینہ بحث رہتی۔ اس کے بعد جب کوئی بات طے ہوتی تو وہ مذہب قرار دی جاتی اور لکھ لی جاتی۔ امام ترمذی" کے نام سے کون ناواقف ہو گا۔ احادیث کا کثرت سے یاد کرنا اور یاد رکھنا ان کی خصوصی شان تھی اور قوت حافظہ میں ضرب المثل تھے۔ بعض محدثین نے ان کا امتحان لیا اور چالیس حدیثیں ایسی سنائیں جو غیر معروف تھیں۔ امام ترمذی" نے فوراً سنا دیں۔ خود امام ترمذی" کہتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک شیخ کی احادیث کے دو جزء نقل کئے تھے۔ اتفاق سے خود ان شیخ سے ملاقات ہو گئی میں نے درخواست کی کہ وہ دونوں جزو احادیث کے استاد سے بھی سن لوں۔ انہوں نے قبول کر لیا۔

میں سمجھ رہا تھا کہ وہ جزو میرے پاس ہیں۔ مگر استاد کی خدمت میں گیا تو بجائے ان کے دو سادے جزو ہاتھ میں تھے۔ استاد نے سنانا شروع کیا اتفاقاً ان کی نظر پڑی تو میرے ہاتھ میں سادے جزو تھے۔ ناراض ہو کر فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی۔ میں نے قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ آپ جو سناتے ہیں وہ مجھے یاد ہو جاتا ہے استاذ کو یقین نہ آیا' فرمایا اچھا سناؤ میں نے سب حدیثیں سنا دیں۔ فرمایا کہ یہ تم کو پہلے سے یاد ہوں گی۔ میں نے عرض کیا کہ اور نئی حدیثیں سنا دیجئے۔ انہوں نے چالیس حدیثیں اور سنا دیں۔ میں نے ان کو بھی فوراً سنا دیا اور ایک بھی غلطی نہیں کی۔ محدثین نے جو جو محنتیں احادیث کے یاد کرنے میں ان کو پھیلانے میں کی ہیں ان کا اتباع تو درکنار ان کا شمار بھی مشکل ہے۔ قرطمہؒ ایک محدث ہیں زیادہ مشہور بھی نہیں ہیں۔ ان کے ایک شاگرد داؤد کہتے ہیں کہ لوگ ابو حاتمؒ وغیرہ کے حافظہ کا ذکر کرتے ہیں۔ میں نے قرطمہؒ سے زیادہ حافظہ نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ میں ان کے پاس گیا۔ کہنے لگے کہ ان کتب میں سے جونسی دل چاہے اٹھا لو میں سنا دوں گا۔ میں نے کتاب الاشربہ اٹھائی وہ ہر باب کے اخیر سے اول کی طرف پڑھتے گئے اور پوری کتاب سنا دی۔ ابو زرعہؒ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں۔ اسحاق بن راہویہؒ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ حدیثیں میں نے جمع کی ہیں اور تیس ہزار مجھے ازبر یاد ہیں۔ خفافؒ کہتے ہیں کہ اسحٰقؒ نے گیارہ ہزار حدیثیں اپنی یاد سے ہمیں لکھائیں اور پھر ان کو نمبروار سنایا۔ نہ کوئی حرف کم ہوا اور نہ زیادہ۔ ابو سعد اصبہانیؒ بغدادی سولہ سال کی عمر میں ابو نصرؒ کی احادیث سننے کے لئے بغداد پہنچے۔ راستے میں ان کے انتقال کی خبر سنی بے ساختہ رو پڑے چیخیں نکل گئیں۔ کہ ان کی سند کہاں ملے گی اتنا رنج کہ رونے میں چیخیں نکل جائیں جب ہی ہو سکتا ہے جب کسی چیز کا عشق ہو جائے ان کو مسلم شریف پوری حفظ یاد تھی اور حفظ ہی طلبہ کو لکھوایا کرتے تھے۔ گیارہ حج کئے۔ جب کھانا کھانے بیٹھتے تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔ ابو عمر ضریرؒ پیدائشی نابینا تھے مگر حفاظ حدیث میں شمار ہے۔ علم فقہ' تاریخ' فرائض' حساب میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ابو الحسینؒ اصفہانی کو بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں یاد تھیں۔ بالخصوص بخاری شریف کا تو یہ حال تھا کہ جو کوئی سند پڑھتا اس کا متن یعنی حدیث پڑھ دیتے اور جو متن پڑھتا اس کی سند پڑھ دیتے تھے۔ شیخ تقی الدینؒ بعلبکی نے چار مہینے میں مسلم شریف تمام

حفظ کرلی تھی اور جمع بین الصحیحین کے بھی حافظ تھے۔ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ قرآن پاک کے بھی حافظ تھے۔ کہتے ہیں کہ سورۃ انعام ساری ایک دن میں حفظ کرلی تھی۔ ابن السنیؒ امام نسائی کے مشہور شاگرد ہیں۔ حدیث لکھنے میں اخیر تک مشغول رہے ان کے صاجزادے کہتے ہیں کہ میرے والدؒ نے لکھتے لکھتے دوات میں قلم رکھا اور دونوں ہاتھ دعا کے واسطے اٹھائے اور اسی حال میں انتقال ہوگیا۔ علامہ ساجیؒ نے بچپن میں فقہ حاصل کیا۔ ان کے بعد علم حدیث کا شغل رہا۔ ہرات میں دس برس قیام کیا۔ جس میں چھ مرتبہ ترمذی شریف اپنے ہاتھ سے لکھی۔ ابن مندہؒ سے غرائب شعبہ پڑھ رہے تھے کہ اسی حال میں ابن مندہؒ کا عشاء کی نماز کے بعد انتقال ہوا۔ پڑھنے والے سے پڑھانے والے کا ولولہ علمی ہے کہ اخیر وقت تک پڑھاتے رہے۔ اور ابو عمرو خفافؒ کو ایک لاکھ حدیثیں ازبر تھیں۔ امام بخاریؒ کے استاد عاصم بن علیؒ جب بغداد پہنچے تو شاگردوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ اکثر ایک لاکھ سے زیادہ ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اندازہ لگایا گیا تو ایک لاکھ بیس ہزار ہوئے۔ اسی وجہ سے بعض الفاظ کو کئی کئی مرتبہ کہنا پڑتا۔ ان کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حدثنا اللیث کو چودہ مرتبہ کہنا پڑا۔ ظاہر بات ہے کہ سوا لاکھ آدمیوں کو آواز پہنچانے کے واسطے بعض لفظوں کو کئی کئی مرتبہ کہنا ہی پڑے گا۔ ابو مسلم بصریؒ جب بغداد پہنچے تو ایک بڑے میدان میں حدیث کا درس شروع ہوا۔ سات آدمی کھڑے ہو کر لکھواتے تھے۔ جس طرح عید کی تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ سبق کے بعد دواتیں شمار کی گئیں تو چالیس ہزار سے زیادہ تھیں اور جو لوگ صرف سننے والے تھے وہ ان سے علیحدہ۔ فریابیؒ کی مجلس مین اسی طرح لکھوانے والے تین سو سولہ تھے۔ اس سے مجمع کا اندازہ اپنے آپ ہو جاتا ہے۔ اس محنت اور مشقت سے یہ پاک علم آج تک زندہ ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے بخاری شریف لکھی ہے۔ جس میں سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں ہیں اور ہر حدیث لکھتے وقت دو رکعت نفل نماز پڑھ کر حدیث لکھی ہے۔ جب یہ بغداد پہنچے تو وہاں کے محدثین نے ان کا امتحان لیا۔ اس طرح کہ دس آدمی متعین ہوئے۔ ان میں سے ہر شخص نے دس دس حدیثیں چھانٹیں جن کو بدل بدل کر ان سے پوچھا۔ یہ ہر سوال کے جواب میں مجھے معلوم نہیں کہتے رہے۔ جب دس کے دس پوچھ چکے تو انہوں نے سب سے پہلے

پوچھنے والے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے سب سے پہلی حدیث یہ پوچھی تھی تم نے اس طرح بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ دوسری حدیث یہ پوچھی تھی وہ اس طرح تم نے بیان کی۔ وہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ غرض اسی طرح سو کی سو حدیثیں ترتیب وار بیان فرمادیں۔ کہ ہر حدیث کو اول اس طرح پڑھتے جس طرح امتحان لینے والے نے پڑھا تھا۔ پھر کہتے کہ یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ امام مسلمؒ نے چودہ برس کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی۔ اسی میں اخیر تک مشغول رہے۔ خود کہتے ہیں کہ میں نے تین لاکھ احادیث میں سے چھانٹ کر مسلم شریف تصنیف کی ہے جس میں بارہ ہزار حدیثیں ہیں۔ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ میں نے پانچ لکھ احادیث سنی ہیں جن میں سے انتخاب کر کے سنن ابوداؤد شریف تصنیف کی ہے۔ جس میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں۔ یوسف مزیؒ مشہور محدث ہیں۔ اسماء رجال کے امام ہیں۔ اول اپنے شہر میں فقہ اور حدیث حاصل کیا۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ' حلب حمات. بعلبک وغیرہ کا سفر کیا۔ بہت سی کتابیں اپنے قلم سے لکھیں۔ تہذیب الکمال دو سو جلدوں میں تصنیف کی اور کتاب الاطراف اسی (۸۰) جلدوں سے زیادہ ہیں۔ ان کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر چپ رہتے۔ بات کسی سے بہت ہی کم کرتے تھے۔ اکثر اوقات کتاب کے دیکھنے میں مشغول رہتے تھے۔ حاسدوں کی عداوت کا شکار بھی بنے مگر انتقام نہیں لیا۔ ان حضرات کے حالات کا احاطہ دشوار ہے۔ بڑی بڑی کتابیں ان کے حالات اور جانفشانیوں کا احاطہ نہیں کر سکیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر چند حضرات کے دو چار واقعات کا ذکر اس لئے کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ علم حدیث جو آج ساڑھے تیرہ سو برس تک نہایت آب و تاب سے باقی ہے کس محنت اور جانفشانی سے باقی رکھا گیا ہے اور جو لوگ علم حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اپنے آپ کو طالب علم کہتے ہیں وہ کتنی محنت اور مشقت اس کے لئے گوارا کرتے ہیں۔ اگر ہم لوگ یہ چاہیں کہ ہم اپنی عیش و عشرت' راحت و آرام' سیر و تفریح اور دنیا کے دوسرے مشاغل میں لگے رہیں اور حضور اکرم ﷺ کے پاک کلام کا یہ شیوع اسی طرح باقی رہے تو ایں خیال است و محال است و جنوں کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے (حکایات صحابہ)

فتویٰ کا کام کرنے والی صحابہ کرام کی جماعت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ تحریر فرماتے ہیں۔

اگرچہ صحابہ کرامؓ جہاد اور اعلاء کلمتہ اللہ کی مشغولی کے باوجود سب ہی علمی مشغلہ میں ہر وقت منہمک تھے۔ اور ہر شخص ہر وقت جو کچھ حاصل کرلیتا تھا اس کو پھیلانا پہنچانا یہی اس کا مشغلہ تھا۔ لیکن ایک جماعت فتویٰ کے ساتھ مخصوص تھی جو حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں بھی فتویٰ کا کام کرتی تھی۔ وہ حضرات ذیل ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، ابی بن کعبؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، عمار بن یاسرؓ، حذیفہؓ، سلمان فارسیؓ، زید بن ثابتؓ، ابو موسیٰؓ، ابو الدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین۔

فائدہ: یہ ان حضرات کے کمال علم کی بات ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں یہ لوگ اہل فتویٰ شمار کئے جاتے تھے۔

(تلقیح بحوالہ حکایات صحابہ)

باب دوم

علماء کی اہانت | علماء کرام کی اہانت کے سلسلہ میں مرشدی قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے ایک طویل مکتوب گرامی کا ایک حصہ یہاں نقل کرتا ہوں جس میں حضرت کے ایک مسترشد نے چند سوالات پوچھے تھے جن کا حضرت نے مفصل جواب تحریر فرمایا تھا۔ جو "الاعتدال فی مراتب الرجال" کے نام سے شائع بھی ہو گئی ہے۔ ان میں ایک سوال یہ تھا "علماء کرام کا وقار عمداً گرایا جا رہا ہے' بے تکلف سب و شتم کیا جاتا ہے"۔ اس کا جواب جو حضرت نے تحریر فرمایا تھا وہ بہت مفصل اور طویل ہے مگر نفع کی خاطر اس کو بعینہٖ نقل کرتا ہوں اس میں بعض احادیث جو پہلے ذکر کی جا چکی ہیں مکرر آ گئی ہیں مگر قند مکرر کے طور پر اس کو باقی رکھا گیا ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

صحیح ہے اور بالکل صحیح مگر شدنی امر ہے۔ ہونے والی چیز ہے اور کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ کون سا زمانہ ایسا گزرا ہے جس میں علماء سے عداوت نہیں ہوئی۔ ان کی اہانتیں نہیں ہوئیں۔ کیا امام اعظمؒ کو قید نہیں کیا گیا' امام مالکؒ کو سخت سے سخت نہیں مارا گیا' امام احمد بن حنبلؒ پر کیا نہیں گزرا۔ غرض کسی جلیل القدر عالم کو لے لیجئے وہ نااہلوں کی اذیت و تکلیف کا شکار رہا ہوگا۔ الا ماشاء اللّٰہ

جہلا اہل علم کے دشمن ہوتے ہیں | حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تو قاعدہ ہی ارشاد فرما دیا والجاھلون لاھل العلم اعداءٌ (در مختار) جہلاء اہل علم کے دشمن ہوتے ہیں۔ نیز آئندہ کو اس میں اضافہ ہونا ضروری ہے اور ہو کر رہے گا۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے علامات قیامت میں اس چیز کو شمار کیا ہے اور جتنے علامات قیامت حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں وہ تقریباً سب ہی پائے جا رہے ہیں اور جن کا ابھی وقت نہیں آیا وہ عنقریب آ رہے ہیں' کہ ان کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ یہ چیز نہ پائی جائے بلکہ جو کچھ پیش آ رہا ہے اور آتا جا رہا ہے وہ اس کے مقابلہ میں جو عنقریب آنے والا ہے پ

بھی نہیں ہے۔

علامات قیامت حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جس میں علماء کو کتوں کی طرح قتل کیا جائے گا۔ کاش اس وقت علماء بتکلف باولے بن جائیں (یعنی ان روشن دماغوں کے کاموں میں دخل نہ دیں نہ ان کی اصلاح کی فکر کریں) ایک حدیث میں وارد ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ علماء کو موت سرخ (کندن) سونے سے زیادہ محبوب ہو گی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس میں عالم کا اتباع نہیں کیا جائے گا اور نہ حلیم آدمی سے شرم کی جائے گی نہ اس میں بڑے کی تعظیم ہو گی' نہ چھوٹے پر شفقت ہو گی۔ دنیا کے حاصل کرنے پر آپس کا قتل و قتال ہو گا۔ جائز کو جائز نہ سمجھیں گے۔ ناجائز کو ناجائز نہ سمجھیں گے۔ نیک لوگ چھپتے پھریں گے۔ اس زمانہ کے آدمی بد ترین خلائق ہوں گے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت میں ان کی طرف ذرا بھی توجہ نہ فرمائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اس میں (سچا) مومن ایسا چھپتا پھرے گا جیسے کہ تم میں منافق چھپتا ہے (الاشاعۃ) ایک حدیث میں ہے کہ اگر مومن گوہ کے سوراخ میں داخل ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہاں بھی اس کے لئے کسی منافق یا اس شخص کو مسلط فرما دیں گے جو اس کو اذیت پہنچائے (مجمع الزوائد) اس لئے اہل اللہ کی اہانت دینداروں پر سب و شتم سب ہی کچھ ہو کر رہے گا اور جتنا کچھ ہو رہا ہے اس سے زیادہ ہو گا۔ نیز علماء یا مشائخ دیندار یا متقیوں کا کیا ذکر ہے جب آج کل صحابہ کرامؓ کو بر ملا علی الاعلان گالیاں دی جاتی ہیں ان کی اہانتیں کی جاتی ہیں۔ روافض کا تو مستقل کام ہمیشہ سے یہی ہے۔ لیکن اب تو روشن دماغ سینوں کی طرف سے ہو رہا ہے جس صحابی کی شان میں جو چاہا کہہ مارا' جو دل میں آیا لکھ ڈالا' نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ روکنے والا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جو میرے صحابہ کو گالیاں دے اس پر اللہ کی لعنت ہے' فرشتوں کی لعنت ہے' تمام انسانوں کی لعنت ہے (جامع)

حضور اقدس ﷺ نے دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ میں ایسے زمانہ کو نہ پاؤں یا صحابہ کو خطاب فرمایا کہ تم لوگ ایسے زمانہ کو نہ پاؤ جس میں عالم کا اتباع نہ کیا جائے۔ حلیم سے شرم نہ کی جائے' اس زمانہ کے لوگوں کے دل عجمی (کفار) جیسے ہوں گے اور زبانیں عرب جیسی (فصیح)

(ترغیب) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اس میں دین پر جمنے والا ایسا ہو گا جیسے ہاتھ میں آگ کی چنگاری پکڑنے والا (الاشاعۃ) حضور اکرم ﷺ نے علامت قیامت سے یہ بھی شمار کرایا ہے کہ خاندان میں (حقیقی) مومن بکری کے بچہ سے زیادہ ذلیل اور ناقابل التفات سمجھا جائے گا (الاشاعۃ) نیز علامات قیامت میں یہ بھی وارد ہے کہ فاسق لوگ خاندان کے سردار سمجھے جائیں گے 'اور کمینہ لوگ قوم کے ذمہ دار ہوں گے اور اس وجہ سے آدمی کا اعزاز کیا جائے گا کہ اس کے شر اور نقصان سے محفوظ رہ سکیں (الاشاعۃ) نیز یہ بھی علامات قیامت میں ہے کہ گانے والیوں کی کثرت ہو جائے گی اور باجوں کا زور ہو گا۔ شراب کثرت سے پی جائے گی اور امت کے اسلاف کو برا بھلا کہا جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں کوئی دیندار اپنے دین کو سالم نہیں رکھ سکتا مگر یہ کہ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ اور ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ میں جا کر چھپے جیسے کہ لومڑی اپنے بچوں کو لئے پھرتی ہے اور یہ وہ زمانہ ہو گا جس میں حلال روزی مشکل بن جائے گی۔ اور بغیر اللہ کی معصیت کے روزی حاصل ہونا دشوار ہو جائے گا (اشاعۃ) نیز علامات قیامت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عام کساد بازاری ہو گی' اولادِ زنا کی کثرت ہو گی۔ غیبت پھیل جائے گی۔ مالداروں کی عظمت کی جائے گی۔ منکرات (ناجائز امور) کرنے والوں کا غلبہ ہو گا اور تعمیرات کی کثرت ہو گی (اشاعۃ) نیز فحش گوئی' بد خلقی' پڑوسیوں کے ساتھ برا برتاؤ۔ نیز یہ بھی علامت قیامت میں ہے۔ دفعی موت (کثرت سے) ہونے لگے گی جو آج کل عام طور سے ہونے لگی (جس کو قلب کی حرکت بند ہو جانا کہتے ہیں) غرض احادیث میں قیامت کی علامات بہت کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔ علماء نے ان کو مستقل تصانیف میں جمع فرمایا ہے۔ ان کا اکثر و بیشتر حصہ پایا جا رہا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ علامت نہ پائی جائے اور جتنی کمی باقی ہے وہ پوری نہ ہو جائے وہ یقیناً پوری ہو گی اور ضرور ہو گی۔ علماء پر منحصر نہیں بلکہ ہر دیندار کا یہی حشر ہونے والا ہے۔ دین پر عمل کرنا جیسا کہ ابھی گزرا ہاتھ میں چنگاری لینے سے زیادہ مشکل ہو جائے گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کی علامت سے یہ بھی ہے کہ سچے آدمیوں کو جھٹلایا جائے گا اور جھوٹوں کی تصدیق کی جائے گی (اشاعۃ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگوں کا اس وقت کیا حال ہو گا جب نوجوان فاسق بن جائیں گے اور عورتیں سرکش ہو جائیں گی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ایسا بھی ہو جائے گا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا بیشک ہو گا اور اس سے بھی زیادہ سخت ہو گا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم نیک کاموں کا حکم کرنا چھوڑ دو گے اور بری باتوں سے روکنا چھوڑ دو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ایسا بھی ہو جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک ہو گا اور اس سے بھی سخت ہو گا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم بری چیزوں کے کرنے کا حکم کرو گے اور اچھے کاموں کے کرنے سے منع کرنے لگو گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ایسا بھی ہو جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک ہو گا اور اس سے بھی سخت ہو گا۔ پھر آپ نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب نیک کاموں کو برا سمجھنے لگو گے اور ناجائز چیزوں کو اچھا سمجھنے لگو گے (جمع الفوائد) خیر کے دو جملوں میں یہ فرق ہے کہ کسی برے کام کو کرنا اور چیز ہے اور اس کو اچھا سمجھنا اور چیز ہے۔ شریعت کی نگاہ میں کسی برے کام کو کرنا اتنا سخت نہیں ہے جتنا اس کو اچھا سمجھنا سخت ہے کہ اس میں عقیدہ کی خرابی ہے اور عقیدہ کی خرابی کل کی خرابی سے ہمیشہ زیادہ سخت ہوتی ہے۔ آدمی کتنا ہی بڑے سے بڑا گناہ کرنے لگے وہ کفر نہیں ہے لیکن اسلام کی کسی معمولی سے چیز کے جس کا ضروریات دین میں سے ہونا ثابت ہو چکا ہو۔ استخفاف یا انکار کرنے سے اسلام ہی باقی نہیں رہتا وہ بالاتفاق کافر ہو جاتا ہے۔ جب یہ علامات اکثر پائی جا رہی ہیں ایسے حالات میں اگر دینیات کو یا علم و علماء کو برا بھلا کہا جائے یا برا سمجھا جائے تو کیا بعید ہے اور اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم لوگ آج کل ایسے زمانہ میں ہو کہ علماء کی کثرت ہے اور قاریوں کی کمی ہے۔ قرآن پاک کے حدود کی رعایت بہت زیادہ ہے حروف کی رعایت اتنی نہیں ہے۔ سوال کرنے والے کم ہیں عطا کرنے والے کثرت سے ہیں۔ نمازیں لمبی لمبی پڑھتے ہیں اور خطبے (وعظ) مختصر مختصر کہتے ہیں اپنے اعمال کو اپنی خواہشات پر مقدم کرتے ہیں لیکن عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں علماء کی قلت ہو گی۔ قراء کی

کثرت ہو گی۔ قرآن کے الفاظ کا اہتمام زیادہ ہو گا اس کے احکام کی رعایت بہت کم ہو گی' سوال کرنے والے بہت ہو جائیں گے اور عطا کرنے والے کم ہوں گے' خطبے اور تقریریں لمبی لمبی ہوں گی۔ نمازیں مختصر ہو جائیں گی۔ خواہشات اعمال پر مقدم ہو جائیں گے (جمع) غرض یہ سب چیزیں ہوں گی اور ہوتی جارہی ہیں اس سب کے علاوہ قانون الٰہی کا مقتضا بھی ہے کہ علماء ہوں یا مشائخ' مشاہیر کیلئے سب وشتم بھی ایک قدیمی معمول ہے۔ کوئی زمانہ بھی اس سے خالی نہیں گزرا' نہ گزرے گا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد صحیح حدیث میں وارد ہے اِنَّ حَقاعلی اللّٰہ ان لا یرفع شیئاً من اہل الدنیا الا وضعہ۔ کذافی الجامع بروایۃ البخاری و ابی داود' والنسائی واحمد عن انس اللہ تعالیٰ کی یہی عادت ہے کہ دنیا کی جس چیز کو بلند کرتے ہیں اس کو پست بھی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام عالم پر غور کرلو' گزرے ہوئے زمانوں کو دیکھو اور زمانہ حال کو جانچو۔ جس شخص کی شہرت جس نوع کی پاؤ گے اسی نوع کی اس کی اہانت دیکھو گے۔ جن لوگوں کی اخبارات و اشتہارات میں تعریفیں دیکھو گے' اخبارات و اشتہارات ہی میں اہانتیں بھی پاؤ گے اور جن کو مجالس عامہ یا خاصہ میں شہرت دیکھو گے ویسی ہی مجالس میں ان پر سب وشتم بھی پاؤ گے۔ کبھی کبھی زمانی تقدم تاخر تو ملے گا مگر اس کا تخلف شاید نہ ملے۔ اس لئے یہ چیز ناقابل التفات ہے۔ قابل خیال علماء کو نہ اس طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے نہ ازالہ کی فکر۔ جس چیز کی اصل ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ دیانۃً فیما بینھم[1] و بین اللّٰہ معاملہ صاف ہونا چاہیے۔ عزت و وقار کے حاصل کرنے کی غرض سے کوئی قدم نہ اٹھایا جائے بلکہ جو قدم بھی اٹھایا جائے وہ اللہ کی رضا' اس کے دین کی حفاظت' اعلاء کلمۃ اللہ اور اعلاء کلمۃ الحق کی نیت سے ہو کوئی ساتھ ہو الحمد للہ نہ ہو ان کی پاپوش سے۔ کیا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے نااہل اور ناحق لوگوں کے ہاتھ سے اذیتیں نہیں اٹھائیں۔ سب و شتم درکنار زخم نہیں کھائے۔ قتل نہیں ہوئے' خود سید الانبیاء اور فخر رسل نے کیا کیا کچھ نہیں

---

(۱) یعنی اللہ تعالیٰ کے اور ان کے درمیان۔

ساحر، مجنون، کاہن، جماعتوں میں تفریق پیدا کرنے والا وغیرہ وغیرہ ناشائستہ الفاظ سے نہیں پکارے گئے غرض کون سی ایسی چیز ہوئی جو برداشت نہیں کی گئی۔ پھر وارثین انبیاء کو اس کا کیا قلق اور گلہ ہو سکتا ہے۔ جو چیز قابل فکر، قابل اہتمام، قابل لحاظ اور قابل خیال ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی رضا کے واسطے برداشت کیا جائے۔ محض اس کی رضا مقصود ہو اور اسی کے لئے یہ سب کچھ کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی حاصل نہ ہو کہ یہ یقیناً خُسران ہے اور اللہ کی رضا کے بعد جس کا جو دل چاہے کہے بلکہ میں تو بعض اوقات یہ خیال کیا کرتا ہوں کہ مجھ جیسے کم ظرف لوگوں کے لئے تو یہ اللہ کی بڑی مہربانی اور لطف ہے کہ یہ مال دار لوگ اس سے علیحدہ اور مجتنب رہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں ؒ نے اپنے مکاتیب میں لکھا ہے کہ الحمد اللہ اس زمانہ میں دنیادار فقراء سے تعلق نہیں رکھتے ورنہ ان کو دقت ہوتی۔ حضرت خواجہ ہاشم نے حضرت مجدد صاحب ؒ کے مقامات میں لکھا ہے کہ میں ایک مرتبہ خواجہ حسام الدین کی خدمت میں حاضر ہوا جو حضرت خواجہ باقی باللہ ؒ کے خلفاء میں تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے اغنیاء کی شکایت کی کہ وہ فقراء سے تعلق نہیں رکھتے پہلے امراء جیسا احترام بھی ان کے قلوب میں نہیں ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ برادر من یہ اللہ کی بڑی حکمت ہے اس لئے کہ پہلے زمانہ میں فقراء اس قدر یکسو تھے کہ جتنا بھی امراء اس طرف متوجہ ہوتے وہ ان سے علیحدہ ہی رہتے۔ اس زمانہ میں ہم لوگ ایسے نہیں ہیں بلکہ اگر یہ لوگ ہم سے تعلقات بڑھا ہیں ”اختلاط پیدا کریں تو ہم لوگ اپنی فقیرانہ وضع داری کو باقی نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے اللہ جل شانہٗ کا کرم محافظ بن رہا ہے (کلمات طیبات)

علماء کی اہانت اپنا ہی نقصان ہے

البتہ یہ ضروری ہے کہ جو لوگ علمائے حق کے درپے آزار ہیں ان کی اہانت و تذلیل کو فخر سمجھتے ہیں اور کرتے ہیں وہ غالباً بلکہ یقیناً علماء کی بہ نسبت اپنا نقصان زیادہ کر رہے ہیں۔ علماء کا تو زیادہ سے زیادہ نقصان کریں گے کہ کچھ دنیاوی متاع میں شاید نقصان پہنچا سکیں۔ بشرطیکہ وہ مقدر میں کچھ کمی کر سکنے پر قادر ہوں یا دنیوی عزت و جاہ کو جو نہایت ہی بے وقعت اور ناپائیدار چیز ہے نقصان پہنچا سکیں گے مگر یہ لوگ اپنے کو برباد کر رہے ہیں۔ اور اپنا دینی نقصان کر رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد

ہے کہ وہ شخص میری امت میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کی قدر نہ کرے (ترغیب) اس ارشاد نبوی ﷺ کے بعد علماء کو علی العموم گالیاں دینے والے 'برا بھلا کہنے والے اپنے کو امت محمدیہ میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن صاحب امت ان کو اپنی امت میں شمار کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن کو منافق کے سوا کوئی شخص ہلکا (اور ذلیل نہیں سمجھ سکتا)۔ ایک وہ شخص جو اسلام کی حالت میں بوڑھا ہو گیا ہو' دوسرے اہل علم' تیسرے منصف بادشاہ (ترغیب) نبی اکرم ﷺ کا اشاد ہے اُغْدُ عَالِمًا اَوْمُتَعَلِّمًا اَوْمُسْتَمِعًا اَوْمُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَ فَتَهْلِكَ (مقاصد حسنہ جامع) کہ تو یا عالم بن یا طالب علم یا علم کا سننے والا یا (علم اور علماء) سے محبت رکھنے والا۔ پانچویں قسم میں داخل نہ ہونا ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ پانچویں قسم سے مراد علماء کی دشمنی ہے اور ان سے بغض رکھنا۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تو عالم بن یا طالب علم اور اگر دونوں نہ بن سکے تو علماء سے محبت رکھنا اور ان سے بغض نہ رکھنا (مجمع) ایک حدیث میں وارد ہے حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ عُرَفَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ رواہ الطبرانی عن الحسین بن علی کذا فی الجامع ورقملہ بالضعف لکن قال العزیزی متنہ صحیح۔ قرآن شریف کے حاملین (یعنی حفاظ اور علماء) قیامت کے دن جنت والوں کے چودہری ہوں گے۔ دوسری حدیث میں وارد ہے حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ اَوْلِيَآءُ اللّٰهِ فَمَنْ عَادَاهُمْ عَادَى اللّٰهَ وَمَنْ وَالَاهُمْ فَقَدْ وَالَى اللّٰهَ رواہ الدیلمی 'وابن النجار عن ابن عمر کذا فی الجامع ورقم لہ بالضعف' حاملین قرآن اللہ کے ولی ہیں جو شخص ان سے دشمنی کرتا ہے وہ اللہ سے دشمنی کرتا ہے اور جو ان سے دوستی کرتا ہے وہ اللہ سے دوستی کرتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی امت پر تین چیزوں سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہیں کرتا منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ وہ علم والے شخص کو دیکھیں اور اس کو ضائع کر دیں پروا نہ کریں (ترغیب)

اللہ تعالیٰ سے جنگ کا اعلان

امام نووی شرح مہذب میں لکھتے ہیں کہ بخاری شریف میں

نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی کو ستائے میری طرف سے اس کو لڑائی کا اعلان ہے۔ اور خطیب بغدادی نے حضرت امام ابو حنیفہ اور امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر فقہا (علماء) اللہ کے ولی نہیں ہیں تو پھر اللہ کا کوئی ولی ہے ہی نہیں۔ حبر الامتہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی فقیہ (عالم) کو اذیت پہنچائے اس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی۔ اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائے اس نے اللہ جل جلالہٗ کو اذیت پہنچائی۔ حافظ ابو القاسم بن عساکر فرماتے ہیں۔

اِعْلَمْ یَا اَخِیْ وَفَّقَنِیَ اللّٰهُ وَاِیَّاكَ لِمَرْضَاتِهٖ جَعَلَنَا مِمَّنْ یَّخشَاهُ وَیَتَّقْهِ حَقَّ تُقَاتِهٖ اِنَّ لُحُوْمَ الْعُلَمَآءِ مَسْمُوْمَةٌ وَعَادَةُ اللّٰهِ فِیْ هَتْكِ اِسْنَادِ تَقَصِّیْهِمْ مَعْلُوْمَةٌ وَاِنَّ مَنْ اَطْلَقَ اللِّسَانَ فِی الْعُلَمَآءِ بِالثَّلْبِ بَلَاهُ اللّٰهُ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِمَوْتِ الْقَلْبِ (شرح مہذب)

میرے بھائی ایک بات سُن لے حق تعالیٰ شانہٗ مجھے اور تجھے اپنی رضا کے اسباب کی توفیق عطا فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں داخل فرمائے جو اس سے ڈرنے والے ہوں اور جیسا کہ چاہئے ویسا تقویٰ کرنے والے ہوں (یہ بات سن لے) کہ علماء کے گوشت (یعنی غیبت) نہایت زہریلے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی پردہ دری میں اللہ کی عادت سب کو معلوم ہے (کہ جو لوگ علماء کی اہانت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی پردہ دری فرماتے ہیں) جو شخص ان کو عیب لگانے میں لب کشائی کرتا ہے اس کے مرنے سے پہلے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے دل کو مُردہ بنا دیتے ہیں۔

مولانا عبد الحی صاحبؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔

کہ اگر مقصود آن دشنام دہندہ استخفاف علم و تحقیر علماء من حیث العلم است فقہاء حکم بکفرش می دہند ورنہ در فاسق و فاجر بودن

اگر گالیاں دینے والے کا مقصود علم اور علما کی تحقیر علم کی وجہ سے ہے تو فقہا اس کے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ورنہ اگر کسی اور وجہ سے ہے

آنکس و مستحق غضب الٰہی و مستوجب عذاب دنیوی و اُخروی شدن آن شبہ نیست۔

تب بھی اس شخص کے فاسق و فاجر ہونے میں اور اللہ کے غصہ اور دنیا اور آخرت کے عذاب کے مستحق ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

اس کے بعد فقہاء کے کلام سے نیز قرآن پاک اور احادیث سے اس مضمون کی تائید نقل فرمائی ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی جو اکابر صوفیہ میں ہیں انہوں نے ایک کتاب عہد و محمدیہ لکھی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ فلاں فلاں باتوں پر حضور ﷺ نے عہد لئے ہیں۔ اس میں لکھتے ہیں۔

اَخذَ عَلَیۡنَا الۡعَھۡدَ الۡعَامَ مِنۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اَنۡ نُکۡرِمَ الۡعُلَمَآءَ وَنُبَجِّلُھُمۡ وَنُوَ قِّرُھُمۡ وَلَا نَرٰی لَنَا قُدۡرَةً عَلٰی مَکَافَاتِھِمۡ وَلَوۡ اَعۡطَیۡنَا ھُمۡ جَمِیۡعَ مَانَمۡلِكُ اَوۡخَدِمۡنَا ھُمۡ الۡعُمۡرَ کُلَّهٗ وَھٰذَا الۡعَھۡدُ قَدۡ اَخَلَّ بِهٖ غَالِبُ طَلَبَةُ الۡعَلۡمِ وَالۡمُرِیۡدِیۡنَ فِیۡ طَرِیۡقِ الصُّوۡفِیَّةِ حَتّٰی لَانَکَادُ نَرٰی اَحَدًا مِّنۡھُمۡ یَقُوۡمُ بِوَاجِبِ حَقِّ مُعَلِّمِهٖ وَھٰذَا دَآءٌ عَظِیۡمٌ فِی الدِّیۡنِ مُوۡذِنٌ بِاسۡتِھَانَةِ الۡعِلۡمِ وَ بِاَمۡرٍ مَّنۡ اَمَرَنَا بِاِجۡلَالِ الۡعُلَمَآءِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ (لواقح الانوار القدسیه فی بیان العهود المحمدیه و فیه ایضاء)

ہم لوگوں سے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ایک عام عہد اس بات کا لیا گیا ہے کہ ہم علماء کا اکرام کریں اعزاز کریں اور ان کی تعظیم کریں اور ہم میں یہ قدرت نہیں ہے کہ ان کے (احسانات کا) بدلہ ادا کر سکیں۔ چاہے ہم وہ سب کچھ دے دیں جو ہمارے ملک میں ہے اور خواہ مدت العمران کی خدمت کرتے رہیں۔ اس معاہدہ میں بہت سے طلبہ اور بہت سے مریدین کوتاہی کرنے لگے ہیں حتیٰ کہ ہم کو ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جو اپنے استاد کے حقوق واجبہ ادا کرتا ہو۔ یہ دین کے بارے میں ایک بڑی بیماری ہے جس سے علم کی اہانت کا پتہ چلتا ہے اور اس ذات (ﷺ) کے حکم کے ساتھ لاپروائی کا پتہ چلتا ہے جس نے اس کا حکم فرمایا ہے۔

اَخَذَ عَلَيْنَا الْعَهْدَ الْعَامَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّبَجِّلَ الْعُلَمَآءَ وَالصَّالِحِيْنَ وَالْاَكَابِرَ وَ لَوْلَمْ يَعْمَلُوْا بِعِلْمِهِمْ وَنَقُوْمُ بِوَاجِبِ حُقُوْقِهِمْ وَنَكِلُ اَمْرَ هُمْ اِلَى اللّٰهِ فَمَنْ اَخَلَّ بِوَاجِبِ حُقُوقِهِمْ مِنَ الْاِكْرَامِ وَالتَّبْجِيْلِ فَقَدْ خَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلَهُ فَاِنَّ الْعُلَمَآءَ نُوَّابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ وَحَمَلَةُ شَرْعِهِ وَ خُدَّامِهِ فَمَنِ اِسْتَهَانَ بِهِمْ تَعَدّٰى ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ وَذٰلِكَ كُفْرٌ وَتَاَمَّلُ مَنِ اسْتَهَانَ بِغُلَامِ السُّلْطَانِ اِذَا اَرْسَلَهٗ اِلَيْهِ كَيْفَ يَسْمَعُ السُّلْطَانَ مِنْ رَسُوْلِهٖ فِيْهِ وَيَسْلَبُ نِعْمَةَ ذٰلِكَ الَّذِى اسْتَهَانَ وَ يُطْرِدُهٗ عَنْ حَضْرَتِهٖ بِخِلَافِ مَنْ بَجَّلَهٗ وَعَظَّمَهٗ وَقَامَ بِوَاجِبِ حَقِّهٖ يُقَرِّبُهُ السُّلْطَانَ۔

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ ہم لوگوں سے نبی کریم ﷺ کی طرف سے یہ عام عہد لیا گیا ہے کہ ہم علماء کی اور صلحاء کی اور اکابرین کی تعظیم کیا کریں چاہے وہ خود اپنے علم پر عمل نہ کیا کریں اور ہم لوگ ان کے حقوق واجبہ کو پورا کرتے رہیں اور ان کے ذاتی معاملہ کو اللہ کے سپرد کردیں جو شخص ان کے حقوق واجبہ اور اکرام و تعظیم میں کوتاہی کرتا ہے' وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کرتا ہے' اس لئے کہ علماء رسول کریم ﷺ کے جانشین ہیں اور ان کی شریعت کے حامل اور اس کے خادم۔ پس جو شخص ان کی اہانت کرتا ہے تو یہ سلسلہ حضور اقدس ﷺ تک پہنچتا ہے اور یہ کفر ہے اور تم غور کرلو کہ بادشاہ اگر کسی کو ایلچی بنا کر کسی کے پاس بھیجے اور وہ اس کی اہانت کرے تو بادشاہ ایلچی کی بات کس غور سے سنے گا اور اپنی اس نعمت کو جو اس اہانت کرنے والے پر تھی ہٹا لے گا اور اس کو اپنے دربار سے ہٹا دے گا بخلاف اس شخص کے جو ایلچی کی تعظیم و توقیر کرتا ہے اور اس کا حق ادا کرتا ہے تو بادشاہ بھی اس کو اپنا مقرب بنالیتا ہے۔

اس مضمون میں یہ بات کہ چاہے وہ اپنے علم پر عمل کرنے والے نہ ہوں ایسی ہی ہے

جیسا کہ اس خط کے شروع میں حضرت معاذؓ کے کلام میں مفصل گزر چکی ہے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

علماء سے بغض

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میری امت اپنے علماء سے بغض رکھنے لگے گی' اور بازاروں کی عمارتوں کو بلند اور غالب کرنے لگے گی' اور مال و دولت کے ہونے پر نکاح کرنے لگے گی' (یعنی نکاح میں بجائے دین داری اور تقویٰ کے مالدار کو دیکھا جائے گا) تو حق تعالیٰ شانہ' چار قسم کے عذاب اس پر مسلط فرماویں گے۔ قحط سالی ہو جائے گی۔ بادشاہ کی طرف سے مظالم ہونے لگیں گے۔ حکام خیانت کرنے لگیں گے اور دشمنوں کے پے در پے حملے ہوں گے (حاکم' آجکل ان عذابوں میں سے کون سا نہیں ہے جو امت پر مسلط نہیں' لیکن وہ اپنی خوشی سے ان کے اسباب کو اختیار کریں تو پھر شکایت کیا)۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک گھر میں ایک کتیا تھی جس کے بچہ ہونے کا وقت قریب تھا۔ ان لوگوں کے یہاں کوئی شخص مہمان ہوا تو کتیا نے خیال کیا کہ آج رات کو مہمان پر شور نہ کروں گی۔ لیکن بچہ پیٹ ہی میں سے شور کرنے لگا۔ حق تعالیٰ شانہ' نے وحی سے ارشاد فرمایا کہ یہی مثال اس امت کی ہے جو تمہارے بعد آنے والی ہے کہ اس کے بے وقوف اس امت کے عالموں پر غالب ہو جائیں گے (مجمع الزوائد)

فقہ اور فتاویٰ کی کتابوں میں کثرت سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ علم سے اور علماء سے بغض و نفرت سخت اندیشہ ناک ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں نصاب سے نقل کیا ہے۔ من ابغض عالمًا من غیر سبب ظاہر خیف علیہ الکفر۔ جو شخص کسی عالم سے بلا کسی ظاہری سبب کے بغض رکھے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ ظاہری سبب سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی شرعی وجہ اور دلیل اس بات کی ہو تو مضائقہ نہیں ہے لیکن بلا کسی شرعی وجہ کے ایسا کرنا سخت اندیشہ ناک ہے۔ ایسی صورت میں کہ جب اندیشہ ناک صورت پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے کیا ضروری نہیں کہ ہر شخص اس چیز میں خصوصی احتیاط برتے۔ کسی عالم کے قول کو رد کرنے کا حق ضرور حاصل ہے۔ اس کی تردید ضرور کی جاسکتی ہے مگر جب ہی جب اس کے قول کے بالمقابل تردید کا شرعی سامان موجود ہو اس کے قول کے خلاف نصوص شرعیہ موجود ہوں اور رد کرنے والا

نصوص سے استدلال کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یہ میرا مقصود ہرگز نہیں ہے کہ عالم جو بھی کہہ دے وہ صحیح ہے اور اس کے کسی قول پر رد اور انکار نہ کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کے قول پر رد نہ کیا جاسکے۔ یا اس کے اقوال وافعال میں غلطی کا احتمال نہ ہو بے شک ہے اور ضرور ہے لیکن رد کرنے کے واسطے اور غلطی پکڑنے کے واسطے بھی شریعت مطہرہ میں حدود قائم ہیں' اس کے درجات ہیں' اس کے قواعد اور آداب ہیں' تاوقتیکہ ان سے واقفیت نہ ہو رد کرنے کا حق بھی کسی کو نہیں ہے۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ علماء بے عیب ہیں یا ان میں کوتاہیاں نہیں ہیں۔ یقیناً ہیں اور بمقتضائے زمانہ ہونا بھی چاہئیں۔ مگر ان کی کوتاہیوں کو پکڑنے کے ساتھ ساتھ چند امور قابل غور اور قابل لحاظ ہیں اہل علم ہی ان چیزوں پر زیادہ اچھی طرح روشنی ڈال سکتے ہیں' مگر چونکہ یہاں معاملہ خود ان کی ذات کا آجاتا ہے اس لئے اس مسئلہ میں ان کو زیادہ واضح گفتگو کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور اپنے وقار کا مسئلہ آجانے کی وجہ سے وہ اس میں وضاحت اور زور سے رد کرنے میں تساہل کرتے ہیں۔ میں اجمالی طور پر تمہیں ان امور کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ اول تو اس وجہ سے کہ میرا اور تمہارا خصوصی تعلق اس بدگمانی سے بالاتر ہے کہ میں اپنا اعزاز تم سے کرانا چاہتا ہوں۔ دوسرے اس وجہ سے بھی کہ میرا کچھ زیادہ شمار بھی علماء کی جماعت میں نہیں ہے۔ ایک کتب فروش ہوں' کتابیں بیچتا ہوں' اور ایام گزاری کرتا ہوں۔ تیسرے یہ خط بھی میرا ایک نجی خط ہے۔ چوتھے اس وجہ سے کہ میرے ساتھ تمہارا بلکہ میرے سب دوستوں کا معاملہ ہے' وہ میری حیثیت سے زیادہ ہے' اس لئے غور سے سنو یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں اور عام طور سے ان میں خلط کیا جاتا ہے یا عمداً ان سے اعراض یا تسامح کیا جاتا ہے' اور کہیں ناواقفیت بھی اس کا سبب ہے' بہرحال یہ امور قابل غور ہیں۔

(۱) کیا ہر وہ شخص جو اہل علم کے لباس میں ہو۔ کسی عربی مدرسہ میں طلباء کے رجسٹر میں نام لکھا چکا ہو یا تقریر دلچسپ کرتا ہو یا تحریر اچھی لکھتا ہو وہ عالم ہے اور علماء کی جماعت کا فرد ہے۔ اس لئے ہر شخص کی بات کو لے کر اور سن کر علماء کی طرف منسوب کر دینا ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا کھرا کھوٹا' اصلی جعلی' واقعی مصنوعی دنیا کی ہر چیز میں نہیں ہے۔ دیکھو دنیا کی قیمتی سے

قیمتی چیز سونا' چاندی اور جواہرات ہیں اور ضروری سے ضروری اور ہر شخص کا محتاج الیہ پیشہ حکیم وڈاکٹر کا پیشہ ہے۔ تو پھر کیا دونوں قسمیں ایسی نہیں ہیں جن میں کھرے سے کھوٹا زیادہ اور اصلی سے نقلی زیادہ نہ ملتا ہو یا واقعی سے مصنوعی بڑھے ہوئے نہ ہوں۔ تو پھر کیا حکیموں اور ڈاکٹروں کو اس وجہ سے گالیاں دی جاتی ہیں کہ ان کے لباس میں مصنوعی اور خطرہ جان طبیب زیادہ ہیں یا ہر سونے چاندی اور جواہرات کو اس وجہ سے پھینک دیا جاتا ہے کہ وہ نقلی اور مصنوعی زیادہ ملتے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ ان چیزوں میں یہاں تک افراط کی جاتی ہے کہ جہاں مشہور اور واقف طبیب میسر نہیں ہوتا وہاں جان کر ایسے ہی طبیبوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے یہ کیوں' اس لئے کہ ضرورت سخت ہے اور طبیب حاذق کے پاس فوراً پہنچنا مشکل ہے۔ مصنوعی سونا دیدہ ودانستہ خریدا جاتا ہے کیونکہ ضرورت کو پورا کرنا ہی ہے' اور اصلی سونا اس وقت ملنا دشوار ہے' یا گراں ہے کہ تحمل نہیں ہو سکتا۔ لیکن علماء سب ہی گردن زدنی ہیں۔ اس لئے کہ ان کے لباس میں جھوٹے بہت ہیں۔ تم نے غور کیا کہ یہ فرق کیوں ہے اس لئے کہ وہ ضرورت کی چیزیں سمجھی جاتی ہیں اور یہ بے ضرورت ہے۔ ان کے بغیر چارہ کار نہیں ہے اور یہ بیکار مد ہے ان میں اچھے سے اچھے طبیب کی تلاش ہے لیکن اس وقت تک کہ اچھا طبیب ملے جو بھی موجود ہو وہ نہایت مغتنم ہے اور اس کی رائے پر عمل نہایت اہم اور ضروری ہے اور یہاں حقیقی علماء ملتے نہیں ہیں اور جو ملتے ہیں وہ ہمارے نزدیک کامل نہیں ہیں اس لئے لغو و بیکار رہیں۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے اور دینی ضرورت کو ضرورت سمجھا جائے' دین کا اہتمام اور اس کی فکر قلوب میں کم از کم اتنی ہو جتنی ایک عزیز کے بیمار ہونے کی یا بیٹی کے نکاح کرنے کی تو عالم کامل کی تلاش میں طبیب حاذق کی تلاش سے زیادہ سرگرداں ہوں۔ اگر دین کا فکر ہو تو حقیقی ضرورت یہی ہے عزیز کی بیماری کا منتہا موت ہے جس کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ حاذق سے حاذق اور ماہر سے ماہر طبیب یہاں بے بس ہے وہ اپنا ہی کچھ نہیں بنا سکتا تو دوسرے کا کیا کر سکتا ہے۔ بیٹی کی شادی میں زیور نہ ہی میسر آ سکا تو کیا بگڑ گیا اتنا ہی ہوا کہ برادری کے لوگ عزیز و اقارب طعن و تشنیع کریں گے وہ ابھی کب چھوڑ دیں گے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اب چار سنائیں گے اس وقت آٹھ سنا دیں گے۔ لیکن علماء کی ضرورت دین کے لئے ہے جس کے بغیر زندگی بیکار ہے' دنیا میں

آنا بیکار ہے۔ آدمی صرف دین ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے کہ میں نے آدمی اور جن صرف اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کئے ہیں۔ جب یہی اصلی غرض آدمی کی پیدائش سے ہے تو اس کے لئے جس چیز کی ضرورت ہوگی وہ سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہوگی۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ علماء کی مثال زمین پر ایسی ہے جیسا کہ آسمان میں ستارے جن کے ذریعہ سے جنگل کے اندھیروں اور سمندروں کے سفر میں راستہ پہچانا جاتا ہے۔ اگر ستارے بے نور ہو جائیں تو اقرب ہے یہ بات کہ رہبران قوم راستہ سے بھٹک جائیں (ترغیب) نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نبوت کے درجہ سے بہت قریب جماعت ایک علماء کی ہے دوسرے مجاہدین کی' اس لئے کہ علماء اس چیز کا راستہ بتاتے ہیں جو اللہ کے رسول لے کر آئے ہیں اور مجاہدین اپنی تلواروں سے اس طرف متوجہ کرتے ہیں (احیاء) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ خیر کی بات سکھانے والے کے لئے اللہ جل شانہٗ رحمت بھیجتے ہیں۔ فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور وہ ہر چیز جو آسمان و زمین میں ہے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں سمندر میں اس کے لئے دعا خیر کرتی رہتی ہیں (ترمذی) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جب کوئی عالم مرجاتا ہے تو اسلام میں ایسا رخنہ پیدا ہو جاتا ہے جس کو کوئی اس کا نائب ہی بھر سکتا ہے (احیاء) حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ ایک ہزار عابد جو شب بیدار ہوں اور دن بھر روزہ رکھتے ہوں ان کی وفات ایک ایسے عالم کی وفات سے زیادہ سہل ہے جو حلال و حرام سے واقف ہو (احیاء)

دین کے مسائل واحکام کے لئے علماء محققین سے رجوع کرنا چاہیئے

(۲) دوسری یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دنیا کے ہر کام میں اہل فن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ مکان بنانا ہے تو مستری بغیر چارہ نہیں' اور قفل درست کرنا ہے تو لوہار بغیر گذر نہیں' مقدمہ کرنا ہے آپ لاکھ سمجھ دار ہوں' ہوشیار ہوں لیکن وکیل بغیر مفر نہیں' آپ لاکھ قابل ہوں لیکن تعمیر مستری ہی کرے گا مگر علم دین ایسا ارزاں ہے کہ ہر شخص جو ذرا بھی بولنا آیا

لکھنا جانتا ہے وہ واقف اسرار شریعت ہے' محقق ملت ہے۔ اس کی محققانہ تحقیق کے خلاف قرآن شریف اور احادیث نبویہ بھی قابل قبول نہیں۔ پھر علماء بیچاروں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور چونکہ اس کے مقابل اگر کوئی آواز اٹھتی ہے تو وہ علماء کی جانب سے ہوتی ہے اس لئے جتنا بھی یہ روشن دماغ علماء کے خلاف زہر اگلیں' اور علماء کے خلاف جھوٹ یا سچ الزام لگا کر عوام کو ان سے بدکائیں' وہ قرین قیاس ہے کہ ان کی غلط باتوں کی اور دین میں تحریف کی پردہ دری علماء ہی سے ہوتی ہے۔ وہ مخالف بھی بنیں گے وہ دشمن بھی بنیں گے اور جو کچھ کر سکتے ہیں سب ہی کچھ کریں گے مگر کیا ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارہ میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے اپنے بعد سب سے زیادہ خوف تم پر ہے ہر اس منافق کا جو زبان کا ماہر ہو (ترغیب)۔ کہ یہ لوگ اپنی شستہ تقریر و تحریر سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا کر گمراہ کرتے ہیں اور دین کے ہر جز کا استہزا و مذاق کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں دین کے اجزا کے متعلق بھی ہر فن کے خواص کو ممتاز فرما دیا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جابیہ میں خطبہ (وعظ) فرمایا جس میں یہ اعلان فرمایا کہ جو شخص کلام اللہ شریف کے متعلق کوئی بات معلوم کرنا چاہے وہ ابی بن کعبؓ کے پاس جائے اور جس شخص کو فرائض کا کوئی مسئلہ پوچھنا ہو وہ زید بن ثابتؓ کے پاس جائے' اور جس کو فقہ کا کوئی مسئلہ معلوم کرنا ہو وہ معاذ بن جبلؓ کے پاس جائے۔ البتہ جس شخص کو (بیت المال سے) کچھ مال طلب کرنا ہو وہ میرے پاس آئے' کہ مجھے اللہ نے والی اور مال تقسیم کرنے والا بنایا ہے (مجمع الزوائد)

اور پھر حضرات تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں تو ہر شعبہ کی مستقل جماعتیں قائم ہو گئی تھیں۔ محدثین کی جماعت علیحدہ' فقہاء کی علیحدہ' مفسرین کا گروہ مستقل' واعظین مستقل' صوفیہ مستقل۔ لیکن ہمارے زمانہ میں ہر شخص اس قدر جامع الاوصاف اور کامل مکمل بننا چاہتا ہے کہ وہ معمولی سی عربی عبارت لکھنے لگے بلکہ صرف اردو کی عبارت دلچسپ لکھنے لگے یا تقریر برجستہ کرنے لگے تو پھر وہ تصوف میں مستقل اہل الرائے ہے' فقہ میں مستقل مجتہد ہے۔ قرآن پاک کی تفسیر میں نئی سے نئی بات دل چاہے گھڑے' نہ اس کا پابند تاکہ سلف میں سے کسی کا یہ قول ہے یا نہیں' نہ اس کی پرواہ کہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اس کی نفی تو نہیں کرتے۔

وہ دین میں مذہب میں جو چاہے کہے جو منہ میں آئے بکے کیا مجال ہے کہ کوئی شخص اس پر نکیر کر سکے یا اس کی گمراہی کو واضح کر سکے۔ جو یہ کہے کہ یہ بات اسلاف کے خلاف ہے وہ لکیر کا فقیر ہے' تنگ نظر ہے' پست خیال ہے تحقیقات عجیبہ سے عاری ہے' لیکن جو یہ کہے کہ آج تک جتنے اکابر نے' اسلاف نے جو کچھ کہا وہ سب غلط ہے اور دین کے بارے میں نئی نئی باتیں نکالے وہ دین کا محقق ہے۔ نبی کریم ﷺ کا تو ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن پاک کی تفسیر میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس نے خطا کی (مجمع الزوائد) مگر یہ لوگ قرآن پاک کی ہر آیت میں سلف کے اقوال کو چھوڑ کر نئی بات پیدا کرتے ہیں۔

اور صریح ظلم یہ ہے کہ علماء کو ہر شخص مشورہ دیتا ہے کہ وہ تفریق نہ کریں' تفسیق نہ کریں' تکفیر نہ کریں' لیکن یہ کوئی نہیں کہتا کہ یہ روشن دماغ دین کی حدود سے نہ نکلیں یہ نبوت کا انکار کر دیں' یہ قرآن و حدیث کا انکار کر دیں' یہ نماز روزہ کو لغو بتا دیں۔ یہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کریں۔ صحابہ کرام کو گالیاں دیں' ائمہ مجتہدین کو گمراہ بتا دیں' فقہ اور حدیث کا ناقابل عمل بتا دیں' دین کے ہر ہر جز سے انکار کریں' دین کی ہر بات کا استہزا اور مذاق اڑائیں لیکن یہ پھر بھی مسلمان رہتے ہیں۔ پکے دیندار رہتے ہیں اور جو ان کے خلاف آواز اٹھائے وہ دین کا دشمن ہے' مسلمانوں کا بدخواہ ہے' وہ کافر بنانے والا ہے۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو علماء کافر بناتے نہیں بتاتے ہیں اس لئے جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کر دے وہ اپنی رضا و رغبت اور اپنی روشن خیالی یا اپنے جہل سے کافر تو خود ہی بن چکا ہے خواہ اس کو کوئی کافر بتائے یا نہ بتائے اور اگر وہ اب تک کافر نہیں بنا تو کسی کے کافر بتانے سے کافر نہیں بنتا اور اگر بن چکا ہے تو کسی کے کافر نہ بتانے سے مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو کافر بتانے والے کا تو احسان ہے کہ وہ اس پر تنبیہہ کر رہا ہے' متنبہ کر رہا ہے کہ جو چیز تم نے اختیار کی ہے وہ اسلام سے نکال دینے والی چیز ہے اور کفر میں داخل کر دینے والی ہے اگر دین کی فکر ہے تو اس تنبیہہ پر متنبہ ہونا چاہئے۔ کہنے والے کے قول پر اعتماد نہیں تو خود تحقیق کر لینا چاہیئے کہ کہنے والے کا قول صحیح ہے یا غلط ہے' زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ غلط ہو گا اور مجھے اس سے بھی انکار نہیں کہ بعض اوقات غلط بھی ہوتا ہے' لیکن یہ بھی صحیح نہیں کہ ہمیشہ

ہی غلط ہو تا ہے۔ اس لئے یہ نظریہ کہ مغربی تعلیم کے زیر اثر یا دین سے ناواقفیت کے سبب کہنے والا جو چاہے کہہ گزرنے اور کر گزرے اس کو ہر گز کافر نہ کہا جائے۔ دنیا کے ساتھ خیر خواہی نہیں یا ناواقفوں کو اور ان لوگوں کو جو ناواقفیت سے اس آفت میں مبتلا ہو جانے والے ہیں کافر بناتا ہے۔ اس لئے حقیقت میں کافر بنانے والے وہ لوگ ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ کفر کی باتوں پر تنبیہہ نہ کی جائے ان کو واضح اور ظاہر نہ کیا جائے۔ لوگوں کا یہ خیال کہ کفر آج کل ایسا سستا ہو گیا ہے کہ ہر شخص کافر ہے اور اس خیال سے کفریات سے متاثر نہ ہونا یہ خود دین سے نبی کریم ﷺ کے پاک ارشاد سے فقہائے امت کے اقوال سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ بلا تردد آج کل جہالت کی وجہ سے کفر بہت سستا ہے۔ کفریات کا علم لوگوں کو ہے نہیں اس لئے ان میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔

فتنوں کا زمانہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات خود ہی صاف طور سے اس پر دال ہیں کہ کفر بہت سستا ہو جائے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ (نیک) اعمال میں جلدی کرو مبادا (وہ وقت آجائے جس میں) ایسے فتنے واقع ہوں جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں (کہ حق ناحق کا پہچاننا مشکل ہو جائے) ان میں صبح کو آدمی مسلمان ہو گا شام کو کافر ہو گا۔ شام کو مسلمان ہو گا صبح کو کافر ہو گا۔ معمولی سے دنیوی نفع کے عوض دین کو فروخت کردے گا (مشکوٰۃ بروایۃ مسلم)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک فتنہ ایسا آنے والا ہے کہ ہر طرف سے جہنم کی طرف لے جانے والے بلا رہے ہوں گے مشکوٰۃ (بروایۃ ابی داود)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ عنقریب ایسے فتنے آنے والے ہیں کہ ان میں آدمی صبح کو مومن ہو گا، شام کو کافر، مگر وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہ، علم کی بدولت زندہ رکھے (دارمی) علم کی بدولت زندہ رکھنے کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ کفر وایمان کی حدود سے واقف ہو وہ اس چیز کو جانتا ہو کہ کس چیز سے آدمی مسلمان بنتا ہے اور کس بات سے کافر ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے قریب ایسے سخت (پریشان کن) فتنے ہوں گے جیسا اندھیری رات کے ٹکڑے، صبح کو آدمی ان میں مسلمان ہو گا شام کو کافر، شام کو مسلمان ہو گا صبح کو کافر، ان میں بیٹھنے والا آدمی کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور کھڑا ہونے والا چلنے

والے سے بہتر ہے اس وقت اپنے گھروں کی ٹاٹ بن جانا (یعنی ٹاٹ کی طرح گھر کے ایک کونے میں پڑے رہنا) (مشکوٰۃ بروایۃ ابی داود) ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک ایسا سیاہ فتنہ آنے والا ہے جس کے اثر سے اس امت کا کوئی بھی آدمی نہ بچے گا۔ جب یہ سمجھا جائے گا کہ اب ختم ہو گیا پھر کوئی اور شاخ نکل آئے گی۔ صبح کو آدمی اس میں مسلمان ہو گا شام کو کافر' شام کو مسلمان ہو گا صبح کو کافر' حتی کہ دو جماعتیں ایسی بن جائیں گی کہ ایک جماعت خالص مسلمانوں کی جن میں ذرا بھی نفاق نہ ہو گا ایک خالص منافقوں کی جن میں ذرا بھی ایمان نہ ہو گا اس وقت دجال کا ظہور ہو گا (مشکوٰۃ بروایۃ ابی داود) ایک حدیث میں ارشاد ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام میں فوجیں کی فوجیں داخل ہو رہی ہیں لیکن ایک زمانہ ایسے آنے والا ہے کہ اس طرح فوجیں کی فوجیں اسلام سے خارج ہونے لگیں گی (در منثور بروایۃ الحاکم و صححہ عن ابی ہریرۃ بروایتہ ابن مردویہ عن جابر اھ قلت صححہ الحاکم واقرہ علیہ الذہبی' دارمی' مجمع الزوائد)

آخر یہ کفر کی ارزانی مولویوں کی پیدا کی ہوئی تو نہیں ہے یہ تو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی ارشاد فرما گئے۔ ایسی صورت و حالات میں کیا یہ ضروری نہیں کہ دین کے باب میں نہایت احتیاط سے کام لیا جائے۔ محض یہ کہہ دینے سے کہ فلاں جماعت فلاں کو کافر کہتی ہے' فلاں جماعت فلاں کو کافر کہتی ہے اس لئے اب کسی کا بھی اعتبار نہیں' ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی بلکہ غور سے دیکھا جائے تو اس صورت میں ذمہ داری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ اس حالت میں خود اپنے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جن وجوہ سے ایک جماعت دوسری جماعت کو کافر کہتی ہے ان وجوہ کو علم دین سے تحقیق کیا جائے کہ ان امور سے واقع میں کفر ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اگر واقع میں کفر ہو جاتا ہے تو ان سے اپنے کو اور دوسروں کو بچانا خود اپنی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ صرف کوئی مزاحیہ فقرہ کہہ دینے سے یا اس بات کے کہہ دینے سے کہ آج کل کفر بہت سستا ہے خلاصی نہیں ہوتی۔

اطاعت رسول ﷺ کی ضرورت جس امر کے متعلق نبی کریم ﷺ کا کوئی حتمی فیصلہ نافذ ہو چکا ہے اس کے انکار کرنے سے یا اس کا مذاق

اڑانے اور استہزاء کرنے سے دین جیسا باقی رہ سکتا ہے کلام اللہ شریف اس کا فیصلہ خود ہی کر چکا ہے اور ایک جگہ نہیں جگہ جگہ وارد ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْافِى اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً (سورۃ نساء رکوع ۹) پس قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہیں ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا ہو اس میں یہ لوگ آپ سے (اور آپ نہ ہوں تو آپ کی شریعت سے) تصفیہ کرائیں پھر اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں (انکار کی) تنگی نہ پاویں اور اس کو پورا پورا تسلیم کرلیں (بیان القرآن)

نبی کریم ﷺ کا متعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی دلی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جو میں لے کر آیا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ۔O (سورۃ آل عمران رکوع ۴)

آپ لوگوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے (بزعم خود) محبت رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو (کیونکہ میں خاص اسی تعلیم کے لئے مبعوث ہوا ہوں جب ایسا کرو گے) تو حق تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے 'بڑے عنایت فرمانے والے ہیں اور آپ یہ (بھی) فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ کی اور رسول کی پھر (اس پر بھی) اگر وہ لوگ (آپ کی اطاعت سے کہ ادنیٰ اس کا اعتقادِ رسالت ہے) اعراض کریں تو (وہ لوگ سُن رکھیں کہ) اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں رکھتے (ماخوذ بیان القرآن)

فتنہ انکار حدیث

عَنْ اَبِىْ رَافِعٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ مُتَّكِئاً عَلٰى

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تم میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہ پاؤں کہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرا کوئی حکم

اَرِیْکَتِہٖ یَاْتِیْہِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا	پہنچے جس کے کرنے کا میں نے حکم دیا ہو یا نہ
اَمَرْتُ بِہٖ اَوْنَھَیْتُ عَنْہُ فَیَقُوْلُ لَا	کرنے کا اور وہ یہ کہہ دے کہ ہم نہیں جانتے
نَدْرِیْ مَاوَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ	ہم تو جو قرآن شریف میں ہو گا' اسی پر عمل
اِتَّبَعْنَاہُ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ	کریں گے۔

وابن حبان والحاکم کذافی الدر)

اس قسم کا مضمون کئی احادیث میں آیا ہے جس میں ان لوگوں پر رد کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عمل کے لئے صرف قرآن شریف کافی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مجھ کو قرآن شریف دیا گیا ہے' اور اس جیسے دوسرے احکام بھی دیئے گئے ہیں' عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ ایک شکم سیر آدمی اپنی مسند پر بیٹھ کر کہے گا کہ بس عمل کے لئے اس قرآن شریف کو پکڑلو جو اس میں حلال ہے اس کو حلال سمجھو' اور جو اس میں حرام ہے اس کو حرام سمجھو۔ حالانکہ اللہ کے رسول کی حرام کی ہوئی چیز ایسی ہی ہے جیسا کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیز ہے (مشکوٰۃ) ان حدیثوں میں شکم سیر اور مسند پر بیٹھے کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ ایسے لغو اقوال پیسہ ہی سے نظر آتے ہیں' چار پیسے پاس ہوں تو دین میں اصلاح کی تجویزیں خوب سمجھ میں آتی ہیں اور غربت میں ایسی باتیں دل میں بھی نہیں آتیں۔ اللہ کا خوف غالب رہتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ ہم حضر کی نماز اور خوف کی نماز تو قرآن شریف میں پاتے ہیں۔ لیکن سفر کی نماز قرآن شریف میں نہیں پاتے' انہوں نے فرمایا بھتیجے! اللہ جل شانہٗ نے محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا اور ہم کچھ نہیں جانتے تھے اس لئے جو ہم نے ان کو کرتے دیکھا وہی کرتے رہیں گے (شفا)۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ لوگ تم سے قرآن شریف کی آیتوں سے جھگڑا کریں گے تو احادیث سے ان کا جواب دینا کہ احادیث والے کتاب اللہ سے زیادہ واقف ہیں (شفا)۔ امام زہری جو اکابر علماء میں سے ہیں اور مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سے پہلے علماء (یعنی صحابہ کرامؓ) سے سنا ہے کہ سنت (یعنی حضور کے طریقہ) کو مضبوط پکڑنے میں نجات ہے اور علم بہت جلد اٹھ جانے والا ہے۔ علم کی قوت میں دین اور دنیا کا ثبات ہے۔ اور علم کے جاتے رہنے میں اس سب کی اضاعت ہے۔ عبداللہ دیلمی جو بڑے تابعی ہیں اور بعض نے ان

کو صحابی بھی بتایا ہے ' فرماتے ہیں کہ مجھے اکابر سے یہ بات پہنچی ہے کہ دین کے جانے کی ابتداء سنت کے چھوٹنے سے ہو گی۔ ایک ایک سنت اس طرح چھوڑی جائے گی جیسا کہ رسی کا ایک ایک بل اتارا جاتا ہے (دارمی)

حضرت سعید بن جبیر نے ایک مرتبہ ایک حدیث بیان کی۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ حدیث قرآن پاک کی فلاں آیت کے خلاف ہے انہوں نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتا ہوں تو اس کا قرآن سے مقابلہ کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ قرآن کے مطلب کو زیادہ سمجھنے والے تھے (دارمی) یعنی یہ کہ قرآن شریف کے مضامین بسا اوقات مجمل ہوتے ہیں حدیث اس کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس لئے کسی حدیث کو قرآن شریف کے خلاف کہہ دینے میں جلدی نہ کرنا چاہئے بہت غور کرنا چاہئے۔ اور غور کے بعد اگر مخالف ہو تو پھر یہ بھی تحقیق ضروری ہے کہ قرآن شریف کی وہ آیت منسوخ تو نہیں ہے۔ حدیث کے درجہ میں کمی ثبوت کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ایسی ہی سخت ہے جیسی اللہ جل جلالہ کی نافرمانی ہے۔

رسول اللہ کی نافرمانی حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے:۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورۃ نساء رکوع ۲) اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا (یعنی پابندی کو ضروری بھی نہ سمجھے گا اور یہ حالت کفر کی ہے) اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کریں گے اس طرح کہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہو گی جس میں ذلت بھی ہے (بیان القرآن)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:۔ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا (سورۃ نساء رکوع ۶) اس دن (یعنی قیامت کے دن) وہ لوگ جنھوں نے (دنیا میں) کفر کیا ہو گا اور رسول اللہ کی نافرمانی کی ہو گی اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش آج ہم زمین کے پیوند ہو جائیں (کہ اس رسوائی اور مصیبت سے بچ سکیں ' اور کسی بات کا بھی (جو جو دنیا میں کیا ہے) اللہ سے اخفا نہ کر سکیں گے۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ نساء

رکوع ۱) اور ہم نے تمام رسولوں کو اسی واسطے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے (جو رسولوں کی اطاعت کے بارہ میں وارد ہوا ہے' ان کی فرمانبرداری کی جائے۔ ایک جگہ وارد ہے مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظاً (سورۃ نساء رکوع ۱۱) جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے رسول کی اطاعت سے روگردانی کی (وہ اس کو خود بھگتے گا آپ رنج نہ کریں) ہم نے آپ کو ان کا نگران مقرر کر کے نہیں بھیجا (آپ کا کام سمجھا دینے کا ہے)۔ اور بھی اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل دین حضور کا اتباع ہے وہی دین ہے' وہی شریعت ہے' وہی اللہ جل شانہٗ کی فرمانبرداری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص خلفائے راشدین کے زمانہ میں اس اتباع سے ذرا سا دور ہونا بھی سخت مشکل شاق تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کی ابتدا میں جب ہر طرف سے ارتداد کا زور تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بہادر اور دین پر مَر مٹنے والے شخص نے بھی استدعا کی کہ تھوڑی سی نرمی فرمادیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا اور فرمایا اَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ۔ کیا زمانہ جاہلیت میں تشدد اور زمانہ اسلام میں نامرد بزدل۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن تھا کہ ہمیشہ کی ضرب المثل شجاعت اور بہادری کے بعد یہ بزدلانہ مشورہ اور ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم جو شخص ایک بکری کا بچہ زکوٰۃ کا حضور ﷺ کے زمانہ میں دیتا تھا اور اب نہ دے گا اس سے بھی قتال کروں گا' بعض حدیثوں میں ہے کہ اگر ایک رسی بھی زکوٰۃ کی اس وقت دیتا تھا اور اب نہ دے گا تو اس سے قتال کروں گا یہ تھی دین پر پختگی اور دین کا تحفظ ورنہ ایسے سخت وقت میں جبکہ ارتداد کا اتنا زور ہو' ایک فرض سے تسامح معمولی سی بات تھی۔ مگر ان حضرات کے یہاں نبی کریم ﷺ کے اتباع سے ذرا سا ہٹنا بھی یقینی طور سے اپنی ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگوں نے اپنے گھروں میں مسجدیں بنالی ہیں۔ اگر تم اپنے گھروں میں نمازیں پڑھنے لگو گے اور مسجدوں کو چھوڑ دو گے تو تم حضور ﷺ کی سنت کو چھوڑ دو گے اور اگر تم حضور ﷺ کی سنت کو چھوڑ دو گے تو کافر ہو جاؤ گے (ابو داؤد)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ مسافر کی نماز دو رکعتیں ہیں جو حضور ﷺ کی سنت کے خلاف کرے وہ کافر ہے (شفا) حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ حضرت جابر ؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ ان حضرات کے علاوہ اور بھی حضرات صحابہ کرام و تابعین سے یہی نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ نماز کے چھوڑنے والے پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ علماء نے تو حقیقت میں تکفیر میں تنگی کی ہے اور بہت احتیاط برتی ہے کہ انہوں نے دوسرے حضرات صحابہ کرام ؓ کے اختلاف کی وجہ سے ان سب حضرات کے اقوال کو انکار کے ساتھ مقید فرمایا ہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کردے وہ کافر ہے اور یہ بھی در حقیقت اللہ کا احسان ہے کہ صحابہ میں اس بارہ میں اختلاف ہو گیا ورنہ اگر خدانخواستہ ان کا یہ اجماعی مسئلہ بن جاتا کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑدے وہ کافر ہے تو آج تم ہی غور کرو کہ دنیا کا کتنا بڑا حصہ ہے جو دیدہ دانستہ نماز نہیں پڑھتا وہ آج کفر کے گڑھے میں پڑا ہوا ہوتا۔ بڑے فخر سے کہا جاتا ہے کہ ہم کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے۔ یہ مولویوں کا کام ہے کہ وہ ساری دنیا کو کافر بنادیں۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے ان کلمہ گویوں کو قتل کیا جو ایک رکن شریعت زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے۔ حضرت ویلم حمیری ؓ فرماتے ہیں میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ ہم لوگ ٹھنڈے ملک کے رہنے والے ہیں اور مشقت کے کام بھی بہت کرنا پڑتے ہیں اس لئے گیہوں کی شراب بنالیتے ہیں کہ اس کی وجہ سے کام کی مشقت میں قوت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور سردی سے بھی حفاظت رہتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ شراب نشہ آور ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا بے شک نشہ آور تو ہوتی ہے ارشاد فرمایا کہ اس سے احتراز کرو۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ اس کو چھوڑیں گے نہیں (کیونکہ عادی بھی ہیں اور ضرورت بھی ہوتی ہے) ارشاد فرمایا کہ اگر وہ نہ چھوڑیں تو ان سے قتال کرو (ابوداؤد)

حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ امانت کا ذکر فرمایا کہ آہستہ آہستہ کم ہوتی جائے گی۔ یہاں تک نوبت آجائے گی کہ یوں کہا جائے فلاں قوم میں ہے۔ ایک شخص جو امانت دار ہے۔ آدمی کی تعریف یہ رہ جائے گی کہ فلاں شخص بڑا سمجھ دار ہے' بڑا ظریف اور خوش مزاج ہے'

کیسا بہادر آدمی ہے لیکن رائی کے دانہ کے برابر بھی اس میں ایمان نہ ہو گا (مشکوٰۃ) ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے فتنوں کا ذکر فرمایا اور منجملہ ان کے ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گمراہیوں کی طرف بلانے والے ہونگے (مشکوۃ) دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوا۔ حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں قصہ پہنچا۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے درخواست کی کہ اس قصہ کو حضرت عمرؓ کے سپرد فرمادیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے قبول فرمالیا۔ حضرت عمرؓ کے یہاں قصہ پہنچا اور پورا واقعہ معلوم ہوا، مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار نکال کر اس شخص کو قتل کردیا جو ان کے ہاں مرافعہ لے کر گیا تھا۔ اور فرمایا کہ جو شخص حضور اکرم ﷺ کے فیصلہ کو قبول نہ کرے اس کا میرے یہاں یہی فیصلہ ہے (در) لیکن آج نبی کریم ﷺ کے فیصلوں کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ آج حضور اکرم ﷺ کے کتنے ارشادات کے خلاف طبع آزمائی ہو رہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی کتنی سنتوں کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے زوردار احکام کی کس بے دردی سے مخالفت کی جارہی ہے ایک دو ہو تو کوئی گنوادے۔ ڈاڑھی اور استنجے کا ذکر نہیں، شراب اور سود کے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے، نماز اور زکوٰۃ کا کیا حشر ہے روزہ اور حج کے ساتھ کیا برتاؤ ہے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جن صاحب کو حضرت عمرؓ نے قتل کیا تھا وہ کلمہ گو بھی تھے اور اہل قبلہ بھی، مگر آج کسی کلمہ گو کے خلاف کوئی بات قابل سماعت نہیں ہے وہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور جو چاہے کرے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ

بر (یعنی نیکی اور کمال) یہی نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف بلکہ نیک وہ شخص ہے جو ایمان لائے اللہ پر (یعنی اس کی ذات و صفات پر) اور ایمان لائے آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی (تمام کتابوں پر اور انبیاء پر اور مال دیتا ہو باوجود اس کی محبت کے رشتہ داروں کو اور یتیموں کو

الصَّلٰوۃَ وَ اٰ تی الزَّکوٰۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَاعَاھَدُوْاوَالصَّابِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْاوَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورۃ بقرہ رکوع ۲۲)

اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور خرچ کرے گردنوں کے چھڑانے میں (یعنی قیدیوں کے چھڑانے میں اور غلاموں کے آزاد کرانے میں) اور قائم کرے نماز کو اور ادا کرے زکوٰۃ کو اور جو لوگ اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب کوئی (جائز) معاہدہ کرلیں اور جو لوگ صبر کرنے والے ہوں تنگی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور یہی لوگ متقی ہیں۔

حضرت امام اعظمؒ سے بھی یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے لَانُکَفِرُّاَحَدًامِّنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے۔ لیکن کیا نعوذ باللہ امام صاحب کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ جو قبلہ کی جانب رہنے والے ہیں خواہ مشرک ہوں یا کافر کسی کی بھی تکفیر نہیں کرتے یا خدانخواستہ یہ مطلب ہے کہ جو قبلہ کی طرف منہ کرکے کوئی بات کہے یا بیت اللہ کو قبلہ مانتا ہو یا قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو پھر وہ چاہے کوئی بھی کام کرے بت پرستی کرے یا کفریات بکے ہم کسی کی تکفیر نہیں کرتے۔ اگر یہی مطلب امام صاحب کا تھا تو پھر انہوں نے جہم کو اُخْرُجْ عَنِّیْ یَاکَافِرُ (اکفار) اور کافر میرے پاس سے چلا جا کیوں فرمایا۔ یہ ایک بدعتی گمراہ شخص تھا جو ایک فرقہ کا بانی ہے۔ امام یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میرا حضرت امام اعظمؒ سے چھ مہینہ مناظرہ رہا۔ آخر ہم دونوں کی رائے اس پر متفق ہو گئی کہ جو قرآن شریف کو مخلوق کہے وہ کافر ہے (کفار) کیا قرآن شریف کو مخلوق کہنے والے اہل قبلہ نہ تھے' نماز نہیں پڑھتے تھے' روزہ نہیں رکھتے تھے' کلمہ نہیں پڑھتے تھے۔ اسی طرح روافض کا وہ فرقہ جو یہ کہتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے وحی میں غلطی ہو گئی اور بجائے حضرت علیؓ کے نبی کریم ﷺ کو وحی پہنچا گئے کیا وہ کلمہ گو نہیں ہے یا اپنے کو مسلمان نہیں کہتا یا قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھتا۔ کیا قرامطہ کے کفر میں کوئی

تردد ہے جو غسل جنابت کا انکار کرتے ہیں، شراب کو حلال بتاتے ہیں، سال میں صرف دو روزے فرض بتاتے ہیں۔ اذان میں محمد بن الحنفیۃ رسول اللہ کا اضافہ کرتے ہیں (اشاعۃ) اور ان کے علاوہ بہت سے امور ان کے مذہب میں ہیں اور اس سب کے باوجود اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ علماء نے تصریح کی ہے اور ایک دو نے نہیں سینکڑوں نے اس کی تصریح کی ہے کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار نہ کریں۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے لَا خِلَافَ فِیْ کُفْرِ الْمُخَالِفِ فِیْ ضَرُوْرِیَاتِ الْاِسْلَامِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ الْمُوَاظِبُ طُوْلَ عُمْرِهٖ عَلَی الطَّاعَاتِ۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص ضروریات دین میں مخالف ہو وہ کافر ہے اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور عمر بھر عبادت کا اہتمام کرتا رہے اِکفار الملحدین میں نبراس سے نقل کیا ہے۔

اَهْلُ الْقِبْلَةِ فِیْ اِصْطِلَاحِ الْمُتَکَلِّمِیْنَ مَنْ یُصَدِّقُ بِضَرُوْرِیَاتِ الدِّیْنِ اَیِ الْاُمُوْرِ الَّتِیْ عُلِمَ ثُبُوْتُهَا فِی الشَّرْعِ وَاشْتَهَرَ فَمَنْ اَنْکَرَ شَیْئاً مِّنَ الضَّرُوْرِیَاتِ کَحُدُوْثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْاَجْسَادِ وَفَرْضِیَّةِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ لَمْ یَکُنْ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَلَوْ کَانَ مُجَاهِدًا بِالطَّاعَاتِ وَکَذٰلِكَ مَنْ بَاشَرَ شَیْئاً مِّنْ اَمَارَاتِ التَّکْذِیْبِ کَسُجُوْدِ الصَّنَمِ وَالْاِهَانَةِ بِاَمْرٍ شَرْعِیٍّ وَالْاِسْتِهْزَءِ عَلَیْهِ فَلَیْسَ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ وَمَعْنٰی عَدَمِ تَکْفِیْرِ اَهْلِ الْقِبْلَةِ اَنْ لَا یُکَفَّرَ بِاِرْتِکَابِ الْمَعَاصِیْ وَلَا بِاِنْکَارِ الْاُمُوْرِ الْخَفِیَّةِ

اہل قبلہ متکلمین کی اصطلاح میں وہ شخص ہے جو ضروریات دین کا اقرار کرتا ہو یعنی ایسے امور کا جن کا شریعت میں ثبوت معلوم و معروف ہے جیسا کہ عالم کا حادث ہونا، قیامت میں بدن سمیت حشر ہونا، نماز روزہ کی فرضیت وغیرہ وغیرہ بس جو شخص ایسی چیزوں کا انکار کرے گا، وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے، چاہے وہ عبادت میں کتنی ہی کوشش کرے، اسی طرح سے جس شخص سے علامات تکذیب کی پائی جائیں جیسا کہ بت کو سجدہ کرنا یا کسی امر شرعی کی اہانت کرنا یا اس کا مذاق اڑانا وہ بھی اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔ علماء کے اس ارشاد کا مطلب کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے یہ ہے کہ کسی گناہ کے کرنے سے کافر نہیں بتاتے

غَیْرِ المشہُوْرَۃِ ھٰذَا مَا حَقَّقَہٗ الْمُحَقِّقُوْنَ فَاحْفَظْہٗ۔

اور اس طرح ایسے امور کے انکار سے جو شریعت میں غیر معروف ہیں یہ ہے محققین کی تحقیق اس کو خوب محفوظ رکھو۔

در حقیقت امام صاحب یا دوسرے حضرات سے جو یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ وہ کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے یا اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے وہ خوارج کے مقابلہ میں ہے جو ہر حرام کے کرنے سے کافر بتاتے ہیں یا ان لوگوں کے بارہ میں ہے جو غیر معروف کا انکار کرتے ہیں۔ خود امام محمدؒ نے سیر کبیر میں ارشاد فرمایا ہے من انکر شیئاً من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لا الٰہ الا اللّٰہ۔ جو شخص شرائع اسلام میں سے کسی چیز کا انکار کردے اس نے کلمہ لا الٰہ الاَّ اللّٰہ کو باطل کر دیا۔ اور اگر یہی بات ہو کہ کلمہ پڑھنے کے بعد آدمی آزاد ہے جو چاہے کرے یا جو چاہے بکے تو پھر اللہ جل جلالہٗ کے ارشاد میں یہود کی مذمت بے محل ہو جائے گی۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰی اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○

کیا پس ایمان لاتے ہو تم کتاب اللہ کے بعض حصہ پر اور بعض پر ایمان نہیں لاتے پس نہیں ہے بدلہ اس شخص کا جو ایسی حرکت کرے۔ بجز اس کے کہ دنیوی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن ایسے لوگ سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے اور اللہ جل شانہٗ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہیں۔

اسلام حتماً اور قطعاً وہی معتبر ہے جو اپنے تمام ضروری احکام کے ساتھ ہو کوئی جز بھی اس میں سے خارج نہ ہو۔ اُن اہل کتاب کی تردید فرماتے ہوئے جو اسلام لانے کے بعد تورات کے بعض احکام پر عمل کی خواہش رکھتے تھے۔ اللہ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ

اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو وہ حقیقت میں تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے پس اگر تم

بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (سورۃ بقرہ رکوع ۲۵)

ان واضح دلائل کے بعد بھی لغزش میں پڑ جاؤ تو سمجھ لو کہ حق تعالیٰ شانہٗ زبردست ہیں (جو چاہیں سزا دیں) اور حکمت والے ہیں (کہ جب مصلحت سمجھیں سزا دیں)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب ایمان لانے کے بعد تورات کے بعض احکام پر عمل کرنے کے خواہشمند تھے جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ دین محمد ﷺ کی شرائع میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور کوئی چیز اس میں سے چھوڑو نہیں۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بعض مسلمان اہل کتاب نے تورات کے موافق شنبہ کے دن کی تعظیم کی درخواست کی تھی جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ منافقین کے ساتھ بھی مسلمانوں کا سا برتاؤ فرماتے تھے اور آج مسلمانوں کو بھی کافر کہا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ابتداء اسلام میں منافقین کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ فرمایا تھا۔ لیکن کیا قرآن پاک کی آیت يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ (سورۃ توبہ رکوع ۱۰) اور اس جیسی آیات کے بعد بھی یہی معاملہ رہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ایک ایک منافق کا نام لے کر مجلس سے نکال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تشریف فرما نہ تھے وہ آئے تو ایک شخص نے ان کو مژدہ سنایا کہ آج اللہ نے منافقوں کو رسوا فرمایا۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے وعظ فرمایا اور ایسا وعظ کہ ہم نے ویسا نہیں سنا اور ارشاد فرمایا کہ میں جن جن کا نام لیتا جاؤں وہ اُٹھ جائیں اور چھتیس آدمیوں کو نکال دیا (درمنثور)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نفاق حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں تھا آج کفر ہے

---

(۱) اے نبی (ﷺ) کفار سے (ہتھیار سے) اور منافقوں سے (زبان سے) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے دنیا میں تو یہ ہے (اور آخرت میں) ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بری جگہ ہے ۱۲

یا اسلام (بخاری) اہل شام کے چند افراد نے شراب پی۔ یزید بن ابی سفیان اس وقت شام کے حاکم تھے۔ انہوں نے مواخذہ فرمایا ان لوگوں نے عرض کیا کہ یہ حلال ہے اور قرآن شریف کی آیت لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْا الآیۃ (سورۃ مائدہ رکوع ۱۲) سے استدلال کیا۔ حضرت یزیدؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ واقعہ لکھا۔

حضرت عمرؓ نے تحریر فرمایا کہ میرا یہ خط اگر دن میں پہنچے تو رات کا انتظار نہ کرو' اور رات کو پہنچے تو دن کا انتظار نہ کرو' ان لوگوں کو قبل ازیں کہ دوسروں کو گمراہ کریں فوراً میرے پاس بھیج دو۔ وہ لوگ فوراً حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجے گئے۔ صحابہ کرام سے مشورہ کیا گیا۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے دین میں ایسی چیز اختیار کی ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اس لئے ان کی گردن اڑا دی جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خاموش رہے' حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا کہ تم بھی اپنی رائے ظاہر کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ان سے استفسار کیا جائے۔ اگر انھوں نے حلال سمجھ کر پی ہے تب تو قتل کر دیا جائے کہ ان لوگوں نے ایسی چیز کو حلال کیا جس کو اللہ جل شانہٗ نے حرام فرمایا ہے' اور اگر ان لوگوں نے حرام سمجھ کر پی ہے تو اسی اسی کوڑے لگائے جائیں (در منثور)

کیا یہ لوگ کلمہ گو نہ تھے یا اہل قبلہ نہ تھے کہ صرف ایک شراب کو حلال سمجھنے کی وجہ سے ان سب حضرات کا متفقہ فیصلہ ان کے قتل کا فرما دیا۔ خیر القرون کے بیسیوں واقعات اس کی تائید میں ہیں کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک جز کا انکار بھی کفر و ارتداد ہے یہاں ان کی تفصیل کا موقع نہ گنجائش۔ مجھے صرف اس پر متنبہ کرنا ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے خواہ وہ کچھ ہی کر لے لیا کچھ ہی کہے یہ علماء کا کام ہے کہ وہ کافر بناتے پھریں۔ کہنے والے خواہ طعن سے کہتے ہوں مگر یہ صحیح ہے کہ صرف علماء کا کام ہے۔ غیر عالم نہ بتا سکتا ہے کہ کیا چیز کفر کی ہے نہ سمجھ سکتا ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ بلا کسی شرعی حجت کے کسی شخص کو کافر کہنا ناجائز اور حرام ہے جیسا کہ میں اس خط کے نمبر ۳ کے سلسلہ میں لکھ چکا ہوں۔ یہ مضمون طبعاً درمیان میں آ گیا تھا۔ میں یہ لکھ رہا تھا کہ علماء پر سب و شتم کرنے والے ان امور کا بھی لحاظ کریں۔

ضروری نہیں کہ علماء مشائخ بھی ہوں کہ حسن اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں

(۴) اس سلسلہ میں چوتھی بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ ذاتی اوصاف' ذاتی کمالات' طبعی اخلاق ایک مستقل جوہر ہے۔ اور علمی غور و خوض' علمی تبحر' علمی کمال ایک مستقل کمال ہے' مستقل فن ہے۔ ان دونوں کو آپس میں خلط کر دینا ان دونوں میں تلازم سمجھنا غلطی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر وہ شخص جو علمی دریا میں غوطہ زن ہو وہ ذاتی کمالات اور محاسن اخلاق میں بھی کمال کا درجہ رکھتا ہو۔ اگر یہ بات ہوتی تو ہر عالم شیخ وقت ہوتا۔ حضرات صوفیاء کرام کو درستی اخلاق کے لئے مستقل خانقاہوں کی ضرورت نہ پڑتی۔ مشائخ طریقت کو اس کے لئے مجاہدات کرانے نہ پڑتے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جامعیت کی شان عطا فرمائی تھی اور اس قلیل جماعت کے لئے اس کی ضرورت بھی تھی کہ ہر چیز کو نبی کریم ﷺ سے لے کر پھیلانے والی وہی ایک جماعت تھی اور مشکوٰۃ نبوت سے نور کی ہر نوع کا پھیلنا ضروری تھا۔ لیکن صحابہ کرام کے بعد تابعین ہی کے زمانہ سے ہر نوع کو مستقل طور پر حاصل کرنے کی ضرورت پیش آگئی اور اسی لئے محدثین اور فقہاء مفسرین اور صوفیاء کی جماعتیں مستقل قائم ہونا شروع ہو گئیں۔ ان میں بہت سے اللہ کے بندے مختلف صفات کے جامع بھی ہوئے اور اب تک ہوتے رہتے ہیں' لیکن بہت سے افراد کسی خاص صفت کے ساتھ ممتاز ہوئے اور ہیں' اس لئے یہ سمجھ لینا کہ ہر وہ شخص جو علم کے کسی خاص رتبہ پر فائز ہو وہ اخلاق و اوصاف کے بھی اسی رتبہ پر ہوگا۔ زمانہ کے تدریجی تغیرات سے ناواقفیت ہے یا ذہول ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علم کے لئے کمالات باطنیہ اور اخلاق حسنہ نہایت ضروری اور زینت ہیں۔ لیکن ان کا حصول نہ علم کے لئے لازم ہے نہ علم کا ان پر مدار اور توقف ہے۔ اس کے علاوہ علماء اور مشائخ تصوف کے بعض اخلاق میں بھی فرق ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر وہ چیز جو مشائخ سلوک کے یہاں کمال سمجھی جاتی ہے وہ علماء کے حق میں بھی کمال ہو۔ ایک معمولی سی چیز حسن ظن اور تحقیق حال ہی کو دیکھ لو کہ صوفیاء کے یہاں حسن ظن اور مومن کے ساتھ مطلقاً نیک گمان کمال

ہے اور علماء جرح و تعدیل پر مجبور ہیں۔ اسی لئے صوفیہ کی روایات محدثین کے یہاں اکثر مجروح ہو جاتی ہیں کہ وہ حسن ظن کی بناء پر ہر مومن سے روایت لے لیتے ہیں اور ان حضرات محدثین کے یہاں جرح و تعدیل مستقل فن بن گیا اور اس کے مستقل ائمہ بن گئے۔ اس لئے علمی درجہ میں جس چیز کو دیکھنا ہے وہ یہ ہے کہ جو بات وہ کہہ رہا ہے وہ مذہب کے موافق ہے یا نہیں۔ قرآن و حدیث کے مطابق ہے یا مخالف' سلف صالحین اور فقہائے معتبرین کے ارشادات سے باہر تو نہیں۔ اگرچہ عملی درجہ میں اس سے کچھ کوتاہی بھی ہو جاتی ہو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہم نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ ہم لوگ نیک کام کا حکم نہ کریں جب تک خود عمل نہ کرلیں اور بری بات سے کسی کو نہ روکیں جب تک خود اس سے بالکل نہ رُک جائیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ نیک کاموں کا حکم کیا کرو اگرچہ خود عمل نہ کر سکو اور بری باتوں سے روکا کرو اگرچہ خود اس سے نہ رُک سکو (جمع الفوائد و حکم علیہ بالضعف و فی الجامع الصغیر رقم لہ بالحسن)

دورِ نبوت سے دوری کا اثر علمی دنیا پر بھی پڑے گا

(۵) پانچویں چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ تغیر زمانہ کا عام اثر دنیا کی ہر چیز پر ہے تو اہل علم اس سے باہر کہاں جا سکتے ہیں۔ زمانہ جتنا بھی زمانہ نبوت سے دور ہوتا جائے گا اتنے ہی فتنے و شرور اس میں بڑھتے جائیں گے۔ لیکن ہم لوگ اپنے اندر ہر قسم کی ضعف و انحطاط کو تسلیم کرتے ہیں مگر اہل علم کے لئے وہی پہلا منظر چاہتے ہیں اور اسی معیار پر جانچنا چاہتے ہیں۔

جب قوائے جسمانیہ کا ذکر آ جائے ہر شخص کہتا ہے اجی وہ قوتیں اب کہاں رہیں' لیکن جب قوائے روحانیہ مجاہدات علمیہ کا ذکر آئے تو ہر شخص جنید' شبلی' بخاری' غزالی کے اوصاف کا طالب اور خواہشمند بن جاتا ہے۔ حالانکہ دینی انحطاط کی پیشین گوئی خود نبی کریم ﷺ سے منقول ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:۔

لَا يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ عَامٌ وَلَا يَوْمٌ اِلَّا وَالَّذِيْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ كذا	تم پر کوئی سال اور کوئی دن ایسا نہیں آئے گا جس سے بعد والا سال اور دن اس سے زیادہ

فی الجامع الصغیر بروایۃ احمد والبخاری وغیر ھما ورقم لہ بالصحۃ۔ برا نہ ہو یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو۔

مناوی کہتے ہیں کہ یہ دین کے اعتبار سے اور اکثریت کے لحاظ سے ہے۔ یعنی بعض افراد کا اس سے خارج ہونا موجب اشکال نہیں۔ علقمی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں کہ کوئی دن بھی ایسا نہ آئے گا جو علم کے اعتبار سے گزشتہ دن سے کم نہ ہو اور جب علماء نہ رہیں گے اور کوئی نیک باتوں کا حکم کرنے والا اور بری باتوں سے روکنے والا نہ رہے گا تو اس وقت سب ہی ہلاک ہو جائیں گے (جامع الصغیر)

ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ صلحاء ایک ایک ہو کر اُٹھ جائیں گے اور لوگ ایسے رہ جائیں گے جیسے کہ خراب جَو (بھیگے ہوئے) اور خراب کھجور (کیڑا لگی ہوئی) کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی ذرا بھی پرواہ نہ کریں گے (مشکوٰۃ بروایۃ البخاری) اس لئے دین اور دینی امور کا انحطاط کمی ضعف تو سب ہی کچھ ہو کر رہے گا۔ ایسی حالت میں صلاح و فلاح کی سعی کرتے ہوئے جو کچھ موجود ہے اس کو مغتنم سمجھنا ہی ضروری ہے کہ اس کے بعد اس سے کمی ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اس زمانہ میں جن آنکھوں نے اکابر کو دیکھا ہے‘ ان کے فیوض و علوم سے تمتع حاصل کیا ہے‘ وہ ان کے بعد والی نسلوں کو ان جیسا نہ پا کر اعراض اور روگردانی کرتے ہیں۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد حضرت کے اجلہ خلفاء حضرت سہارنپوری‘ حضرت شیخ الہند‘ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہم کی طرف بھی متوجہ نہ ہوئے اور محروم رہ گئے حالانکہ یہ حضرات ہدایت کے آسمانوں کے آفتاب تھے اور ان سے تعلق رکھنے والے بہت سے ان کے جانشینوں کی طرف متوجہ نہ ہوئے کہ وہ ان بعد والوں کا مقابلہ ان سے پہلے والوں کے ساتھ کرنا چاہتے تھے اور چونکہ یہ حضرات بالکل ویسے نہیں ملتے اس لئے ان کی نگاہوں میں نہیں جمتے لیکن اس کا اثر اور نتیجہ کیا ہوا خود ان لوگوں کی محرومی ہوئی کہ وہ اپنے اس تخیل کی وجہ سے ترقیات سے محروم رہ گئے۔

حالانکہ یہ نہیں سوچتے کہ جو جاچکے ہیں وہ واپس نہیں آئیں گے اور جو آنے والے ہیں وہ ان جیسے بھی نہ ہوں گے ہاں یہ ضرور دیکھیں کہ یہ شخص ضروریات دین پر بھی عمل کرتا ہے یا نہیں۔ کہ ان کا انکار کرنے والا تو سرے سے اسلام ہی میں نہیں ہے اس کے بعد جو شخص جتنا زیادہ اتباع سنت کا دلدادہ ہے اتنا ہی ہدایت یافتہ ہے کہ اصل ہدایت طریقہ سنت ہے۔

شریف خاندان کا اپنی اولاد کو اور عالی دماغ لڑکوں کا علم دین کے لئے فارغ نہ کرنا یہ عالی حوصلہ اور حسن اِخلاق سے متصف علماء کے پیدا نہ ہونے میں ایک بڑا سبب ہے

(۶) چھٹی چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اہل علم آخر ہم ہی لوگوں میں سے پیدا ہوں گے اور ہوتے ہیں، کہیں باہر سے دوسری مخلوق نہیں آتی۔ اس لئے جس قسم کے لوگوں سے وہ تیار ہوں گے اکثر ویسے ہی اثرات اپنے میں رکھیں گے۔ جیسا لوہا ہوگا ویسی ہی تلوار بن سکے گی، اور جیسی مٹی ہوگی ویسا ہی برتن ڈھلے گا، جیسا تانبا ہوگا ویسی ہی اس پر قلعی ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:۔ خِیَارُ کُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُ کُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَافَقِھُوا (مشکوٰۃ بروایۃ الشیخین) تم میں سے جو لوگ جاہلیت کے زمانہ میں بہترین شمار ہوتے ہیں وہی اسلام میں بھی بہترین ہیں بشرطیکہ فقیہ اور عالم بن جائیں۔ اب بھی یہی بات ہے کہ جو لوگ ذاتی شرافتوں کے ساتھ علم دین حاصل کرتے ہیں وہ اخلاق حسنہ کے منتہا پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور کچھ علم دین کے ساتھ مخصوص نہیں۔ دنیاوی علوم میں دیکھ لو کہ ذاتی شرافت سے عاری لوگ جب دنیوی علوم پڑھ کر اعلیٰ عہدوں پر پہنچتے ہیں تو وہ کس قدر رشوت ستانی اور مظالم سے خلق خدا کی اذیت کا سبب بنتے ہیں۔ اس لئے اگر عام طور سے مسلمانوں کے بہترین دماغ علوم دینیہ کی طرف متوجہ نہ ہوں تو یہ علماء کا قصور ہے یا خود ان کا قصور ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے علامات قیامت میں شمار کرایا ہے۔ کہ بڑے لوگوں میں فواحش کی کثرت ہو جائے گی۔ اور حکومت چھوٹے لوگوں میں اور علم کم حیثیت جماعتوں میں ہوگا، اچھے لوگ دین کے بارے میں

مداہنت کرنے لگیں گے (اشاعۃ) ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم چھوٹے لوگوں کے پاس سے حاصل کیا جائے گا (اشاعۃ) یعنی بڑے آدمیوں کو حب مال اور حب جاہ کی بدولت علوم دینیہ حاصل کرنے کی فرصت ہی نہ ملے گی۔ کس قدر ظلم ہے کہ جو لوگ فارغ البال ہیں' کچھ آسودگی رکھتے ہیں وہ اپنی قیمتی عمروں کو کس قدر بیکار' ضائع ہو جانے والی' فنا ہو جانے والی کوششوں میں تلف کر دیتے ہیں۔ کیا ان حضرات کے پاس اللہ کے یہاں جواب دہی کے لئے کوئی معقول عذر ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے دونوں قدم قیامت کے دن اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہٹیں گے جب تک پانچ باتوں کی جواب دہی نہ کرے گا۔ اپنی عمر کو کس چیز میں خرچ کیا' اپنی جوانی کو کس جگہ صرف کیا (یعنی اس جوانی کی قوت و طاقت و رضا الٰہی میں خرچ کیا یا ناراضی میں) اور اپنے مال کو کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا (یعنی مال کے کمانے کے ذرائع جائز اختیار کئے یا ناجائز طریقہ سے حاصل کیا۔ مثلاً سود' رشوت اور دوسرے ناجائز معاملات۔ اسی طرح جہاں خرچ کیا وہ جائز تھا یا ناجائز تھا۔ اسراف اور بخل کے درمیان تھا یا کسی ایک جانب بڑھا ہوا تھا۔ اور جو کچھ علم حاصل کیا اس پر کیا عمل کیا (علم حاصل کرنا مستقل فریضہ ہے اور جو کچھ حاصل کیا اس پر عمل کرنا مستقل امر ہے۔ لاعلمی سے کسی معصیت میں مبتلا ہونا ایک گناہ ہے۔ اور علم کے باوجود اس پر عمل نہ کرنا اور گناہ میں مبتلا ہونا اور بھی زیادہ سخت ہے) (مشکوٰۃ) اس لئے جو لوگ اپنی عمروں کو اور اس زندگی کو جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی چیز میں ضائع کر رہے ہیں وہ خود ہی جواب دہی کی فکر کر لیں۔ اس بارگاہ میں نہ تو کسی کی وکالت اور بیرسٹری کام آنے والی ہے نہ لسانی اور نہ جھوٹے گواہ کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ ان پانچ باتوں کے جواب کی تیاری رکھے۔ بڑی عدالت میں جواب دہی کرنا ہے۔

میرا مقصود تو اس طرف توجہ دلانا ہے کہ ذاتی اور نسبی اوصاف اثر رکھتے ہیں اس لئے حضور ﷺ نے الائمۃ من قریش ارشاد فرمایا۔ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ شب کو مدینہ طیبہ کی پاسبانی فرما رہے تھے۔ پھرتے پھرتے تکان کی وجہ سے ایک دیوار سے سہارا لگا کر تھوڑی دیر کے

لئے کھڑے ہو گئے۔ ایک بڑھیا کی آواز آئی۔ جس نے اپنی لڑکی کو آواز دے کر کہا کہ دودھ میں پانی ملا دے۔ لڑکی نے عذر کیا کہ امیرالمومنین کی طرف سے اس کی ممانعت کا اعلان ہو چکا ہے۔ ماں نے کہا امیرالمومنین کیا یہاں بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔ لڑکی نے کہا یہ تو بہت ہی ناموزوں ہے کہ سامنے تو امیر کی اطاعت کریں اور پس پردہ نافرمانی' یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمرؓ نے اس مکان کو ذہن نشین فرمالیا اور صبح ہوتے ہی اپنے صاحبزادے حضرت عاصمؓ کی منگنی اس لڑکی سے بھیج دی۔ اس لڑکی کی اولاد سے حضرت عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے (ازالۃ الخفاص ۲/۷۸

(۷) ساتویں چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ قوم کی طرف سے علمی مشاغل اور دینی خدمات کے لئے علی العموم کن افراد کو چنا جاتا ہے۔ آپ خاص طور سے دیکھیں گے کہ جس شخص کے کئی بیٹے ہیں ان کو اول خاص طور سے دنیاوی علوم میں لگایا جائے گا۔ اسی کی سعی کی جائے گی' انتھک کوشش کی جائے گی۔ جب اس سے مایوسی ہو جائے گی تب وہ دینی مدرسہ کے سپرد کیا جائے گا۔ کیا یہ دین اور علم دین پر سخت ظلم نہیں کیا۔ اللہ کے یہاں اس کا جواب دینا نہیں۔ بہت کم خاندان ایسے ملیں گے جہاں دینی علوم کے حاصل کرنے کو مستقل مقصود اور اصل سمجھا جاتا ہو۔ ورنہ عام طور پر مجبوری کا نام صبر ہے۔ بالعموم عربی کے حاصل کرنے والے وہی افراد ملیں گے جو اپنے مربیوں کی غربت وافلاس سے دنیوی علم حاصل کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں ایسی صورت میں وہ یقیناً ضرورت مند بھی ہوں گے وہ سوال کی طرف بھی مضطر ہوں گے اور حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو ان کا سوال کی طرف مضطر ہونا ان کی بے غیرتی نہیں ہے۔ ان لوگوں کی بے غیرتی ہے جو خود ان کی ضروریات کی فکر اپنے ذمہ نہیں سمجھتے۔ جب یہ لوگ ان کی دینی ضروریات کا تکفل کرتے ہیں تو کیا شرعاً عقلاً عرفاً ان کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ ان کو ضروریات بشریہ سے سبکدوش رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دورِ انحطاط میں عام طور سے جو افراد علوم دینیہ کو حاصل کرتے ہیں اور وہ کسی درجہ میں ذی استعداد وذی فہم ہو جاتے ہیں وہ اس زندگی کو جو دنیا داروں کی نگاہ میں ذلت ہے اکثر خیرباد کہہ کر یا طب پڑھتے ہیں یا پھر کسی ڈگری وغیرہ کی فکر میں لگ کر دنیوی مشاغل ملازمت' تجارت وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ اپنے ان علوم سے جن کو محنت و مشقت سے حاصل کیا تھا بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ اول تو

ان علوم دینیہ کی طرف آمد ہی کم تھی اور آنے کے بعد بھی پھر معظم حصہ اس سے نکل جاتا ہے یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ الزام کس پر ہے لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ چند بھائیوں کی جائیداد ہو اور وہ خود ملازم پیشہ ہوں تو اپنے میں سے کسی ایک کو جائیداد کے انتظام کے واسطے منت سے، سماجت سے، لجاجت سے، خوشامد سے، اس پر راضی کیا جائے گا کہ وہ اپنی ملازمت کو خیرباد کہے اور سب کی جائیداد کی خبرگیری کرے، اپنی تنخواہ اس مشترک کھاتے سے نکالے اور اس ایثار پر اس کا احسان مند ہونا پڑے گا۔ وہ بھی دس نخرے کرے گا۔ یہ سب کیوں ہے اس لئے کہ جائیداد کی حفاظت کی ضرورت ہے، سخت مجبوری ہے، وہ ضائع نہ ہو جائے لیکن گھرانے کے چند بھائی نہیں سارے محلہ کے متمول نہیں، پورے گاؤں، پورے قصبہ اور تمام شہر کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہاں دین سے واقف مسائل سے واقف ضروریات دین کو پورا کرنے والا کوئی شخص ہو، یہ کیوں اس لئے کہ دین کی ضرورت نہیں ہے اس کے ضائع ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہے۔ ہر شخص اردو کے چند رسائل دیکھ کر خود عالم بن سکتا ہے اور بن جاتا ہے حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے جہاد جیسی عظیم الشان اور ضروری چیز میں بھی اس کی رعایت کا حکم فرمایا کہ سب کے سب جہاد میں نہ چل دیں بلکہ علم سیکھنے کے لئے بھی ایک جماعت باقی رہے۔ چنانچہ سورۃ توبہ کے اخیر میں فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ۔ (الآیہ) میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ ہر فرقہ میں ایک فقہا کی جماعت رہنا چاہیئے۔

(۸) آٹھویں چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ ہر شخص کا مقابلہ علم کے بعد اسی کی حیثیت سے ہو سکتا ہے۔ یہ ظلم محض ہے کہ ایک جانب دین یا دنیا کے اعتبار سے اعلیٰ طبقہ لے لیا جائے اور دوسری جانب ادنیٰ طبقہ شمار کیا جائے۔ ہر شخص کے متعلق یہ دیکھنا چاہیئے کہ اگر یہ علم کے ساتھ متصف نہ ہوتا تو اپنے ماحول کے اعتبار سے یا اپنی حیثیت کے اعتبار سے کن اخلاق و اوصاف اور کن مشاغل کا اختیار کرنے والا ہوتا، اس کے بعد اب غور کیا جائے کہ علم نے کتنی اصلاح کی ہے۔ مثال کے طور پر میں نے یہ چند امور ذکر کیے ہیں۔ غور سے اور بھی بہت سے امور کا اس میں اضافہ ہو سکتا ہے میں نے تو جو کچھ لکھا ہے وہ مجبوری لکھا ہے ؎

کہنا پڑا مجھے پئے الزام پند گو وہ ماجرا جو قابل شرح و بیان نہیں

علماء سوء

اس سب کے بعد مجھے اس چیز سے بھی انکار نہیں ہے کہ علماء سوء اور علمائے حق دو مستقل علیحدہ علیحدہ قسمیں ہیں۔ علماء سوء کے متعلق احادیث میں بڑی سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ جہنم میں سب سے پہلے جانے والے طبقہ میں بھی ان کا شمار کیا ہے۔ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا بھی ان کو بتایا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم اس لئے حاصل کرتا ہے کہ اس سے دنیا کمائے وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا (ترغیب) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو علم اس لئے حاصل کرے کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ اور مائل کرے وہ جہنم میں داخل کیا جائے گا (ترغیب) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بدترین لوگوں کے بدترین علماء ہیں (ترغیب) حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ علم ہے جو صرف زبان پر ہو (دل میں اس کا کچھ بھی نہیں۔ وہ اللہ کی حجت ہے مخلوق پر کہ (اللہ جل شانہٗ نے اپنی حجت تمام فرمادی) اور ایک علم وہ ہے جو دل میں ہو وہی علم نافع ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اخیر زمانہ میں عابد لوگ (یعنی صوفی) جاہل ہوں گے اور عالم فاسق۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ علم اس لئے نہ سیکھو کہ علماء کا اس سے مقابلہ کرو اور بے وقوفوں سے اس کے ذریعہ سے جھگڑو اور لوگوں کو اس کی وجہ سے اپنی طرف متوجہ کرو جو شخص ایسا کرے گا وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ میں اس امت پر سب سے زیادہ خائف منافق عالم سے ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ منافق عالم کیسا ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ زبان کا عالم اور دل کا جاہل۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں تو ایسا نہ بن کہ علماء کے علم کا حامل ہو کر اور حکماء کی (تحقیقات) نادرہ کا واقف ہو کر بے وقوفوں کے سے عمل کرنے لگے۔ ابراہیم بن عینیہ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے زیادہ نادم کون شخص ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دنیا میں شرمندہ وہ ہے جو احسان فراموش کے ساتھ احسان کرے اور موت کے وقت شرمندہ وہ عالم ہے جو حدود سے بڑھ جائے۔ حضرت حسنؒ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ علماء کا عذاب دل کی موت ہے اور دل کی موت یہ ہے کہ آخرت کے عمل سے دنیا کمانے لگے۔ یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ علم و حکمت سے جب دنیا کمائی جاتی ہے تو ان کی رونق جاتی رہتی ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی عالم کو دنیا

سے محبت رکھنے والا دیکھو تو اپنے دین کے بارہ میں اس کو متہم سمجھو' اس لئے کہ ہر چیز کا محبت کرنے والا اسی میں گھل مل جاتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے پہلی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ فرماتے ہیں جب کوئی عالم دنیا سے محبت کرنے لگتا ہے تو کم سے کم معاملہ میں اس کے ساتھ یہ کرتا ہوں کہ اپنی مناجات کی حلاوت اس کے دل سے نکال دیتا ہوں (احیاء) یہ سب ارشادات اور ان جیسے بہت سے فرامین یقیناً علماء سوء کے بارے میں کثرت سے وارد ہوئے ہیں لیکن یہ بات کہ فلاں شخص یا فلاں جماعت علماء حق میں ہے اور فلاں شخص اور فلاں جماعت علماء سوء میں ہے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ بھی شریعت ہی کی میزان سے معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جو شخص ہماری رائے کے موافق کہے وہ علمائے حق سے ہے اور جوں ہی وہ کوئی بات ہماری رائے کے خلاف کہہ دے وہ فوراً علمائے سوء کی فہرست میں داخل ہو کر گردن زدنی بن جائے۔ کل تک ہماری رائے فلاں سیاسی جماعت کے موافق تھی للذا جتنے علماء اس کے موافق تھے وہ سب علمائے حق تھے اور آج ہماری رائے اس کے خلاف ہو گئی تو جتنے علماء اس پہلے خیال پر باقی ہیں آج سے سب علمائے سوء کی کالی فہرست میں داخل ہو گئے۔ علمائے حق اور علمائے سوء ہونے کا دارومدار صرف قرآن و حدیث کے موافق علم و عمل پر ہے اور بس۔ لیکن ہم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ اپنی فہم نارسا اور جذبات یا کفار کے زیر اثر ایک مسئلہ خود ہی گھڑ لیتے ہیں۔ اس کے بعد جو شخص اس کے موافق ہے وہ بڑا علامہ ہے۔ واقف اسرار ملت ہے' رموز شریعت کا ماہر ہے خواہ وہ کتنا ہی جاہل اور بے علم ہو قرآن و حدیث سے ذرا بھی مس نہ ہو۔ اور جو اکابر ہماری اس رائے کے خلاف ہیں خواہ وہ کتنے ہی علم کے ماہر ہوں۔ حقیقتہ رموز شریعت کے ماہر ہوں اور صحیح معنے میں واقف اسرار ملت ہوں لیکن ہم لوگ ہر برے سے برے لفظ کے ساتھ ان کا مضحکہ اڑانے کے لئے ان کو ذلیل کرنے کے لئے تیار رہیں۔ حالانکہ سلف صالحین نے صوفیہ کرام کو بھی اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنی قلبی معرفت سے اپنے باطنی علوم کی روشنی سے کوئی ایسی بات اختیار کرلیں جو علمائے ظاہر کے خلاف ہو۔ اہل فن کے اقوال' ان کی کتابیں اس مضمون سے لبریز ہیں۔

حضرت اقدس مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں جو مولانا امان اللہ

نقیبہ کے نام تحریر فرمایا ہے کہ سالک کے لئے سب سے اول وہ اعتقاد ضروری ہے جس کو علمائے اہلسنّت والجماعت نے قرآن وحدیث اور آثار سلف سے استنباط فرمایا ہے۔ نیز قرآن وحدیث کا ان معانی پر عمل کرنا بھی ضروری ہے جو علمائے حق نے کتاب وسنت سے سمجھے ہیں۔ اگر بالفرض اس کے خلاف کوئی معنے کشف یا الہام سے ظاہر ہوں ان کا ہرگز اعتبار نہیں اور ایسے معنی سے پناہ مانگنی چاہئے اور اللہ جل جلالہٗ سے دعا کرنی چاہئے کہ اس گرداب سے نکال کر علمائے حق کی صائب رائے کے موافق امور کو ظاہر فرمادے' ان کی رائے کے خلاف کوئی چیز بھی زبان سے ظاہر نہ کرے اور اپنے کشف کو ان معانی کے موافق بنانے کی کوشش کرے جو ان حضرات نے سمجھے ہیں اس لئے کہ جو معانی ان حضرات کے سمجھے ہوئے معنی کے خلاف دل میں آئیں وہ ہرگز بھی قابل اعتبار نہیں بالکل ساقط ہیں کیونکہ یہ گمراہ شخص اپنے معتقدات کو قرآن وحدیث ہی سے ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا۔ اور یہ بات کہ ان حضرات ہی کے سمجھے ہوئے معانی صحیح ہیں۔ اس لئے ہے کہ ان حضرات نے ان معانی کو صحابہ کرام اور تابعین رحمہم اللہ اجمعین کے آثار سے سمجھا ہے اور ہدایت کے ستاروں کے انوار سے اخذ کیا ہے۔ لہٰذا نجات ابدی ان کے ساتھ مخصوص ہے اور دائمی فلاح ان کا ہی حصہ ہے اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ یہی لوگ اللہ کی جماعت ہیں اور اللہ کی جماعت ہی فلاح یافتہ ہے) اور اگر بعض علماء باوجود صحیح العقیدہ ہونے کے مسائل میں کچھ سستی کرتے ہیں یا اعمال میں کوتاہی کرتے ہیں' اور تقصیرات کا ارتکاب کرتے ہیں تو اس وجہ سے مطلقاً علماء کی جماعت پر انکار کرنا یا سب کو مطعون کرنا کمال بے انصافی ہے بلکہ اکثر ضروریات دین کا انکار ہے۔ اس لئے کہ ضروریات دین کے بتانے والے یہی لوگ ہیں اور یہی حق ناحق کو پرکھنے والے ہیں۔

لَوْلَا نُوْرُ هِدَایَتِهِمْ لَمَا اهْتَدَیْنَا وَلَوْلَا تَمْیِیْزُ هُمُ الصَّوَابَ عَنِ الْخَطَآءِ لَغَوَیْنَا وَهُمُ الَّذِیْنَ بَذَلُوْا جُهْدَهُمْ فِیْ اِعْلَاءِ کَلِمَةِ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ وَاَسْلَکُوْا	اگر ان لوگوں کو ہدایت کا نور نہ ہوتا تو ہم لوگ ہدایت یافتہ نہ ہوتے اور ان لوگوں کا غلط اور صحیح کا ممتاز کردینا نہ ہوتا تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی کوشش کو دین

طَوَائِفَ كَثِيْرَةٍ مِّنَ النَّاسِ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ فَمَنْ تَابَعَهُمْ نَجٰی وَاَفْلَحَ وَمَنْ خَالَفَهُمْ ضَلَّ وَ اَضَلَّ (دفتر اول حصه پنجم مکتوب ص ۲۸۶)

متین کے بلند کرنے میں خرچ کیا اور بہت سی جماعتوں کو صراط مستقیم پر چلایا۔ پس جو شخص ان کا اتباع کرے گا کامیاب ہو گا اور نجات پائے گا اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ خود بھی گمراہ ہو گا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

دوسری جگہ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں

فَاعْلَمْ اَنَّ كَلَامَهُمْ اَنْتُمْ يَكُنْ مُطَابِقاً بِاَحْكَامِ الشَّرِيْعَةِ فَلَا اِعْتِبَارَ لَهٗ اَصْلاً فَكَيْفَ يَصْلِحُ لِلْحُجَّةِ وَالتَّقْلِيْدِ وَاِنَّمَا الصَّالِحُ لِلْحُجَّةِ وَالتَّقْلِيْدِ اَقْوَالُ الْعُلَمَاءِ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ فَمَا وَافَقَ مِن كَلَامِ الصُّوْفِيَّةِ يُقْبَلُ وَمَا خَالَفَهُمْ لَا يُقْبَلُ (مکتوبات دفتر اول حصہ پنجم ص ۲۸۹)

اس بات کو جان لو کہ صوفیہ کا کلام اگر شریعت کے احکام کے موافق نہیں ہے تو اس کا کچھ بھی اعتبار نہیں وہ دلیل اور قابل تقلید کیسے ہو سکتا ہے دلیل اور تقلید کے قابل صرف علمائے سنت کے اقوال ہیں صوفیہ کے اقوال میں سے جو قول علماء کے اقوال کے موافق ہو گا وہ معتبر ہو گا جو اس کے خلاف ہو گا وہ غیر مقبول ہے۔

جب اکابر صوفیہ کا یہ حال ہے کہ جن کے قلوب حقیقتہ روشن ہیں 'اللہ جل جلالہٗ کی عظمت اور دین کا احترام دینیات کی وقعت اور احکام شرعیہ پر مرمٹنا ان کی جان ہے۔ جب ان کے اقوال بھی علماء کی موافقت کے بغیر نا قابل احتجاج 'نا قابل تقلید' نا قابل بیان ہیں تو پھر ان لوگوں کے اقوال و افعال کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ جنھیں نہ دین کی خبر ہے نہ قرآن پاک اور احادیث اور اقوال سلف کی ہوا لگی ہے۔ کلام اللہ شریف کا ترجمہ دیکھا اور ایک مطلب سمجھ لیا اس کے بعد پھر وہ مستقل مجتہد ہیں اور اس کے خلاف کوئی عالم بلکہ سارے علماء مل کر بھی جو کہیں وہ سب لغو و بیکار ہے حالانکہ قرآن و حدیث کا مطلب وہی ہے جو صحابہ کرام ؓ فرما گئے اور عمل کر کے بتا گئے۔ حق تعالٰی شانہٗ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اٰيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ

عَلَيْنَا۔ (الآیہ سورۃ سجدہ رکوع ۵) بلاشبہ جولوگ ہماری آیتوں میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم پر مخفی نہیں۔ بھلا جو شخص آگ میں ڈال دیا جائے وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن و امان کے ساتھ آئے۔ تم جو چاہے اعمال کرو حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے اعمال کو دیکھنے والے ہیں۔ درمنثور میں متعدد صحابہ اور تابعین سے الحاد کی تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ قرآن پاک کی آیت کو کسی دوسرے محمل پر محمول کیا جائے۔ سینکڑوں احادیث میں سلف کے اتباع کا حکم ہے۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ ؓ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ (رواہ احمد وابوداود و الترمذی و ابن ماجه كذافی المشكوٰة۔

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے (صبح کی) نماز ہم کو پڑھائی۔ اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر وعظ فرمایا جو ایسا بلیغ تھا کہ سننے والے کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل خوف سے لرزنے لگے۔ کسی صحابی ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ تو ایسا وعظ ہے گویا الوداعی (اور آخری وعظ) ہو۔ پس ہم کو کوئی وصیت فرما دیجئے (یعنی کوئی ایسی پختہ بات فرما دیجئے جس کو مضبوط پکڑے رکھیں) ارشاد فرمایا میں تم کو اس کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ کرتے رہنا اور امیر کی اطاعت خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ بڑے اختلاف دیکھے گا۔ پس میرے طریقہ کو اور خلفائے راشدین کے جو کہ ہدایت یافتہ ہیں طریقہ کو مضبوط پکڑے رہنا اسی کا اتباع کرنا اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا نئی نئی باتوں سے احتراز رکھنا (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے

اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک نہایت اہم خط سنت کے اہتمام اور صحابہ کرامؓ کے اتباع کے بارے میں لکھا ہے جو ابو داؤد شریف میں مذکور ہے۔ اس کا ہر ہر حرف قیمتی ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں فَمَا دُوْنَهُمْ مِنْ مُقَصِّرٍ وَمَا فَوْقَهُمْ مِنْ مُحَسِّرٍ وَقَدْ قَصَّرَ دُوْنَهُمْ فَجَفَوْا وَطَمَحَ عَنْهُمْ اَقْوَامٌ فَغَلَوْا وَاِنَّهُمْ بَيْنَ ذٰلِكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ۔ ان کے اتباع میں کوتاہی کرنا تقصیر ہے اور اس سے آگے بڑھنا تکان ہے۔ ایک جماعت نے اس سے کوتاہی کی تو ظلم کیا اور دوسرے اس سے آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے غلو کیا۔ صحابہ کرام اسی افراط و تفریط کے درمیان میں سیدھے راستہ پر ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ہی سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے جو طریقے جاری کئے ہیں ان کو اہتمام سے پکڑنا ہی اللہ کی کتاب کی تصدیق اور اس کی اطاعت ہے' اور دین کی قوت ہے۔ نہ کسی کو ان کی تبدیلی کا حق ہے نہ تغیر کا نہ ان کے مخالف کی رائے قابل غور ہے جو ان کا اتباع کرے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو ان چیزوں سے مدد حاصل کرے وہ منصور ہے' جو ان کے خلاف کرے اور مومنین کے علاوہ کوئی راستہ اختیار کرے اللہ جل شانہٗ اس کو اپنے اختیار کردہ راستہ پر نہ عمل کرنے دیں گے اور جہنم میں پھینک دیں گے جو نہایت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (شفا) حق تعالیٰ شانہٗ توفیق عطا فرمائے کہ ہم لوگ ان اسلاف کے قدم بقدم چلتے رہیں وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

اس ساری تحریر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ علمائے حق کا اتباع اور احترام نہایت ضروری اور نہایت اہم ہے ان کا احترام نہ کرنا اپنی بربادی ہے' اپنی ہلاکت ہے ان کی کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو سمجھ کا قصور ہے' ہاں ان کی بات محقق طور پر شرع کے خلاف ہو تو اس بات کا لینا جائز نہیں ہے۔ مگر اس کی وجہ سے ان سے دوری اپنے بقیہ امور دینیہ کا نقصان ہے جیسا کہ میں خط کے شروع میں حضرت معاذؓ کی وصیت سے لکھ چکا ہوں۔ اس کے بالمقابل علماء سوء کی بات ناقابل التفات ہے' ناقابل عمل ہے۔ وہ قابل احتراز ہیں' قابل دوری ہیں۔ البتہ اگر کوئی بات ان کی شریعت کے موافق ہو تو وہ قابل عمل ہے اور ضرور لی جائے۔ لیکن اس کا پہچاننا کہ یہ

بات شریعت کے موافق ہے اور یہ شریعت کے خلاف ہے خود شریعت سے واقفیت پر موقوف ہے۔ محض اپنی رائے سے نہ کسی بات کو شریعت کے موافق کہا جا سکتا ہے نہ شریعت کے خلاف۔ جیسا کہ کسی غیر شرعی چیز کو شریعت بنالینا گناہ ہے اور قابل رد ہے۔ اسی طرح کسی شریعت کی بات کو رد کر دینا بھی سخت معصیت ہے اور جس چیز میں اشتباہ پیدا ہو اس میں احتیاط کی جانب عمل کرنا چاہئے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَامُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حُوْلَ الْحِمٰى يُوْشَكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَافَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ كَذَافِي الْمِشْكٰوةِ بِرِوَايَةِ الشَّيْخَيْنِ۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حلال کھلا ہوا ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جس کو بہت سے آدمی نہیں جانتے پس جو شخص شبہ کی چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین کو اور آبرو کو (عیب سے) پاک صاف رکھا اور جو شبہ کی چیزوں میں پڑا وہ حرام میں بھی مبتلا ہو جائے گا جیسا کہ وہ چرواہا کہ باڑہ (علاقہ ممنوعہ) کے قریب اپنے جانوروں کو چرائے، قریب ہے کہ جانور باڑہ کے اندر بھی چرنے لگیں گے خبردار رہو کہ ہر بادشاہ کے لئے ایک باڑہ (یعنی ممنوعہ علاقہ) ہوتا ہے۔ اللہ کا ممنوعہ علاقہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں، خبردار ہو کہ بدن میں ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ جب وہ درست رہتا ہے تو سارا بدن درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے اور وہ ٹکڑا دل ہے۔

ایک دوسری حدیث میں:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَلْاَمْرُ ثَلٰثَۃٌ اَمْرٌ بَیِّنٌ رُشْدُہٗ فَاتَّبِعْہُ وَاَمْرٌ بَیِّنٌ غَیُّہٗ فَاجْتَنِبْہُ وَاَمْرٌ اُخْتُلِفَ فِیْہِ فَکِلْہُ اِلَی اللّٰہِ رَوَاہُ اَحْمَدُ کَذَافِی الْمِشْکٰوۃِ ۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ امور تین طرح کے ہوتے ہیں' ایک وہ امر ہے جس کا حق ہونا کھلا ہوا ہو اس کا اتباع کرو' ایک وہ امر ہے جس کی گمراہی واضح ہو اس سے پرہیز کرو' ایک وہ امر ہے جس میں اختلاف ہو (اور حق ناحق واضح نہ ہو) اس کو اللہ کے سپرد کرو۔

اللہ کے سپرد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی رائے سے بے دلیل کوئی حکم نہ لگاؤ۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینا ضروری ہے کہ مذہب اسلام نقلی مذہب ہے اس کی ہر بات کے لئے اور ہر مسئلہ کے لئے نقل کی ضرورت ہے۔ اللہ جل جلالہٗ اور اس کے سچے رسول نے کوئی دین کا جز ایسا نہیں چھوڑا جس کے باب میں اصولی یا فرعی کوئی حتمی اور قطعی فیصلہ نہ فرمادیا ہو۔ اس لئے ہر بات میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور عمل اور اسی طرح صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال بغیر چارہ کار نہیں ہے۔ اسی وجہ سے علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض کیا گیا ہے کہ بغیر علم کے دین کے احکام کا پتہ نہیں چل سکتا اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی دینی ضروریات سے خود واقف بنے اور اگر یہ نہ ہو سکتا ہو تو دوسرے درجہ میں لامحالہ کسی عالم کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے جو لوگ نہایت بے فکری سے کہہ دیتے ہیں' کہ آج کل علماء ایسے ہی ہیں اور چناں و چنیں ہیں۔ ہم علماء کی مانتے ہی نہیں وہ اپنے کو زیادہ مشکلات میں پھنسا رہے ہیں کہ اگر واقعی ان کو علماء پر اعتماد نہیں ہے تو ان کو اس بغیر چارہ کار ہی نہیں ہے کہ دین کا علم خود سیکھیں تاکہ شریعت کے موافق احکام پر عمل کر سکیں۔ اللہ جل شانہٗ کے یہاں اس کی کوئی پوچھ نہ ہوگی دنیوی وجاہت کے لئے اتنی اتنی ڈگریاں حاصل کی تھیں یا بنک میں جمع کرنے کے لئے اتنا اتنا مال کمایا تھا۔ وہاں جس قدر وقعت اور پوچھ ہے وہ صرف دین کی ہے اور اسی کے لئے ہماری پیدائش ہے۔ قرآن پاک کا قطعی فیصلہ ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ۔ (سورہ حجرات رکوع ۳)

میں نے جن اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں۔ نہ میرا مقصود ان سے یہ ہے کہ وہ (مخلوق کو) روزی دیا کریں نہ یہ کہ وہ مجھے کھلایا کریں۔ اللہ تعالیٰ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والے ہیں اور قوت والے نہایت قوت والے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى۔ (سورہ طٰہٰ رکوع ۸)

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہیئے۔ ہم آپ سے روزی (کموانا) نہیں چاہتے۔ روزی تو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

میں روپیہ جمع کرنے یا کمانے کو نہیں روکتا' میرا مقصود یہ ہے کہ ہم لوگوں کی پیدائش صرف دین کے لئے ہے اللہ کی عبادت کے لئے ہے۔ اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کے لئے ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ ہماری کم ظرفی' ناصبری کی وجہ سے ہے اور غیر مقصود ہے اس لئے مقصود اور غیر مقصود میں فرق ہونا تو ضرور چاہئے نہ یہ کہ آج کل کے رواج کے موافق ڈاڑھی سے مونچھ بڑھ جائے اس لئے میں تم کو ایک خاص وصیت اور نصیحت کرتا ہوں کہ جب رات کو سب مشاغل سے نمٹ کر سونے لیٹا کرو تھوڑی دیر یہ غور کر لیا کرو کہ آج کے تمام دن میں کتنا وقت عبادت میں اور دین میں خرچ کیا جو اصل مقصود تھا اور کتنا وقت دنیا کے لغو دھندوں میں خرچ کیا اور پھر دونوں وقتوں کا موازنہ کیا کرو کہ دونوں میں کیا نسبت ہے۔ اگر دینی مشاغل کا وقت دنیوی مشاغل سے بڑھے نہیں تو کم از کم برابر تو ہونا چاہیے۔ اور جب دین اصلی غرض' اصلی مقصد ہے تو اس کی جتنی ضروریات ہوں گی وہ مقصود ہی کے حکم میں ہوں گی۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ہر شخص پر جتنے علم کا وہ اپنے دین کے تحفظ میں محتاج ہے اتنا سیکھنا فرض ہے (درمختار)

علامہ شامی نے نقل کیا ہے کہ منجملہ اسلام کے فرائض کے علم کی اس مقدار کا سیکھنا بھی فرض ہے جس کا وہ اپنے دین کی حفاظت اور بقاء میں محتاج ہے لہٰذا ہر مکلف پر اصول دین کے سیکھنے کے بعد وضو، غسل، نماز، روزہ کے احکام سیکھنا فرض ہے اور جو مالدار ہو اس کو زکوٰۃ کے مسائل کا سیکھنا بھی فرض ہے، اور جس کے پاس کچھ مال زیادہ ہو اس کو حج کے احکام کا سیکھنا بھی ضروری ہے، اور جو تجارتی مشغلہ رکھتا ہو اس کو بیع و شرا کے مسائل کا سیکھنا بھی ضروری ہے اسی طرح سے ہر وہ شخص جو کسی پیشہ کو اختیار کئے ہوئے ہو اس پیشہ کے مسائل کا سیکھنا اس پر ضروری ہے۔

تبیین المحارم میں لکھا ہے کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ آدمی کے لئے اسلام کے پانچوں ارکان کا سیکھنا ضروری ہے، اور اخلاص کا سیکھنا بھی ضروری ہے، کہ اعمال کی صحت اس پر موقوف ہے اور حلال و حرام کا جاننا بھی ضروری ہے اور ریاکاری کی حقیقت کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے کہ آدمی ریاکاری کی وجہ سے اپنے اعمال کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔ نیز حسد اور خودبینی کا علم بھی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں نیک اعمال کو اس طرح کھا لیتی ہیں جیسے آگ ایندھن کو کھاتی ہے، اور خرید و فروخت، نکاح و طلاق کے مسائل کا جاننا بھی اس شخص کے لئے ضروری ہے جس کو ان چیزوں سے سابقہ پڑتا ہو۔ نیز ایسے الفاظ کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے جن کا استعمال حرام ہے یا کفر تک پہنچا دینے والا ہے اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اس چیز کا سیکھنا بہت ہی مہتم بالشان ہے۔ اس لئے کہ عوام کفریہ الفاظ زبان سے نکال دیتے ہیں اور ان کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی کہ کیا کہہ دیا (شامی) اور جب ان سب چیزوں کو معلوم کرنا اور سیکھنا ضروری ہے تو اس کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے کہ یا آدمی ان سب کو خود حاصل کرے کہ یہ اصل ہے۔ لیکن اگر یہ حاصل نہ ہو سکتا ہو تو پھر کسی معتبر اور معتمد دیندار عالم کا دامن پکڑے اور ہر بات میں اس کے مشورہ کو، اس کی رائے کو اصل قرار دے کر اس کا اتباع کرے۔ اور جو شخص دونوں باتوں میں سے کوئی چیز اختیار نہ کرے گا اس کا جو حشر ہو گا وہ ظاہر ہے کہ قوانین سے جہل کسی جگہ بھی عذر نہیں تو قانون شریعت سے جہل کیا معتبر ہو سکتا ہے اور بغیر علم کے رائے زنی گمراہی کے سوا اور کیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَایَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعاً یَنْتَزِعُہٗ مِنَ الْعِبَادِ لٰکِنْ یَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَآءِ حَتّٰی اِذَالَمْ یُبْقِ عَالِماً اِتَّخَذَ النَّاسُ رُوساً جُھَّالاً فَسُئِلُوْافَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ کَذَافِی الْمِشْکٰوۃِ۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ علم کو اس طرح نہیں اٹھائیں گے کہ سینوں سے کھینچ لیں بلکہ علم اس طرح اٹھے گا کہ علماء کا انتقال ہوتا رہے گا (اور دوسرے لوگ علم حاصل نہ کریں گے) جب علماء نہ رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے وہ بغیر علم کے فتاوے جاری کریں گے جن سے خود بھی گمراہ ہونگے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی کام بغیر سیکھے نہیں آتا اور علم کے متعلق تو متعدد احادیث میں یہ مضمون آیا ہے (انما العلم بالتعلم) کہ علم سیکھنے ہی سے آتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے مجھے بھی اس کی توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی (اعتدال فی مراتب الرجال)

حصّہ دوم

باب سوم

علماء کرام کی ذمہ داریاں

یہ قاعدہ ہے کہ جس کام کے فضائل زیادہ ہوتے ہیں اسی قدر اس میں ذمہ داریاں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ جس کا مرتبہ اونچا ہوتا ہے اسی کے بقدر اس کے ذمہ حقوق بھی ہوتے ہیں۔ جو منصب جتنا اونچا ہوتا ہے اتنا ہی وہ قابل مواخذہ بھی ہوتا ہے۔ جن کاموں میں نفع زیادہ ہوتا ہے ان میں ادنیٰ بے احتیاطی سے نقصان اور خسارہ بھی اس کے بقدر ہوا کرتا ہے۔ اوپر قرآن پاک اور احادیث میں علم اور علماء کرام کے جو فضائل ذکر کئے گئے ہیں اور علماء کرام کو اللہ تعالیٰ نے جو اونچا مرتبہ و مقام عطا فرمایا ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس میں کوتاہی ہو تو اس پر مواخذہ بھی اسی کے بقدر ہو۔ ایک عام آدمی چوری کرے تو اس کا جرم مسلم ہے۔ مگر پولیس کا آدمی جب کہ وہ ڈیوٹی پر ہو وہ چوری کرے تو وہ بڑا جرم قرار دیا جاتا ہے اور اگر تھانیدار یا پولیس انسپکٹر اگر چوری کرے تو اس سے بھی بڑا جرم سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح سے چونکہ علماء کرام کا مرتبہ بہت اونچا ہے' ان کا مقام بہت اعلیٰ و ارفع ہے' اس لئے ان کی ذمہ داریاں بھی سخت ہیں اور ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں پر پکڑ بھی سخت ہے' اور ان کی بے احتیاطی اور اپنے اعلیٰ منصب کی ناقدری سے اور ان کی مال طلبی اور جاہ طلبی سے عام افرادِ اُمت کا بڑا نقصان بھی ہے۔ اس لئے اس کے متعلق چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

علوم دینیہ حاصل کرنے کی غرض

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال نیتوں

اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بَالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِا مْرِیٍٔ مَانَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِامْرَاَۃٍ یَتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَاھَاجَرَاِلَیْہِ۔ (رواہ البخاری و مسلم)

سے متعلق ہیں اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، پس جس کی ہجرت (اس کی نیت میں) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے سو اس کی ہجرت (اللہ کے نزدیک بھی) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے اور جس کی ہجرت (اس کی نیت میں) دنیا ملنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی ہے اس کی ہجرت اللہ کے نزدیک بھی اسی طرف ہے جس کی اس نے نیت کی (بخاری و مسلم)

مولانا عاشق الٰہی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

بظاہر اس حدیث پاک میں علم کا ذکر نہیں ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر عمل سے اس کا تعلق ہے۔ علم سیکھنا اور سکھانا بہت بڑا عمل ہے، اس کے لئے بھی نیت کی درستگی لازم ہے۔ اگر نیت صحیح نہ ہوئی تو محنت نہ صرف ضائع ہوگی، بلکہ آخرت میں وبال اور عذاب کا ذریعہ بنے گی۔ علمائے حدیث نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کو ہر کتاب کے اول میں لکھنا چاہیئے۔ جیسا کہ حضرت امام بخاری اور صاحب مشکوٰۃ رحمہما اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ محدث ابن مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر میں کوئی کتاب لکھتا تو ہر باب کے شروع میں یہ حدیث لکھتا۔ بعض اکابر امت نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث آدھا دین ہے۔

اول قاعدہ کلیہ بیان فرمایا کہ اعمال کی جزا و سزا کا تعلق نیتوں سے ہے، جیسی نیت ہوگی آخرت میں ویسا ہی پھل ملے گا۔ پھر مثال کے طور پر ہجرت کے متعلق نیت کی خوبی اور خرابی کا ذکر فرمایا۔ جس وقت یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی اس وقت بہت سے مسلمان مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے، اور جو باقی تھے ہجرت کر رہے تھے، اور چونکہ مکہ معظمہ میں اسلام پر چلنا دشمنوں کی شرارتوں کی وجہ سے از حد مشکل ہو گیا تھا اس لئے شرعاً اس وقت

ہجرت کی بہت زیادہ ضرورت اور اہمیت بڑھ گئی تھی۔

مہاجر اُم قیس | اسی زمانے میں ایک شخص نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تھا، وہ شخص مکہ معظمہ میں اور عورت مدینہ منورہ میں تھی، عورت نے جواب دیا کہ تم مدینہ چلے آؤ تو نکاح ہو سکتا ہے۔ اس پر اس شخص نے مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ میں سکونت اختیار کر لی اور چونکہ ہجرت کا سلسلہ جاری تھا اس لئے مکہ چھوڑنا بظاہر ہجرت شرعی سمجھا جا سکتا تھا۔ لیکن دوسرے مسلمانوں پر یہ راز کھل گیا اور اس شخص کو "مہاجرِ اُمِّ قیس" (یعنی اُم قیس عورت کا مہاجر) کہنے لگے۔ موقعہ کی مناسبت سے آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس کی ہجرت اپنی نیت میں اللہ و رسول ﷺ کی طرف ہوگی، اللہ کے نزدیک بھی اس کی ہجرت ایسی ہی سمجھی جائے گی، اور اس ہجرت کا ثواب پائے گا۔ اور اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے یا دُنیا کے کسی دوسرے نفع کی غرض سے وطن چھوڑا تو اس کا یہ عمل اللہ کے نزدیک بھی غرض دنیاوی ہی کیلئے لکھا جائے گا۔

ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنی نیت کا محاسبہ کرے اور غور کرے کہ وہ تعلیم کے مدرسوں اور تبلیغ کے مرکزوں سے وابستہ ہو کر جو ترک وطن کئے پردیس میں پڑا ہے اور دربدر کی تکلیفیں برداشت کر رہا ہے اس سے رضائے خداوندی مقصود ہے یا دنیاوی حالات کو درست کرنا، شہرت و مرتبہ کمانا اور پیسہ وصول کرنا مقصود ہے؟ ۔ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔

طالب علم کیا نیت کرے | علامہ زرنوجی رحمتہ اللہ تعالیٰ "تعلیم المتعلم" میں لکھتے ہیں کہ:

ثُمَّ لَا بُدَّ لَهٗ مِنَ النِّيَّةِ فِيْ زَمَانِ تَعَلُّمِ الْعِلْمِ اِذِالنِّيَّةُ هِيَ الْاَصْلُ فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔

"پھر طالبعلم کے لئے ضروری ہے کہ علم حاصل کرنے کے زمانے میں نیت کو درست رکھے، تمام حالات میں نیت ہی اصل چیز ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"۔

پھر چند سطر کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

وَيَنْبَغِي اَنْ يَّنْوِىَ الْمُتَعَلِّمُ بِطَلَبِ الْعِلْمِ رَضاً لِلّٰهِ تَعَالٰى وَالدَّارِ الْاٰخِرَةِ وَاِزَالَةِ الْجَهْلِ عَنْ نَّفْسِهٖ وَعَنْ سَائِرِ الْجُهَّالِ وَاِحْيَاءِ الدِّيْنِ وَاِبْقَاءِ الْاِسْلَامِ فَاِنَّ بَقَاءَ الْاِسْلَامِ بِالْعِلْمِ وَلَا يَصِحُّ الزُّهْدُ وَالتَّقْوٰى مَعَ الْجَهْلِ (اِلٰى اَنْ قَالَ) وَيَنْوِىُ بِهِ الشُّكْرَ عَلٰى نِعْمَةِ الْعَقْلِ وَصِحَّةِ الْبَدَنِ وَلَا يَنْوِىُ بِهٖ اِقْبَالَ النَّاسِ اِلَيْهِ وَلَا اِسْتِجْلَابَ حُطَامِ الدُّنْيَا وَالْكَرَامَةَ عِنْدَ السُّلْطَانِ وَغَيْرِهٖ۔

"علم حاصل کرنے سے طالب علم کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور آخرت کی کامیابی ہونا چاہیئے۔ اور یہ بھی نیت کرے کہ میں جہالت کو اپنے نفس سے اور دوسرے جاہلوں سے دور کروں گا (تاکہ میں اور تمام مسلمان علم کی روشنی میں اسلام پر چل سکیں) نیز علم کے ذریعہ دین کو زندہ رکھنے اور اسلام کو باقی رکھنے کی بھی نیت کرے، جہالت کے ساتھ زہد اور تقویٰ صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور علم حاصل کرنے میں یہ بھی نیت کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھے عقل عنایت فرمائی ہے اور بدن تندرست رکھا ہے اس کا شکر ادا کر رہا ہوں علم سے یہ نیت نہ کرے کہ لوگ میری طرف متوجہ ہوں گے اور دنیا کھینچ کر آئے گی اور بادشاہ وغیرہ کے نزدیک علم کے ذریعہ عزت پانے کی بھی نیت نہ کرے"۔

علامہ زرنوجیؒ کی اس تصریح سے واضح ہوا کہ طلب علم کی اصل غرض اللہ تعالیٰ کی رضا کو بنانا لازم ہے جو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے، علم دین حاصل کرنا حکم خداوندی ہے، اس حکم کی تعمیل سے اللہ تعالیٰ بلاشبہ راضی ہوں گے جیسا کہ دوسرے احکام کی تعمیل سے راضی ہوتے ہیں، پھر تعمیل حکم کی نیت کے ساتھ اگر دوسری نیتیں بھی کرلیوے تو ثواب پر ثواب کا اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ بعض نیتوں کو علامہ زرنوجیؒ نے بیان بھی فرما دیا ہے۔ یعنی (۱) خود جہالت سے محفوظ ہوتے ہوئے دوسروں کو جہالت سے بچاؤں گا۔ (۲) دین کو زندہ کروں گا یعنی اپنے علم کے ذریعہ احکام اسلامیہ کی تبلیغ کر کے احکام کے علم و عمل کو باقی رکھنے کا ذریعہ بنوں گا، درحقیقت یہ نیت بہت بڑے عمل کی نیت ہے، تحصیل علم کے بعد جب دین کے زندہ کرنے میں کوئی شخص لگے گا تو اس کا اجر و ثواب جو کچھ ہو گا اس کی عظمت و بڑائی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

اس نیت سے اگر علم طلب کرتے کرتے موت آگئی تو اس کا مرتبہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس شخص کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک ہی درجہ کا فرق ہوگا (یہ حدیث پوری عبارت اور ترجمہ کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے) (۳) تیسری بات علامہ زرنوجیؒ نے یہ بتائی ہے کہ عقل کی نعمت اور بدن کی تندرستی کا شکریہ ادا کرنے کی نیت کرے یعنی عقل بہت بڑی دولت ہے۔ اس دولت کا شکریہ یہی ہے کہ جس نے یہ دولت عنایت فرمائی ہے اس کے احکام کی تعمیل میں خرچ کی جائے اور چونکہ سب سے بڑا حکم (جس کی تعمیل پر باقی تمام حکموں کی تعمیل موقوف ہے) تحصیل علم دین ہے' اس لئے اس دولت کو دین سیکھنے میں لگانا بہت بڑا شکر ہے۔

تحصیل علم کے سلسلہ میں نیت کا اثباتی پہلو بتا کر سلبی پہلو بتاتے ہوئے علامہ زرنوجیؒ نے فرمایا کہ یہ نیت نہ کرے کہ لوگ میرے معتقد ہوں گے اور دنیا ملے گی یا عزت و مرتبہ ملے گا' کیونکہ اس قسم کی نیت سے علم حاصل کرنے کا وبال بہت بڑا ہے۔

نقل الزرنوجیؒ عن ابی حنیفة رحمة اللّٰہ انہ قال ؎

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِلْمَعَادِ فَازَ بِفَضْلٍ مِّنَ الرَّشَادِ
فَيَا لِخُسْرَانِ طَالِبِيْهِ لِنَيْلِ فَضْلٍ مِّنَ الْعِبَادِ

دنیوی غرض کے لئے طلب علم

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضاً مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَعْنِيْ رِيْحَهَا (رواہ احمد و ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس علم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کی جاتی ہے ایسے علم کو جس نے دنیا کا کچھ بھی سامان ملنے کے لئے حاصل کیا تو یہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔

دنیوی غرض کے لئے علم طلب کرنے پر حدیث بالا میں کتنی سخت وعید مذکور ہے ایسا

محض جنت تو دور کی بات ہے جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

علامہ ابن عبد البراپنی مشہور کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت جابر؆ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا علم اس لئے حاصل نہ کرو کہ علماء پر فخر کرو، جہلا سے حجت کرو اور مجلس میں اونچی جگہ بیٹھو، جو کوئی ایسا کرتا ہے اس کے لئے دوزخ ہے دوزخ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود؆ کا قول ہے اہل علم اپنے علم کی عزت کرتے اور اسے اسی کی جگہ رکھتے تو اپنے زمانے کے سردار بن جاتے۔ مگر انہوں نے علم کی قدر نہ جانی اور اسے دنیا والوں کے قدموں پر ڈال دیا تا کہ ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کرلیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ذلیل و خوار ہو گئے۔ میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جس کسی نے تمام فکروں کو ایک فکر بنا دیا خدا اس کی فکر آخرت دور کردے گا اور جس نے دنیا کی بہت سی فکریں اپنے سر جمع کر لیں خدا بھی اسے چھوڑ دے گا کہ جس کنوئیں میں چاہے گر پڑے۔

عراق کے کچھ لوگ حضرت ابوذر غفاری؆ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث سنانے کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا تم جانتے بھی ہو یہ حدیثیں محض رضائے الٰہی کے لئے حاصل کی جاتی ہیں، ورنہ جو کوئی ان سے دنیا کمانا چاہے گا ہرگز جنت کی مہک نہ پائے گا۔

مکحولؒ کہا کرتے تھے جو کوئی حدیث اس لئے حاصل کرتا ہے کہ جہلاء سے بحث کرے، علماء پر فخر کرے، مخلوق کو اپنی طرف کھینچے، وہ دوزخ میں گرے گا۔

یزید بن قودرؒ کا قول ہے وہ زمانہ قریب ہے جب لوگ علم حاصل کریں گے اور اس پر اسی طرح رشک و رقابت سے لڑیں گے جس طرح فساق خوب صورت عورت پر لڑتے ہیں۔

ایوب سختیانیؒ کا بیان ہے کہ ابو قلابہؒ نے مجھے وصیت کی۔ خدا تجھے جتنا علم دیتا ہے اتنی ہی اس کی بندگی کرنا، خبردار فخر کی راہ سے اظہار علم نہ کرتے پھرنا۔

حضرت ابن مسعود؆ نے فرمایا اس فتنے میں تمہارا کیا حال ہو گا جس کی دہشت بچوں کو بوڑھا کر ڈالے گی اور بوڑھے اپنے حواس کھو بیٹھیں گے؟۔ نئی نئی سنتیں نکل آئیں گی اور لوگ آنکھیں بند کر کے ان پر چل پڑیں گے۔ ان سنتوں میں سے کسی کو بدلا جائے گا تو ایک شور

بچ جائے گا کہ دیکھو اسلام کی یہ سنت بدل ڈالی گئی۔ حاضرین نے سوال کیا حضرت یہ کب ہوگا؟ فرمایا جب تم میں پڑھنے والے بہت زیادہ ہو جائیں گے سمجھنے والے کم رہ جائیں گے۔ جب تمہارے سردار بہت ہو جائیں گے اور امانت دار کم ہو جائیں گے۔ جب عمل آخرت کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا جائے گا اور جب علم کو دین کے لئے حاصل نہ کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس ؓ کا مقولہ ہے کہ اگر اہل علم اپنے علم کی عزت کرتے اور اپنا عمل اس کے مطابق رکھتے تو خدا' خدا کے فرشتے اور صالحین ان سے محبت کرتے اور تمام مخلوق ان کا رعب مانتی لیکن انہوں نے اپنے علم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا۔ اس لئے خدا بھی ان سے ناراض ہو گیا اور وہ مخلوق میں بے وقعت ہو گئے۔

ابو حازم ؒ کا بیان ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک مدینے آیا تو دربار میں فقہا جمع ہوئے۔ زہری ؒ میرے قریب بیٹھے تھے۔ کہنے لگے' کوئی اچھی بات سنائیے۔ میں نے کہا تو سنو! اگلے فقہاء علماء اپنے علم کے مقابلے میں دنیا داروں کی پروا نہیں کرتے تھے اور ان سے مستغنی رہا کرتے تھے اسی لئے دنیا دار ان کی قدر کرتے اور ان سے تقرب میں اپنی عزت سمجھتے تھے۔ مگر آج علماء و فقہاء کی حالت دوسری ہے۔ انہوں نے دنیا کی طمع میں اپنے علم کو دنیا داروں کی خوشامد و خدمت پر وقف کر دیا ہے۔ دنیا داروں نے خود علماء میں علم کی یہ بے قدری دیکھی تو خود بھی علم کو حقیر سمجھنے لگے اور اپنی دنیا پر اور زیادہ فریفتہ ہو گئے۔

حضرت ابو الدرداء ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیغمبر کو وحی کی ان لوگوں سے کہہ دو جو علم کو دین و عمل کے لئے حاصل نہیں کرتے اور دنیا کو عمل آخرت سے کماتے ہیں کہ تم وہ ہو جو آدمیوں کے سامنے بھیڑ کی کھال اوڑھ کر جاتے ہو حالانکہ تمہارے سینوں میں بھیڑیوں کے دل چھپے ہوئے ہیں۔ تمہاری زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں' مگر دل زہر کی طرح کڑوے ہیں۔ تم مجھے دھوکہ دیتے ہو اور مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ اچھا رہو' تو میں بھی تمہیں ایسے فتنے میں ڈالوں گا' جس میں بڑے بڑے دانا ہکا بکا ہو کر رہ جائیں گے۔

یزید بن ابی حبیب ؒ کہتے ہیں' نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا' مخفی ہوس کیا ہے؟ فرمایا

مخفی ہوس یہ ہے کہ آدمی علم حاصل کرے اور دل میں خواہش ہو کہ لوگ اس کی دربار داری کریں۔

حسن بصریؒ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دل میں ہوتا ہے اور یہی مفید ہے۔ دوسرا زبان پر اور یہ ابن آدم پر خدا کی حجت ہے۔

سفیان ثوریؒ کا قول ہے علم حدیث کا مقصد یہ ہے کہ خشیت الٰہی پیدا ہو اسی لئے یہ علم جملہ علوم سے افضل ہے، لیکن اگر یہ مقصد نہ ہو پھر اس علم کو کوئی ترجیح نہیں۔

انہی سفیانؒ کا مقولہ ہے علم کو اپنے اخلاق سے سنوارو، نہ یہ کہ علم سے خود آراستہ ہو۔

عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا اگلے بزرگ کہا کرتے تھے جاہل، عابد اور فاجر عالم کے فتنے سے پناہ مانگو، کیونکہ فتنے میں پڑنے والوں کے لئے دونوں بڑا فتنہ ہیں۔

ابن وہبؒ کے واسطے سے یہ حدیث روایت ہوئی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت کی ہلاکت فاجر عالم اور جاہل عابد ہیں۔ بد ترین شر، فاسق عالم ہے اور بہترین خیر نیک عالم ہے۔

فضیل بن عیاضؒ کا قول ہے قیامت میں فاسق عالم بت پرستوں سے پہلے پکڑے جائیں گے کیونکہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں۔

حسن بصریؒ نے کہا عالم کی سزا اس کے دل کی موت ہے۔ پوچھا گیا دل کی موت کیا ہے؟ فرمایا عمل آخرت سے طلب دنیا۔

حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا سب سے برا آدمی کون ہے؟ فرمایا بگڑا ہوا عالم۔

شعبیؒ سے مروی ہے کہ جنتی لوگ بعض دوزخیوں کو دیکھ کر تعجب سے کہیں گے ارے تم یہاں کیسے؟ تمہاری ہی تعلیم و تربیت سے تو ہمیں جنت ملی ہے۔ دوزخی جواب دیں گے، صحیح ہے مگر ہم تمہیں تو نیکی کی تعلیم دیتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔

ابو عمرؒ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب حمید میں اس بات کی مذمت کی ہے اور یہ مذمت قیامت تک باقی رہے گی۔ فرمایا

اَتَاْ مُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ۔	کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو' حالانکہ تم کتاب اللہ کی تلاوت بھی کرتے ہو' تو عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔

ابو العتاہیہ ؒ کا شعر ہے۔

یَاوَاعِظَ النَّاسِ قَدْ اَصْبَحْتَ مُتَّہِماً اِذْعِبْتَ مِنْھُمْ اُمُوْرَاًاَنْتَ تَاْتِیْھَا

(لوگوں کو وعظ سنانے والا اب تو خود متہم ہو رہا ہے جن باتوں کی تو برائی کرتا ہے انہی سے خود آلودہ ہے)

عبد اللہ بن عروہ ؒ کہا کرتے تھے۔ خدا سے میرا شکوہ بس یہ ہے کہ اس بات کی مذمت کرتا ہوں جسے خود نہیں چھوڑتا اور اس بات کی تعریف کرتا ہوں جس پر خود عمل نہیں کرتا۔

انہی عبد اللہ ؒ کا قول ہے دین' دین چلا کر لوگ دنیا پر رو رہے ہیں۔

حضرت جندب بن عبد اللہ البجلی ؓ نے کہا دوسروں کو نصیحت کرنے والا اور خود کو بھول جانے والا شمع کی طرح ہے جو خود جل کر دوسروں کو روشنی دیتی ہے۔

ابو الاسود الدولی ؒ نے خوب کہا ہے۔

یَآیُّھَا الرَّجُلُ الْمُعَلِّمُ غَیْرَہٗ ھَلاَّ لِنَفْسِكَ كَانَ ذَا التَّعْلِيْمِ

(دوسروں کو تعلیم دینے والے تو خود اپنے آپ کو تعلیم کیوں نہیں دیتا)

لَاَ تَنْہَ عَنْ خُلْقٍ وَتَاْتِیَ مِثْلَہٗ عَارٌ عَلَيْكَ اِذَا فَعَلْتَ عَظِيْمٍ

(یہ کیا ہے کہ جس بات سے منع کرتا ہے خود وہی کرتا ہے کیسا شرمناک طریقہ ہے تیرا)

وَابْدَ أ بِنَفْسِكَ فاتِھَا عَنْ غَيِّھَا فَاِذَا اُمَّھَتْ عَنهُ فَاَنْتَ حَكِيْمٌ

(اپنے نفس سے شروع کر' اسے گمراہی سے باز رکھ' درست ہو جائے تو بے شک تو حکیم ہے)

فَھُنَاكَ تُقْبَلُ اِنَّ وَعَظْتَ وَيُقْتَدٰی بِالْقَوْلِ مِنْكَ وَيَنْفَعُ التَّعْلِيْمٌ

(تب تیرا وعظ بھی مقبول ہو گا تیری پیروی کی جائے گی اور تیری تعلیم مفید ہو گی)

نَصِفُ الدَّ وَاءَ لِذِی السَّقَامِ مِنَ الضَّنَا کَیمَا یَصِحُّ بِہٖ وَاَنْتَ سَقِیمٗ

(تو بیماروں کے لئے نسخے تجویز کرتا ہے' حالانکہ خود بیمار ہے)

وَرَاكَ تَلْقَحُ بِالرَّ شَادِ عُقُولَنَا نُصْحاً وَاَنْتَ مِنَ الرَّشَادِ عَدِیمٗ

(ہماری عقلوں میں اپنی نصیحتوں کے پیوند لگاتا ہے حالانکہ تو خود ہدایت سے محروم ہے)

حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ کا مقولہ ہے گناہ کرنے سے آدمی وہ علم بھی بھول جاتا ہے جو حاصل کر چکا تھا۔

حضرت ابو امامہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے (مومن سے مراد عالم ہے)

ابو العتاہیہ ؒ کے شعر ہیں۔

بَکٰی شَجْوَہُ الْاِسْلَامُ مِنْ عُلْمَائِہٖ فَمَا اَکْثَرَ ثُوْا لِمَارَاَوُمِنْ بُکَائِہٖ

اسلام اپنے علماء کے ہاتھوں رو رہا ہے مگر علماء کو اس کے آنسوؤں کی پرواہ نہیں

فَاَکْثَرُھُمْ مُسْتَقْبِحٌ بِصَوَابِ مَنْ یُّخَالِفُہٗ مُسْتَحْسِنٌ لِخَطَائِہٖ

اکثر علماء اپنے مخالف کے حق کی بھی برائی کرتے ہیں اور اپنی غلطی سراہتے رہتے ہیں

فَاَیُّھُمُ الْمَرْجُوُّ فِینَا لِدِینِہٖ وَاَیُّھُمُ الْمَوْثُوْقُ فِینَا بِرَاْیِہٖ

ایسی حالت میں ہم کس کی دینداری سے امید باندھیں اور کس کی رائے پر بھروسا کریں۔

منصور ؒ فقیہ نے کہا ہے

اِنَّ قَوْماً یَاْمُرُوْنَنَا بِالَّذِیْ لَا یَفْعَلُوْنَا

جو لوگ ہمیں تو حکم دیتے ہیں مگر خود عمل نہیں کرتے

لَمَجَانِیْنٌ وَاِنْ ھُمْ لَمْ یَکُوْنُوْا یَصْرَعُوْنَا

دیوانے ہیں اگرچہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوتے

(جامع بیان العلم و فضلہ)

جاہ و شہرت کے لئے طلب علم

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ اَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ اَوْ يَصْرِفَ بِهٖ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ (رواہ الترمذی)

حضرت کعب بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اس لئے علم حاصل کیا کہ عالموں سے مقابلہ کرے یا جاہلوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف جھکاوے اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔

ایک اور حدیث میں حضرت شفیا اصبحی ؒ نقل کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ گیا۔ وہاں حضرت ابو ہریرہ ؓ کے ارد گرد بڑا مجمع تھا جن سے حضرت ابو ہریرہ ؓ گفتگو فرما رہے تھے۔ جب لوگ چلے گئے اور تنہائی ہو گئی تو میں نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے ایسی حدیث بیان کرنے کی درخواست کی جو انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے خود سنی ہو اور اس کو اچھی طرح جانا اور سمجھا ہو۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے نقل کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک قیامت کے روز جن لوگوں کے متعلق سب سے پہلے فیصلہ دیا جائے گا ان میں ایک وہ شخص ہو گا جو (میدان جہاد میں قتل ہونے کی وجہ سے) شہید سمجھ لیا گیا تھا۔ قیامت کے دن اسے لایا جائے گا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کی پہچان کرائیں گے۔ جن کو وہ پہچان لے گا (یعنی وہ نعمتیں اسے یاد آجائیں گی جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دی تھیں)۔ اللہ جل شانہٗ اس سے سوال فرمائیں گے کہ تو نے ان نعمتوں کو کس کام میں لگایا؟۔ وہ عرض کرے گا میں نے آپ کے راستے میں یہاں تک جنگ لڑی کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ فرمائیں گے تو نے جھوٹ کہا (یعنی یہ کہنا تیرا غلط ہے کہ تو نے میرے لئے جنگ لڑی) بلکہ تو اس لئے لڑا کہ تیرے متعلق یہ کہا جائے کہ بہادر ہے، سو (دنیا میں) کہا جا چکا۔ اس کے بعد حکم ہو گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کر دی جائے گی۔

اور ایک وہ شخص بھی ان لوگوں میں ہو گا جن کے متعلق سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا

جس نے علم (دین) سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا' اس کو قیامت کے روز لایا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کی پہچان کرائیں گے۔ چنانچہ وہ پہچان لے گا' اس سے اللہ جل شانہ' فرمائیں گے کہ تو نے ان نعمتوں کو کس کام میں لگایا؟ وہ جواب دے گا کہ میں نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور آپ کی رضا کے لئے قرآن پڑھا۔ اللہ جل شانہ' فرمائیں گے تو نے جھوٹ بولا' بلکہ تو نے اس لئے علم حاصل کیا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن تو نے اس لئے پڑھا کہ تیرا نام ہو' سو (جو تیری خواہش تھی اس کے مطابق) کہا جا چکا۔ اس کے بعد حکم ہو گا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کر دی جائے گی۔

اور ایک وہ شخص بھی ان لوگوں میں سے ہو گا جن کا فیصلہ سب سے پہلے کیا جائے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا تھا اور مختلف قسم کی مالیات سے سرفراز فرمایا تھا۔ قیامت کے روز اسے لایا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے۔ چنانچہ وہ یاد کر لے گا اللہ جل شانہ' کا سوال ہو گا کہ تو نے ان نعمتوں کو کس کام میں لگایا؟ وہ کہے گا کہ کوئی ایسا مصرف خیر میں نے نہیں چھوڑا جس میں خرچ کرنا آپ کو محبوب ہو۔ ہر کار خیر میں 'مَیں نے آپ کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کیا۔ اللہ جل شانہ' فرمائیں گے کہ تو نے جھوٹ کہا (تو نے میرے لئے خرچ نہیں کیا) بلکہ اس لئے خرچ کیا کہ تیرے متعلق کہا جائے کہ سخی ہے چنانچہ کہا جا چکا (اور تیرا مقصد ہو گیا) اس کے بعد حکم ہو گا کہ اسے منہ کے بَل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کر دی جائے گی (مشکوٰۃ عن المسلم) اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اے ابو ہریرہ یہ تینوں اللہ کی مخلوق میں وہ پہلے آدمی ہوں گے جن سے قیامت کے روز دوزخ کی آگ دہکائی جائے گی۔

یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی مروی ہے اور اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ ؓ نے اس حدیث کی روایت کا ارادہ فرمایا تو (میدان حشر کے تصور سے) بے ہوش ہو گئے' ہوش آنے پر بیان کرنا چاہا تو دوبارہ بے ہوش ہو گئے پھر ہوش آیا اور تیسری بار بیان کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس بار بھی بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اور اس کے بعد جب پھر ہوش آیا تو بیان فرمائی۔

جب یہ حدیث حضرت معاویہ ؓ کے پاس پہنچی تو فرمایا کہ جب ان تین شخصوں کے ساتھ ایسا ہو گا تو ان کے علاوہ دوسرے اشخاص کے متعلق جن کی نیتیں اچھی نہ ہوں گی اچھا معاملہ ہونے کی کیا اُمید کی جائے' یہ فرما کر حضرت معاویہ اس قدر روئے کہ دیکھنے والوں نے یہ سمجھ لیا کہ آج ان کی جان جا کر رہے گی (فضائل علم)

اس سے پہلی حدیث میں دنیا کا مال و متاع' ساز و سامان حاصل کرنے کے لئے علم حاصل کرنے پر وعید ارشاد فرمائی۔ اور اس حدیث میں مال و سامان کے علاوہ دوسرے مقاصد کے لئے طلب علم کی مذمت فرمائی ہے اور اس کے اخروی عذاب سے آگاہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا چھوڑ کر علم حاصل کرنے کا ایک مقصد دیگر مقاصد کے علاوہ اپنی شہرت اور نام آوری اور قابلیت کی دھاک بٹھانا بھی ہوتا ہے۔ اس مقصد بد کی پاداش میں داخل دوزخ ہونے کی خبر حدیث شریف میں دی گئی ہے۔ جب طالب علم کے لئے یہ وعید ہے کہ جو عالموں کو نیچا دکھانے کے لئے یا جاہلوں کو بے وقوف بنانے یا شہرت حاصل کرنے کے لئے علم سیکھے گا وہ داخل دوزخ ہو گا (حالانکہ ابھی ان چیزوں کی نیت ہی کی ہے) تو جو علماء ان بدترین مقاصد کے لئے تقریر و تحریر اور مناظرو مباحثہ میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے تو یہ وعید بدرجہ اولیٰ ہو گی۔

علم بڑی مشکل سے حاصل ہوتا ہے بہت ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں' دکھ' تکلیف جھیلنا پڑتا ہے اگر سب کچھ جھیلا جائے اور رضائے الٰہی مقصود نہ ہوئی تو آخرت میں بڑے خسارہ اور نقصان کا سامنا ہو گا۔ قَالَ الزَّرْنُوجِيُّ وَيَنْبَغِيْ لِطَالِبِ الْعِلْمِ اَنْ يَّتَفَكَّرَ فِيْ ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ بِجُهْدٍ كَثِيْرٍ فَلَا يَصْرِفُهٗ اِلَى الدُّنْيَا الْحَقِيْرَةِ۔ الْقَلِيْلَةِ الْفَانِيَةِ۔

عالم کی مثال

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اس چیز کی مثال جس کو لے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے یعنی

الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ اَصَابَ اَرْضاً فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَا وَالْعَشَبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَتْ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً اُخْرٰى اِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تَمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَاءً فَذَالِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهٗ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْ فَعْ بِذَالِكَ رَاْساً وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ (متفق علیہ' مشکوٰۃ باب الاعتصام بالسنتہ)	ہدایت اور علم بہت زیادہ بارش کی طرح ہے جو کسی زمین کو پہنچی اس زمین کا ایک ٹکڑا زرخیز تھا اس نے پانی کو قبول کیا' اور گھاس اور بہت زیادہ سبزہ اگایا اور زمین کا ایک ٹکڑا سخت اور ناقابل پیداوار تھا اس نے پانی کو روکے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے لوگوں کو نفع پہنچایا۔ چنانچہ انہوں نے اس میں سے پیا اور پلایا اور کھیتی باڑی کی' اور بارش زمین کے ایک اور ٹکڑے کو پہنچی جو چٹیل میدان تھا۔ اس نے نہ پانی کو روکا (کہ دوسرے لوگ نفع اٹھاتے) اور نہ گھاس یا سبزہ اگایا۔ بس یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کی اور اس کو اس چیز نے نفع پہنچایا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ پس اس نے اس کو سیکھا اور سکھایا اور مثال ہے اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر نہیں اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول نہیں کیا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔

(بخاری، مسلم، مشکوۃ

فائدہ: صاحب مشکوۃ نے اس حدیث کو باب الاعتصام بالسنۃ میں نقل کیا ہے مگر امام بخاریؒ نے اس کو کتاب العلم میں بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں' علامہ قرطبی وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دین کو عام بارش سے تشبیہ دی ہے جس کی لوگوں کو

اپنی ضرورتوں میں حاجت ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے یہی حال لوگوں کا تھا کہ ان کو دین کی سخت ضرورت تھی۔ جس طرح بارش مردہ زمین میں زندگی ڈال دیتی ہے۔ اسی طرح دینی علوم مردہ قلوب کو زندگی سے آشنا کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ کی باتیں سننے والوں کو تین قسم کی زمین سے تشبیہ دی ہے کہ ہر قسم اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اثر لیتی ہے۔ چنانچہ جو عالم اپنے علم پر عمل بھی کرے اور دوسروں کو بھی علم سکھائے وہ تو عمدہ زرخیز زمین کی طرح ہے جو خود بھی سیراب ہوتی ہے اور سبزہ وغیرہ کے ذریعہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے اور وہ عالم جو علم کو جمع تو کرتا رہتا ہے مگر خود تو اس پر عمل نہیں کرتا اور نہ اس میں تفقہ حاصل کرتا ہے اس زمین کی طرح ہے جو پانی تو جمع کر لیتی ہے لوگ اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ اور وہ شخص جو بات کو سنے مگر نہ خود یاد رکھے نہ اس پر عمل کرے اور نہ دوسروں کو پہنچائے وہ ایسی سخت پتھریلی' چکنی زمین کی طرح ہے جو نہ خود پانی پیتی ہے نہ دوسروں کے لئے روکتی ہے (حاشیہ جامع بیان العلم مختصرا ص ۱۴ جلد ۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' اس امت کے عالم دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جسے خدا نے علم بخشا اس نے بے دریغ لوگوں کو سکھایا اس پر نہ سونا چاندی لیا اور نہ کوئی اور بدلہ چاہا۔ ایسے عالموں کے لئے آسمان کے پرند' زمین کے چرند' پانی کی مچھلیاں' کراماً کاتبین' سبھی دعا کرتے ہیں۔ اور دوسرا وہ ہے جسے خدا نے دولت علم عطا فرمائی مگر اس نے خدا کے بندوں سے بخل کیا اس پر سونا' چاندی لیا' دنیاوی نفع کا خواہش مند ہوا تو ایسا عالم قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے منہ میں آگ کی لگام چڑھی ہوگی (جامع بیان العلم وفضلہ ص ۳۸ جلد ۱ فضائل علم ومناقب علماء ص ۸۸)

قیامت کے روز پانچ سوال

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے دونوں قدم اس وقت تک (محاسبہ کی جگہ سے) نہیں ہٹ سکتے۔ جب تک

اَلْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اِكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَا ذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ ص ۲۳۵ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَاَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فِي التَّرْغِيْبِ ص ۱۲' جلد ۱

پانچ چیزوں کا مطالبہ نہ ہو جائے (اور ان کا معقول جواب نہ ملے) ۱۔ اپنی عمر کس کام میں خرچ کی' ۲۔ اپنی جوانی کس چیز میں خرچ کی' ۳۔ مال کہاں سے کمایا' ۴۔ اور کہاں خرچ کیا' ۵۔ اپنے علم میں کیا عمل کیا۔

اس حدیث کے ذیل میں مرشدی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

یہ حدیث پاک کئی صحابہ ؓ سے نقل کی گئی ہے۔ اس میں حضور اقدس ﷺ نے مختصر طریقہ سے قیامت کے محاسبوں کی فہرست شمار کردی اور ان میں سے ہر ہر چیز کے متعلق دوسری احادیث میں مختلف عنوانات سے ان پر تنبیہ فرمائی گئی ہے۔

آگے پانچویں مطالبے کے متعلق حضرت شیخ الحدیث ؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

پانچواں مطالبہ حدیث بالا میں جس کا قیامت کے میدان میں جواب دینا ہو گا یہ ہے کہ جو علم حق تعالیٰ شانہ' نے تمہیں عطا کیا تھا اس پر کس حد تک عمل کیا' کسی جرم کا معلوم نہ ہونا کوئی عذر نہیں' قانون سے ناواقفیت کسی عدالت میں بھی معتبر نہیں۔ کیونکہ اس کا معلوم کرنا اپنا فریضہ ہے۔ اور یہ بات کہ اللہ کا حکم معلوم نہیں تھا۔ مستقل جرم اور مستقل گناہ ہے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر مسلمان پر مذہبی علم سیکھنا فرض ہے لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ علم کے بعد کسی جرم کا کرنا زیادہ سخت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنے علم سے ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہا کرو۔ علم میں خیانت مال میں خیانت سے زیادہ سخت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ شانہ' کے یہاں اس کا مطالبہ ہو گا۔ اور یہ مضمون تو بہت سی احادیث میں ہے کہ

جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے وعظ فرمایا جس میں بعض قوموں کی تعریف فرمائی اور پھر یہ ارشاد فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ بعض قومیں اپنی پڑوسی قوموں کو تعلیم نہیں دیتیں، نہ ان کو نصیحت کرتی ہیں، نہ ان کو سمجھ دار بناتی ہیں، نہ ان کو اچھی باتوں کا حکم کرتی ہیں، نہ بری باتوں سے روکتی ہیں اور یہ کیا بات ہے کہ بعض قومیں اپنے پڑوسیوں سے نہ علم سیکھتی ہیں، نہ سمجھ سیکھتی ہیں، نہ نصیحت حاصل کرتی ہیں، یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں اور ان کو نصیحت کریں اور ان کو سمجھ دار بنائیں، اور دوسرے لوگ ان علم والوں سے ان چیزوں کو حاصل کریں اور اگر ایسا نہ ہوا تو خدا کی قسم میں ان سب کو دنیا ہی میں سخت سزا دوں گا۔ (آخرت کا قصہ الگ ہے)۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ منبر سے اُتر آئے۔ لوگوں میں اس کا چرچا ہوا کہ اس سے کون سی قومیں مراد ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اشعری قوم کے لوگ مراد ہیں کہ وہ اہل علم ہیں۔ اہل فقہ ہیں اور ان کے آس پاس کے رہنے والی قومیں جاہل ہیں۔

یہ خبر اشعری لوگوں کو پہنچی وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ نے بعض قوموں کی تو تعریف فرمائی اور ہم لوگوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا۔ حضور ﷺ نے اپنا پاک ارشاد ان کے سامنے فرمایا کہ یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں اور ان کو نصیحت کریں، ان کو سمجھ دار بنائیں، ان کو اچھی باتوں کا حکم کریں، بری باتوں سے منع کریں اور دوسرے لوگ ان سے ان چیزوں کو حاصل کریں، ورنہ میں دنیا ہی میں سخت سزا دوں گا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دوسروں کو کس طرح سمجھ دار بنائیں؟۔ تیسری بار حضورؐ نے پھر اپنا وہی حکم ارشاد فرمایا۔ انہوں نے یہی عرض کیا اور حضور اکرم ﷺ نے پھر بھی اپنا وہی حکم ارشاد فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اچھا ایک سال کی مہلت ہم کو دے دیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو پڑوسیوں کی تعلیم کے لئے ایک سال کی مہلت عطا فرما دی (ترغیب و مجمع الزوائد)

اس حدیث پاک اور حضور اقدس ﷺ کے اس عتاب سخت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو لوگ خود اہل علم ہیں، سمجھ دار ہیں، ان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے آس پاس کے رہنے والے جاہلوں کی تعلیم کی کوشش کریں۔ ان کا یہ خیال کہ جس کو غرض ہو گی خود سیکھے گا کافی نہیں۔ نہ سیکھنے کا مستقل مطالبہ اور مستقل گناہ ان کے ذمہ ہے۔ لیکن ان کو سکھانے کی ذمہ داری ان عالموں کی بھی ہے کہ یہ خود اس کی کوشش کریں۔ اس کی تدبیریں کریں کہ وہ علم سیکھیں۔ یہ بھی اپنے علم پر عمل کرنے میں داخل ہے کہ علم کے عمل میں اس کا سکھانا بھی داخل ہے۔ (ترغیب) حضور اقدس ﷺ سے جو دعائیں کثرت سے نقل کی گئی ہیں ان میں یہ دعا بھی بکثرت وارد ہے۔ کہ اے اللہ میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص (یعنی ایک نوع آدمیوں کی چاہے اس نوع کے کتنے ہی آدمی ہوں) لایا جائے گا اور اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا جس سے اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی اور وہ ان کے گرد اس طرح گھومے گا جیسا کہ چکی کا گدھا چکی کے گرد پھرتا ہے (یعنی جیسا کہ جانور گدھا، بیل وغیرہ آٹا پیسنے کی چکی کے چاروں طرف گھومتا ہے) جہنم کے لوگ اس کے چاروں طرف جمع ہو جائیں گے اور اس سے دریافت کریں گے تجھے کیا ہوا تو تو ہم کو بھی اچھی باتوں کا حکم کرتا تھا۔ بری باتوں سے روکتا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ میں تم کو اس کا حکم کرتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں نے شب معراج میں ایک جماعت کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ جہنم کی آگ کی قینچیوں سے کترے جا رہے ہیں۔ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟۔ انھوں نے بتایا کہ یہ آپ کی اُمت کے وہ واعظ ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ زبانیتہ ایسے پڑھے لکھوں کو جو فسق میں مبتلا ہوں کافروں سے بھی پہلے پکڑیں گے وہ کہیں گے یہ کیا ہوا کہ ہماری پکڑ کافروں سے بھی پہلے ہو رہی ہے ان کو جواب دیا جائے گا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے (ترغیب) یعنی تم نے باوجود جاننے کے یہ حرکتیں کیں۔ زبانیتہ فرشتوں کی وہ سخت ترین جماعت ہے جو لوگوں کو جہنم میں پھینکنے پر مامور ہے۔ سورۃ اقراء میں بھی ان کا ذکر ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ بعض جنتی بعض جہنمی لوگوں کے پاس جاکر کہیں گے کہ تمہیں کیا ہوا تم یہاں پڑے ہو ہم تو تمہاری ہی وجہ سے جنت میں گئے ہیں تم ہی سے ہم نے علم سیکھا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم دوسروں کو تو بتاتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ حضرت مالک بن دینار" حضرت حسن بصریؒ" کے ذریعہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص بھی وعظ کہتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس سے قیامت کے دن مطالبہ فرمائیں گے کہ اس کا کیا مقصد تھا (یعنی اس سے کوئی دنیوی غرض تھی مال و منفعت یا جاہ و شہرت یا خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے کہا تھا۔ حضرت مالک" کے شاگرد کہتے ہیں کہ مالک" جب اس حدیث کو بیان کرتے تو اتنا روتے کہ آواز نہ نکلتی۔ پھر یوں فرماتے کہ تم یوں سمجھتے ہو کہ وعظ سے میری آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے (یعنی میرا دل خوش ہوتا ہے) حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے قیامت کے دن اس کا سوال ہوگا کہ اس وعظ کا کیا مقصد تھا؟ (ترغیب) اس کے باوجود جو کہنے کی مجبوری ہے وہ ابھی گزر چکی ہے یعنی لوگوں کو علم سے روشناس کرنے کی ذمہ داری بھی ہے جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوا اور اشعری لوگوں کا قصہ ابھی گزرا۔ حضرت ابو الدرداءؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس کا خوف اور ڈر ہے کہ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے مجھے آواز دی جائے، میں عرض کروں۔ (لبیک ربی)۔ میرے رب میں حاضر ہوں۔ وہاں سے مطالبہ ہو کہ اپنے علم میں کیا عمل کیا تھا؟ ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سخت ترین عذاب والا وہ عالم ہے جس کے علم سے اس کو نفع نہ ہو۔ حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے قبیلہ قیس کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ میں نے جاکر دیکھا کہ وہ وحشی اونٹوں کی طرح سے ہیں۔ ان کا ہر وقت دھیان اپنے اونٹ اور بکری میں لگا رہتا ہے، ان کے سوا کوئی دوسرا فکر ہی ان کو نہیں (ہر وقت بس دنیا کے دھندوں میں لگے رہتے ہیں) میں وہاں سے واپس آگیا۔ حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا کر کے آئے؟ میں نے حضور اکرم ﷺ سے ان کا حال بیان کر دیا اور (دین سے) ان کی غفلت کی خبر سنائی۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا عمار اس سے زیادہ تعجب کی بات اُس قوم کی حالت ہے جو عالم ہونے کے باوجود (دین سے) ایسے ہی غافل ہو جیسا کہ یہ غافل ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ بعض آدمی جہنم میں ڈالے جائیں گے جن کی بدبو اور

تعفن سے جہنمی لوگ بھی پریشان ہو جائیں گے۔ وہ لوگ ان سے کہیں گے تمہارا کیا عمل ایسا تھا جس کی یہ نحوست ہے؟۔ ہمیں اپنی ہی مصیبت جس میں ہم مبتلا تھے کیا کم تھی' تمہاری اس بدبو نے اور بھی پریشان کر دیا۔ یہ لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے علم سے نفع نہیں اٹھاتے تھے (ترغیب) حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس امت پر زیادہ خوف منافق عالم کا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ منافق عالم کون ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زبان کا عالم اور عمل کا جاہل یعنی تقریر تو بڑی لچھے دار کرے مگر عمل کے نام صفر۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ تو ایسا نہ بن کہ علماء کے علم کا جمع کرنے والا ہو۔ حکیموں کے نادر کلام کا حامل ہو' مگر عمل میں احمق بے وقوفوں کی طرح ہو۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ علم عمل کے لئے آواز دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو وہ علم باقی رہتا ہے ورنہ وہ بھی چلا جاتا ہے یعنی علم ضائع ہو جاتا ہے۔ حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تین شخصوں پر بڑا رحم آتا ہے۔ ایک قوم کا سردار جو ذلیل ہو گیا ہو' دوسرا وہ غنی جو غنا کے بعد فقیر ہو گیا ہو' تیسرا وہ عالم جس سے دنیا کھیلتی ہو (یعنی دنیا کا طالب ہو) اور جو اس کا طالب ہو گا یہ ان سے کھیلے گی۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا عذاب دل کی موت ہے اور دل کی موت آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرنا ہے۔ کسی شاعر کا شعر ہے ؎

عَجِبْتُ لِمِبْتَاعِ الضَّلٰلَةِ بِالْهُدٰى وَمَنْ يَّشْتَرِىْ دُنْيَاهُ بِالدِّيْنِ اَعْجَبَا
وَاَعْجَبُ مِنْ هٰذَيْنِ مَنْ بَاعَ دِيْنَهٗ بِدُنْيَا سِوَاهُ فَهُوَ مِنْ دَيْنِ اَعْجَبُ

ترجمہ: مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے جو ہدایت کے بدلہ گمراہی خریدے اور اس سے زیادہ تعجب اس شخص پر ہے جو دین کے بدلہ دنیا خریدے اور ان دونوں سے زیادہ تعجب اس شخص پر ہے جو اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کے بدلے فروخت کر دے یعنی دنیا کا فائدہ تو دوسرے کو ہو اور دین ان کا ضائع اور برباد ہو۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو عالم دنیا دار ہو وہ احوال کے اعتبار سے جاہل سے زیادہ کمینہ ہے اور عذاب کے اعتبار سے زیادہ سختی میں مبتلا ہو گا۔ اور کامیاب اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقرب علمائے آخرت ہیں جن کی چند علامتیں ہیں۔

(۱) اپنے علم سے دنیا نہ کماتا ہو' عالم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت کا' اس

کے کمینہ پن کا' اس کے مکدر رہونے کا' اس کے جلد ختم ہو جانے کا اس کو احساس ہو' آخرت کی عظمت' اس کا ہمیشہ رہنا اس کی نعمتوں کی عمدگی کا احساس ہو۔ اور یہ بات اچھی طرح جانتا ہو کہ دنیا اور آخرت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ دو (۲) سوکنوں کی طرح ہیں جونسی ایک کو راضی کرے گا دوسری خفا ہو جائے گی۔ یہ دونوں ترازو کے پلڑوں کی طرح سے ہیں جونسا ایک پلڑا جھکے گا دوسرا ہلکا ہو جائے گا۔ دونوں میں مشرق مغرب کا فرق ہے جونسے ایک سے تو قریب ہو گا دوسرے سے دور ہو جائے گا۔ جو شخص دنیا کی حقارت کا اس کے گدلے پن کا اور اس بات کا احساس نہیں کرتا کہ دنیا کی لذتیں دونوں جہان کی تکلیفوں کے ساتھ منضم ہیں وہ فاسد العقل ہے۔ مشاہدہ اور تجربہ ان باتوں کا شاہد ہے۔ کہ دنیا کی لذتوں میں دنیا کی بھی تکلیف ہے اور آخرت کی تکلیف تو ہے ہی۔ پس جس شخص کو عقل ہی نہیں وہ عالم کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ جو شخص آخرت کی بڑائی اور اس کے ہمیشہ رہنے کو بھی نہیں جانتا ہے وہ تو کافر ہے۔ ایسا شخص کیسے عالم ہو سکتا ہے۔ جس کو ایمان بھی نصیب نہ ہو؟ اور جو شخص دنیا اور آخرت کا ایک دوسرے کی ضد ہونے کو نہیں جانتا اور دونوں کے درمیان جمع کرنے کی طمع میں ہے۔ وہ ایسی چیز میں طمع کر رہا ہے جو طمع کرنے کی چیز نہیں ہے۔ وہ شخص تمام انبیاء کی شریعت سے ناواقف ہے اور جو شخص ان سب چیزوں کو جاننے کے باوجود دنیا کو ترجیح دیتا ہے وہ شیطان کا قیدی ہے۔ جس کو شہوتوں نے ہلاک کر رکھا ہے اور بدبختی اس پر غالب ہے۔ جس کی یہ حالت ہو وہ علماء میں کیسے شمار ہو گا؟۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو عالم دنیا کی خواہش کو میری محبت پر ترجیح دیتا ہے اس کے ساتھ ادنیٰ سے ادنیٰ معاملہ میں یہ کرتا ہوں کہ اپنی مناجات کی لذت سے اس کو محروم کر دیتا ہوں (کہ میری یاد میں' میری دعا میں اس کو لذت نہیں آتی) اے داؤد ایسے عالم کا حال نہ پوچھ جس کو دنیا کا نشہ سوار ہو کہ میری محبت سے تجھ کو دور کر دے ایسے لوگ ڈاکو ہیں۔ اے داؤد جب تو کسی کو میرا طالب دیکھے تو اس کا خادم بن جا۔ اے داؤد جو شخص بھاگ کر میری طرف آتا ہے میں اس کو جہبذ (حاذق سمجھ دار) لکھ لیتا ہوں اور جس کو جہبذ لکھ دیتا ہوں اس کو عذاب نہیں کرتا۔ یحییٰ بن معاذ" کہتے ہیں کہ علم و حکمت سے جب دنیا طلب کی جائے تو ان کی رونق جاتی رہتی ہے۔ سعید بن المسیب" کہتے ہیں کہ جب کسی عالم کو دیکھو

کہ امراء کے یہاں پڑا رہتا ہے تو اس کو چور سمجھو۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس عالم کو دنیا میں محبت رکھنے والا دیکھو اپنے دین کے بارے میں اس کو متہم سمجھو۔ اس لئے کہ جس شخص کو جس سے محبت ہوتی ہے اسی میں گھسا کرتا ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جس کو گناہ میں لذت آتی ہو وہ اللہ کا عارف ہو سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں ذرا تردد نہیں کہ جو شخص دینا کو آخرت پر ترجیح دے وہ عارف نہیں ہو سکتا اور گناہ کرنے کا درجہ تو اس سے بہت زیادہ ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ صرف مال کی محبت نہ ہونے سے آخرت کا عالم نہیں ہوتا' جاہ کا درجہ اس کا نقصان مال سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

یعنی جتنی وعیدیں اوپر دنیا کے ترجیح دینے کی اور اس کی طلب کی گزری ہیں ان میں صرف مال کمانا ہی داخل نہیں' بلکہ جاہ کی طلب مال کی طلب کی بہ نسبت زیادہ داخل ہے اس لئے کہ جاہ طلبی کا نقصان ہے اور اس کی مضرت مال طلبی سے بھی زیادہ سخت ہے۔

(۲) دوسری علامت ہے کہ اس کے قول و فعل میں تعارض نہ ہو۔ دوسروں کو خیر کا حکم کرے اور خود اس پر عمل نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ (بقرہ ع ۵) کیا غضب ہے کہ دوسروں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:۔ كَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ (صف ع ۱) اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

حاتم اصمؒ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اس عالم سے زیادہ حسرت والا کوئی نہ ہو گا جس کی وجہ سے دوسروں نے علم سیکھا اور اس پر عمل کیا وہ تو کامیاب ہو گئے اور وہ خود عمل نہ کرنے کی وجہ سے ناکام رہا۔ ابن سماکؒ کہتے ہیں کتنے شخص ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے ہیں' خود اللہ تعالیٰ کو بھولتے ہیں دوسروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں خود اللہ تعالیٰ پر جرأت کرتے ہیں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتے ہیں' خود اللہ تعالیٰ سے دور ہیں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ سے بھاگتے ہیں۔ حضرت عبد الرحمن بن غنمؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے دس صحابہ کرامؓ نے یہ مضمون بیان کیا کہ ہم لوگ قبا کی مسجد میں بیٹھے ہوئے علم

حاصل کررہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ جتنا چاہے علم حاصل کرلو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اجر بغیر عمل کے نہیں ملتا۔

(۳) تیسری علامت یہ ہے کہ ایسے علوم میں مشغول ہو جو آخرت میں کام آنے والے ہوں' نیک کاموں میں رغبت پیدا کرنے والے ہوں' ایسے علوم سے احتراز کرے جن کا آخرت میں کوئی نفع نہیں ہے۔ یا نفع کم ہے۔ ہم لوگ اپنی نادانی سے ان کو بھی علم کہتے ہیں جن سے صرف دنیا کمانا مقصود ہو۔ حالانکہ وہ جہل مرکب ہے کہ ایسا شخص اپنے کو پڑھا لکھا سمجھنے لگتا ہے پھر اس کو دین کے علوم سیکھنے کا اہتمام بھی نہیں رہتا۔ جو شخص کچھ بھی پڑھا ہوا نہ ہو وہ کم سے کم اپنے آپ کو جاہل تو سمجھتا ہے۔ دین کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش تو کرتا ہے مگر جو اپنی جہالت کے باوجود اپنے کو عالم سمجھنے لگے وہ بڑے نقصان میں ہے۔

حاتم اصمؒ جو مشہور بزرگ اور حضرت شقیق بلخیؒ کے خاص شاگرد ہیں۔ ان سے ایک مرتبہ حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ حاتم کتنے دن سے تم میرے ساتھ ہو؟ انہوں نے عرض کیا تینتیس برس سے۔ فرمانے لگے کہ اتنے دنوں میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا؟ حاتمؒ نے عرض کیا آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ' اتنی طویل مدت میں صرف آٹھ مسئلے سیکھے میری تو عمر تمہارے ساتھ ضائع ہو گئی۔ حاتمؒ نے عرض کیا حضور صرف آٹھ ہی سیکھے ہیں جھوٹ تو بول نہیں سکتا۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا کہ بتاؤ وہ آٹھ مسئلے کیا ہیں؟ حاتمؒ نے عرض کیا۔

(الف) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کو کسی نہ کسی سے محبت ہے (بیوی سے' اولاد سے' مال سے' احباب سے وغیرہ وغیرہ) لیکن میں نے دیکھا کہ جب وہ قبر میں جاتا ہے تو اس کا محبوب اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے نیکیوں سے محبت کرلی تاکہ جب میں قبر میں جاؤں تو میرا محبوب بھی ساتھ ہی جائے اور مرنے کے بعد بھی مجھ سے جدا نہ ہو۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا بہت اچھا کیا۔

(ب) میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآن پاک میں دیکھا وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ الایہ (والنازعات ع ۲) اور جو شخص دنیا میں اپنے رب کے سامنے (آخرت) میں کھڑا ہونے سے

ڈرا ہو گا اور نفس کو حرام خواہش سے روکا ہو گا تو جنت اس کا ٹھکانہ ہو گا۔ میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق ہے۔ میں نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جم گیا۔

(ج) میں نے دنیا کو دیکھا کہ ہر شخص کے نزدیک جو چیز بہت قیمتی ہوتی ہے بہت محبوب ہوتی ہے وہ اس کو اٹھا کر بڑی احتیاط سے رکھتا ہے' اس کی حفاظت کرتا ہے پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (نحل ع ۱۳) جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے وہ ختم ہو جائے گا (خواہ وہ جاتا رہے یا تم مرجاؤ ہر حال میں وہ ختم ہو گا) اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے۔

اس آیت شریفہ کی وجہ سے جو چیز بھی میرے پاس ایسی کبھی ہوئی جس کی مجھے وقعت زیادہ ہوئی وہ پسند زیادہ آئی وہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دی تاکہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے۔

(د) میں نے ساری دنیا کو دیکھا کوئی شخص مال کی طرف (اپنی عزت اور بڑائی میں) لوٹتا ہے' کوئی حسب کی شرافت کی طرف کوئی اور فخر کی چیزوں کی طرف یعنی ان چیزوں کے ذریعہ سے اپنے اندر بڑائی پیدا کرتا ہے اور اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا:۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات ع ۲)۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اس بناء پر میں نے تقویٰ اختیار کر لیا کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک شریف بن جاؤں۔

(ہ) میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں۔ عیب جوئی کرتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں اور یہ سب کا سب حسد کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر حسد آتا ہے۔ میں نے حق تعالیٰ کا ارشاد دیکھا نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ الایہ (زخرف ع ۳) دنیوی زندگی میں روزی ہم نے ہی تقسیم کر رکھی ہے اور (اس تقسیم میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دے رکھی ہے تاکہ (اس کی وجہ سے) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (سب کے سب برابر ایک ہی نمونہ کے بن جائیں تو پھر کوئی کسی کا کام کیوں کرے' کیوں نوکری کرے اور اس سے دنیا کا نظام خراب ہو ہی جائے

گا) میں نے اس آیت شریفہ کی وجہ سے حسد کرنا چھوڑ دیا۔ ساری مخلوق سے بے تعلق ہو گیا اور میں نے جان لیا کہ روزی کا بانٹنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے وہ جس کے حصہ میں جتنا چاہے لگائے اس لئے لوگوں کی عداوت چھوڑ دی۔ اور یہ سمجھ لیا کہ کسی کے پاس مال کے زیادہ یا کم ہونے میں ان کے فعل کو زیادہ دخل نہیں ہے۔ یہ تو مالک الملک کی طرف سے ہے۔ اس لئے اب کسی پر غصہ ہی نہیں آتا۔

(و) میں نے دُنیا میں دیکھا کہ تقریباً ہر شخص کی کسی نہ کسی سے لڑائی ہے کسی نہ کسی سے دشمنی ہے۔ میں نے غور کیا تو دیکھا کہ حق تعالیٰ شانہ، نے فرمایا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا۔ شیطان بے شبہ تمہارا دشمن ہے پس اس کے ساتھ دشمنی ہی رکھو اس کو دوست نہ بناؤ' پس میں نے اپنی دشمنی کے لئے اسی کو چن لیا اور اس سے دور رہنے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں۔ اس لئے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کے دشمن ہونے کو فرما دیا تو میں نے اس کے علاوہ سے اپنی دشمنی ہٹا لی۔

(ز) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق روٹی کی طلب میں لگ رہی ہے اسی کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے اور ناجائز چیزیں اختیار کرتی ہے پھر میں نے دیکھا تو اللہ جل شانہ، کا ارشاد ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود ع ۱) اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔ میں نے دیکھا کہ میں بھی انہیں زمین پر چلنے والوں میں سے ایک ہوں' جن کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پس میں نے اپنے اوقات ان چیزوں میں مشغول کر لئے جو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہیں اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ تھی اس سے اپنے اوقات کو فارغ کر لیا۔

(ح) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کا اعتماد اور بھروسا کسی خاص ایسی چیز پر ہے جو خود مخلوق ہے۔ کوئی اپنی جائیداد پر بھروسہ کرتا ہے' کوئی اپنی تجارت پر اعتماد کرتا ہے' کوئی اپنی دستکاری پر نگاہ جمائے ہوئے ہے' کوئی اپنے بدن کی صحت اور قوت پر (کہ جب چاہے جس طرح چاہے کما لوں گا) اور ساری مخلوق ایسی چیزوں پر اعتماد کئے ہوئے ہے جو ان کی طرح خود مخلوق ہیں۔ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ (طلاق ع ۱) جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل

اور اعتماد کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ اس لئے میں نے بس اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرلیا۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا کہ حاتم تمہیں حق تعالیٰ شانہٗ توفیق عطا فرمائے' میں نے تورات' انجیل' زبور اور قرآن عظیم کے علوم کو دیکھا۔ میں نے سارے خیر کے کام ان ہی آٹھ مسائل کے اندر پائے پس جو ان آٹھوں پر عمل کرلے اس نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی چاروں کتابوں کے مضامین پر عمل کرلیا۔ اس قسم کے علوم کو علمائے آخرت ہی پا سکتے ہیں اور دنیا دار عالم تو مال اور جاہ کے ہی حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

(٤) چوتھی علامت آخرت کے علماء کی یہ ہے کہ کھانے پینے کی اور لباس کی عمدگیوں اور بہترائیوں کی طرف متوجہ نہ ہو۔ بلکہ ان چیزوں میں درمیانی رفتار اختیار کرے اور بزرگوں کے طرز کو اختیار کرے۔ ان چیزوں میں جتنا کمی کی طرف اس کا میلان بڑھے گا اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اتنا ہی اس کا قرب بڑھتا جائے گا اور علمائے آخرت میں اتنا ہی اس کا درجہ بلند ہوتا جائے گا۔ انہیں شیخ ابو حاتمؒ کا ایک عجیب قصہ جس کو شیخ ابو عبداللہ خواصؒ جو شیخ ابو حاتمؒ کے شاگردوں میں سے ہیں نقل کرتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت شیخ حاتمؒ کے ساتھ موضع "ری" میں جو ایک جگہ کا نام ہے گیا۔ تین سو بیس آدمی ہمارے ساتھ تھے ہم حج کے ارادہ سے جا رہے تھے سب متوکلین کی جماعت تھی۔ ان لوگوں کے پاس توشہ سامان وغیرہ کچھ نہ تھا۔ ری میں ایک معمولی خشک مزاج تاجر پر ہمارا گزر ہوا۔ اس نے سارے قافلہ کی دعوت کردی اور ہماری ایک رات کی مہمانی کی۔ دوسرے دن صبح کو وہ میزبان حضرت حاتمؒ سے کہنے لگا کہ یہاں ایک عالم بیمار ہیں مجھے ان کی عیادت کو اس وقت جانا ہے اگر آپ کی رغبت ہو تو آپ بھی چلیں۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا کہ بیمار کی عیادت تو ثواب ہے اور عالم کی تو زیارت بھی عبادت ہے۔ میں ضرور تمہارے ساتھ چلوں گا۔ یہ بیمار عالم اس موضع کے قاضی شیخ محمد بن مقاتلؒ تھے۔ جب ان کے مکان پر پہنچے تو حضرت حاتمؒ سوچ میں پڑ گئے کہ اللہ اکبر ایک عالم کا مکان اور ایسا اونچا محل۔ غرض ہم نے حاضری کی اجازت منگوائی اور جب اندر داخل ہوئے تو وہ اندر سے بھی نہایت خوشنما' نہایت وسیع پاکیزہ' جگہ جگہ پردے لٹک رہے۔ حضرت حاتمؒ ان سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے اور سوچ میں پڑے ہوئے تھے اتنے میں ہم قاضی صاحب کے قریب پہنچے تو وہ ایک نہایت نرم بستر پر آرام کر رہے تھے ایک غلام ان کے سرہانے پنکھا جھل رہے تھے وہ تاجر تو

سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گئے اور مزاج پرسی کی۔ حاتمؒ کھڑے رہے۔ قاضیؒ نے ان کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ قاضیؒ نے پوچھا آپ کو کچھ کہنا ہے؟۔ انہوں نے فرمایا ہاں ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہو۔ انہوں نے کہا آپ بیٹھ جائیں (غلاموں نے قاضیؒ کو سہارا دے کر اٹھایا کہ خود اٹھنا مشکل تھا) وہ بیٹھ گئے۔ حضرت حاتمؒ نے پوچھا کہ آپ نے علم کس سے حاصل کیا؟۔ انہوں نے فرمایا معتبر علماء سے۔ انہوں نے پوچھا کہ ان علماء نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضیؒ نے فرمایا کہ انہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ سے۔ حضرت حاتمؒ نے پوچھا کہ صحابہ کرامؓ نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضیؒ نے فرمایا حضور اقدس ﷺ سے۔ حضرت حاتمؒ نے کہا حضور اقدس ﷺ نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضیؒ 'حضرت جبرئیل علیہ السلام سے۔ حضرت حاتمؒ 'حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضیؒ 'اللہ تعالیٰ جل شانہ، سے۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا کہ جو علم حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حق تعالیٰ شانہ، سے لے کر حضور اقدس ﷺ تک پہنچایا اور حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو عطا فرمایا اور صحابہؓ نے معتبر علماء کو اور ان کے ذریعہ سے آپ تک پہنچا' اس میں کہیں یہ بھی وارد ہے کہ جس شخص کا جس قدر مکان اونچا اور بڑا ہو گا اس کا اتنا ہی درجہ اللہ تعالیٰ شانہ، کے یہاں بھی زیادہ ہو گا۔ قاضیؒ نے فرمایا کہ نہیں یہ اُس علم میں نہیں آیا۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا اگر یہ نہیں آیا تو پھر اس علم میں کیا آیا ہے؟ قاضیؒ نے فرمایا کہ اس میں یہ آیا ہے کہ جو شخص دنیا سے بے رغبت ہو' آخرت میں رغبت رکھتا ہو' فقراء کو محبوب رکھتا ہو' اپنی آخرت کے لئے اللہ کے یہاں ذخیرہ بھیجتا رہتا ہو۔ وہ شخص حق تعالیٰ شانہ' کے یہاں صاحب مرتبہ ہے۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا کہ پھر آپ نے کس کا اتباع اور پیروی کی۔ حضور اقدس ﷺ کی' حضور اقدس ﷺ کے صحابہؓ کی' متقی علماء کی یا فرعون اور نمرود کی؟ اے برے عالمو! تم جیسوں کو جاہل دنیا دار جو دنیا کے اوپر اوندھے گرنے والے ہیں دیکھ کہ یہ کہتے ہیں کہ جب عالموں کا یہ حال ہے تو ہم تو ان سے زیادہ برے ہوں گے۔

یہ کہہ کر حضرت حاتمؒ واپس چلے گئے اور قاضیؒ کے مرض میں اس گفتگو اور نصیحت کی وجہ سے اور بھی زیادہ اضافہ ہو گیا۔ لوگوں میں اس کا چرچا ہوا تو کسی نے حضرت حاتمؒ سے کہا کہ طنافسیؒ جو "قزوین" میں رہتے ہیں (قزوین' ری سے ستائیس فرسخ یعنی ۸۱ میل ہے) وہ ان سے بھی زیادہ

رئیسانہ شان سے رہتے ہیں۔ حضرت حاتمؒ (ان کو نصیحت کرنے کے ارادہ سے چل دیئے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو کہا کہ ایک عجمی آدمی ہے (جو عرب کا رہنے والا نہیں ہے) آپ سے یہ چاہتا ہے کہ آپ اس کو دین کی بالکل ابتداء سے یعنی نماز کی کنجی وضو سے تعلیم دیں۔ طنافسیؒ نے کہا بڑے شوق سے۔ یہ کہہ کر طنافسیؒ نے وضو کا پانی منگایا اور طنافسیؒ نے وضو کر کے بتایا کہ اس طرح وضو کیا جاتا ہے۔ حضرت حاتمؒ نے ان کے وضو کے بعد کہا کہ میں آپ کے سامنے وضو کرلوں تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ طنافسیؒ وضو کی جگہ سے اٹھ گئے اور حضرت حاتمؒ نے بیٹھ کر وضو کرنا شروع کیا اور دونوں ہاتھوں کو چار چار بار دھویا۔ طنافسیؒ نے کہا کہ یہ اسراف ہے۔ تین تین مرتبہ دھونا چاہئے۔ حضرت حاتمؒ نے کہا سبحان اللہ العظیم میرے ایک چلو پانی میں تو اسراف ہو گیا۔ اور یہ سب کچھ جو ساز و سامان میں تمہارے پاس دیکھ رہا ہوں اس میں اسراف نہ ہوا۔ جب طنافسیؒ کو خیال ہوا کہ ان کا مقصد سیکھنا نہیں تھا بلکہ یہ غرض تھی۔ اس کے بعد جب بغداد پہنچے اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو ان کے احوال کا علم ہوا تو وہ ان سے ملنے کے لئے تشریف لائے اور ان سے دریافت فرمایا کہ دنیا سے سلامتی کی کیا تدبیر ہے۔ حاتمؒ نے فرمایا کہ دنیا سے اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتے جب تک تم میں چار چیزیں نہ ہوں۔ ۱۔ لوگوں کی جہالت سے درگزر کرتے رہو' ۲۔ خود ان کے ساتھ کوئی حرکت جہالت کی نہ کرو' ۳۔ تمہارے پاس جو چیز ہو ان پر خرچ کرو' ۴۔ ان کے پاس جو چیز ہو اس کی امید نہ رکھو۔

اس کے بعد حضرت حاتمؒ مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کے لوگ خبر سُن کر ان کے پاس ملنے کے لئے جمع ہو گئے۔ انہوں نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا شہر ہے۔ کہنے لگے کہ اس میں حضور اکرم ﷺ کا محل کون سا تھا میں بھی وہاں جا کر دوگانہ ادا کروں۔ لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ کے تو محل نہیں تھا' بہت مختصر مکان تھا جو بہت نیچا تھا۔ کہنے لگے کہ صحابہ کرامؓ کے محل کہاں کہاں ہیں مجھے وہی دکھا دو۔ لوگوں نے کہا کہ صحابہؓ کے بھی محل نہیں تھے ان کے بھی چھوٹے مکانات زمین سے لگے ہوئے تھے۔ حاتمؒ نے کہا پھر یہ تو شہر فرعون کا شہر ہے۔ لوگوں نے ان کو پکڑ لیا (کہ یہ شخص مدینہ منورہ کی توہین کرتا ہے اور حضور ﷺ کے شہر کو فرعون کا شہر بتاتا ہے) اور پکڑ کر امیر مدینہ کے پاس لے گئے کہ یہ عجمی شخص مدینہ طیبہ کو فرعون کا شہر بتاتا ہے۔ امیر نے ان سے مطالبہ کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے

کہا کہ آپ جلدی نہ کریں پُوری بات سن لیں۔ میں ایک عجمی آدمی ہوں۔ میں جب اس شہر میں داخل ہوا تو میں نے پوچھا کہ یہ کس کا شہر ہے؟ پھر پورا قصہ اپنے سوال و جواب کا سنا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں یہ فرمایا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ الآیۃ (حزاب ع ۳)۔ ترجمہ:۔ تم لوگوں کے واسطے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو (یعنی کامل مومن ہو غرض ایسے شخص کے لئے رسول اللہ ﷺ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے (یعنی ہر بات میں یہ دیکھنا چاہیے کہ حضور اکرم ﷺ کا کیا معمول تھا اور اس کا اتباع کرنا چاہئے)

پس اب تم ہی بتاؤ کہ تم نے یہ حضور ﷺ کا اتباع کر رکھا ہے یا فرعون کا؟ اس پر لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا۔

یہاں سے ایک بات قابل لحاظ ہے کہ مباح چیزوں کے ساتھ لذت حاصل کرنا یا ان کی وسعت حرام یا ناجائز نہیں ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ان کی کثرت سے ان چیزوں کے ساتھ اُنس پیدا ہوتا ہے' ان چیزوں کی محبت دل میں ہو جاتی ہے۔ اور پھر اس کا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے اور ان کے فراہم کرنے کے لئے اسباب تلاش کرنا پڑتے ہیں۔ پیداوار اور آمدنی کے بڑھانے کی فکر ہوتی ہے اور جو شخص روپیہ بڑھانے کی فکر میں لگ جاتا ہے اُس کو دین کے بارہ میں مداہنت بھی کرنی پڑتی ہے۔ اس میں بسا اوقات گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔ اگر دنیا میں گھسنے کے بعد اُس سے محفوظ رہنا آسان ہوتا تو حضور اقدس ﷺ اتنے اہتمام سے دنیا سے بے رغبتی پر تنبیہ نہ فرماتے اور اتنی شدت سے اُس سے خود نہ بچتے کہ نقشین کُرتا بھی بدن مبارک پر سے اتار دیا۔

یحییٰ بن یزید نوفلیؒ نے حضرت امام مالکؒ کو ایک خط لکھا جس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد لکھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور پتلی روٹی استعمال کرتے ہیں اور نرم بستر پر آرام کرتے ہیں۔ دربان بھی آپ نے مقرر کر رکھا ہے۔ حالانکہ آپ اونچے علماء میں ہیں' دُور دُور سے لوگ سفر کر کے آپ کے پاس علم سیکھنے کے لئے آتے ہیں' آپ امام ہیں' مقتداء ہیں' لوگ آپ کا اتباع کرتے ہیں۔ آپ کو بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ محض مخلصانہ یہ خط

لکھ رہا ہوں' اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اس خط کی خبر نہیں ہے۔ فقط والسلام۔

حضرت امام مالکؒ نے اُس کا جواب تحریر فرمایا کہ تمہارا خط پہنچا جو میرے لئے نصیحت نامہ 'شفقت نامہ اور تنبیہ تھی۔ حق تعالیٰ شانہٗ تقویٰ کے ساتھ تمہیں متنفع فرمائے۔ اور اس نصیحت کی جزائے خیر عطا فرمائے اور مجھے حق تعالیٰ شانہٗ' عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ خوبیوں پر عمل اور برائیوں سے بچنا اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہو سکتا ہے۔ جو امور تم نے ذکر کئے یہ صحیح ہیں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے (لیکن یہ سب چیزیں جائز ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ۔ الایۃ (اعراف ع ٤) آپ یہ کہہ دیجئے کہ (یہ بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت (کپڑوں وغیرہ) کو جن کو اُس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیا اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا؟۔ اس کے بعد تحریر فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ ان امور کا اختیار نہ کرنا اختیار کرنے سے اولیٰ اور بہتر ہے۔ آئندہ بھی اپنے گرامی ناموں سے مجھے مشرف کرتے رہیں' میں بھی خط لکھتا رہوں گا۔ فقط والسلام۔

کتنی لطیف بات امام مالکؒ نے اختیار فرمائی کہ جواز کا فتویٰ بھی تحریر فرما دیا اور اس کا اقرار بھی فرما لیا کہ واقعی زیادہ بہتر ان امور کا ترک ہی تھا۔

(۵) پانچویں علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ سلاطین اور حکام سے دور رہیں (بلا ضرورت کے) ان کے پاس ہرگز نہ جائیں بلکہ وہ خود بھی آئیں تو ملاقات کم رکھیں۔ اس لئے کہ ان کے ساتھ میل جول ان کی خوشنودی رضاجوئی میں تکلف برتنے سے خالی نہ ہو گا۔ وہ لوگ اکثر ظالم اور ناجائز امور کا ارتکاب کرنے والے ہوتے ہیں جس پر انکار کرنا ضروری ہے۔ ان کے ظلم کا اظہار ان کے ناجائز فعل پر تنبیہ کرنا ضروری ہے اور اس پر سکوت دین میں مداہنت ہے اور اگر ان کی خوشنودی کے لئے ان کی تعریف کرنا پڑے' تو یہ صریح جھوٹ ہے اور ان کے مال کی طرف اگر طبیعت کو میلان ہوا اور طمع ہوئی تو ناجائز ہے۔ بہرحال ان کا اختلاط بہت سے مفاسد کی کنجی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص جنگل میں رہتا ہے وہ سخت مزاج ہو جاتا ہے اور جو شکار کے پیچھے لگ جاتا ہے وہ (سب چیز سے) غافل ہو جاتا ہے اور جو بادشاہ کے پاس آمد و رفت شروع کر دے وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ

کو فتنوں کی جگہ کھڑے ہونے سے بچاؤ۔ کسی نے پوچھا کہ فتنوں کی جگہ کون سی ہیں۔ فرمایا امراء کے دروازے کہ ان کے پاس جاکران کی غلط کاریوں کی تصدیق کرنی پڑتی ہے' اور ان کی تعریف میں ایسی باتیں کہنی پڑتی ہیں جو ان میں نہیں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بدترین علماء وہ ہیں جو حکام کے یہاں حاضری دیں اور بہترین حاکم وہ ہیں جو علماء کے یہاں حاضر ہوں۔ حضرت سمنونؒ جو (حضرت سری سقطیؒ کے اصحاب میں ہیں) کہتے ہیں کہ میں نے یہ سنا تھا کہ جب تم کسی عالم کو یہ سنو کہ وہ دنیا کی محبت رکھتا ہے تو اس شخص کو اپنے دین کے بارہ میں متہم سمجھو' میں نے اس کا خود تجربہ کیا۔ جب بھی میں بادشاہ کے یہاں گیا تو واپسی پر میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو اس پر میں نے ایک وبال پایا' حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ میں وہاں سخت گفتگو کرتا ہوں اور ان کی رائے کا سختی سے خلاف کرتا ہوں' وہاں کی کسی چیز سے متنفع نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہاں کا پانی بھی نہیں پیتا۔ ہمارے علماء بنو اسرائیل کے علماء سے بھی برے ہیں۔ کہ وہ حکام کے پاس جاکر ان کو گنجائشیں بتاتے ہیں' ان کی خوشنودی کی فکر کرتے ہیں' اگر وہ ان سے ان کی ذمہ داریاں صاف صاف بتائیں تو وہ لوگ ان کا جانا بھی گراں سمجھنے لگیں' اور یہ صاف صاف کہنا علماء کے لئے حق تعالیٰ شانہ، کے یہاں نجات کا سبب بن جائے۔ علماء کا سلاطین کے یہاں جانا ایک بہت بڑا فتنہ ہے اور شیطان کے اغوا کرنے کا ذریعہ ہے بالخصوص جس کو بولنا اچھا آتا ہو' اس کو شیطان یہ سمجھاتا ہے کہ تیرے جانے سے ان کی اصلاح ہوگی وہ اس کی وجہ سے ظلم سے بچیں گے اور دین کے شعائر کی حفاظت ہوگی' حتیٰ کہ آدمی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ان کے پاس جانا بھی کوئی دینی چیز ہے حالانکہ ان کے پاس جانے سے ان کی دلداری میں مداہنت کی باتیں کرنا اور ان کی بے جا تعریفیں کرنا پڑتی ہیں۔ جس میں دین کی ہلاکت ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت حسن بصریؒ کو لکھا کہ مجھے ایسے مناسب لوگوں کا پتہ بتاؤ جن سے میں اپنی اس خلافت کے کام میں مدد لوں۔ حضرت حسنؒ نے جواب میں لکھا کہ اہل دین تو تم تک نہ آئیں گے اور دنیاداروں کو تم اختیار نہ کروگے اور نہ کرنا چاہئے۔ یعنی حریص طمع لوگوں کو کہ وہ اپنے لالچ میں کام خراب کردیں گے اس لئے شریف النسب لوگوں سے کام لو' اس لئے کہ ان کی قومی شرافت ان کو اس بات سے روکے گی کہ وہ اپنی نسبی شرافت کو خیانت سے گندہ

کریں۔ یہ جواب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو لکھا جن کا زہد و تقویٰ، عدل و انصاف ضرب المثل حتیٰ کہ وہ عمر ثانی کہلاتے ہیں۔ یہ امام غزالیؒ کا ارشاد ہے لیکن اس ناکارہ کے خیال میں اگر کوئی دینی مجبوری ہو تو اپنے نفس کی حفاظت اور نگرانی کرتے ہوئے جانے میں مضائقہ نہیں بلکہ بسا اوقات دینی مصالح اور ضرورتوں کا تقاضا جانا ہی ہوتا ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ اپنی ذاتی غرض، ذاتی نفع، مال و جاہ کمانا مقصود نہ ہو بلکہ صرف مسلمانوں کی ضرورت ہو۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (بقرہ ع ۲۷) اور اللہ تعالیٰ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو (الگ الگ) جانتے ہیں۔

(٦) چھٹی علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ فتویٰ صادر کر دینے میں جلدی نہ کرے مسئلہ بتانے میں بہت احتیاط کرے۔ حتیٰ الوسع اگر کوئی دوسرا اہل ہو تو اس کے حوالہ کر دے۔ ابو حفص نیشاپوریؒ کہتے ہیں کہ عالم وہ ہے جو مسئلہ کے وقت اس سے خوف کرتا ہو کہ کل کو قیامت میں یہ جواب دہی کرنا پڑے گی کہ کہاں سے بتایا تھا؟ بعض علماء نے کہا ہے کہ صحابہ کرامؓ چار چیزوں سے بہت احتراز کرتے تھے۔ (۱) امامت کرنے سے، (۲) وصی بننے سے (یعنی کسی کی وصیت میں مال وغیرہ تقسیم کرنے سے، (۳) امانت رکھنے سے، (٤) فتویٰ دینے سے اور ان کا خصوصی مشغلہ پانچ چیزیں تھیں۔ (۱) قرآن پاک کی تلاوت، (۲) مساجد کا آباد کرنا، (۳) اللہ تعالیٰ کا ذکر، (٤) اچھی باتوں کی نصیحت کرنا، (٥) بری باتوں سے روکنا۔ ابن حصینؒ کہتے ہیں کہ بعض آدمی ایسے جلدی فتویٰ صادر کرتے ہیں کہ وہ مسئلہ اگر حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوتا تو سارے بدر والوں کو اکٹھا کر کے مشورہ کرتے۔ حضرت انسؓ اتنے جلیل القدر صحابی ہیں کہ دس برس حضور اکرم ﷺ کی خدمت کی جب ان سے مسئلہ دریافت کیا جاتا تو فرماتے کہ[1] مولانا الحسن سے دریافت کرو (یہ حضرت حسن بصریؒ مشہور فقہاء اور مشہور صوفیہ میں ہیں اور تابعی ہیں۔ حضرت انسؓ باوجود صحابی ہونے کے ان تابعی کا نام بتاتے اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ

---

(۱) سلوا مولانا الحسن، لفظ مولانا کہنے کا جو آج کل رواج عام ہے اس کی اصل بھی صحابی رسول کے قول سے معلوم ہو گئی (از ناقل)

سے جب مسئلہ دریافت کیا جاتا (حالانکہ وہ مشہور صحابی اور رئیس المفسرین ہیں) تو فرماتے کہ جابر بن زید ؒ (جو اہل فتویٰ تابعی ہیں) سے دریافت کرو اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ خود بڑے مشہور فقیہ صحابی ہیں۔ حضرت سعید بن المسیب ؒ (تابعی پر حوالہ فرمادیتے۔

(۷) ساتویں علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ اُس کو باطنی علم یعنی سلوک کا اہتمام بہت زیادہ ہو۔ اپنی اصلاح قلب میں بہت زیادہ کوشش کرنے والا ہو کہ یہ علوم ظاہریہ میں بھی ترقی کا ذریعہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو اپنے عِلم پر عمل کرے حق تعالیٰ شانہ‘ اس کو ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جو اس نے نہیں پڑھیں۔ پہلے انبیاء کی کتابوں میں ہے کہ اے بنی اسرائیل تم یہ مت کہو کہ علوم آسمان پر ہیں اُن کو کون اتارے یا وہ زمین کی جڑوں میں ہیں ان کو کون اوپر لائے یا وہ سمندروں کے پار ہیں کون ان پر گزرے تاکہ ان کو لائے۔ علوم تمہارے دلوں کے اندر ہیں تم میرے سامنے روحانی ہستیوں کے آداب کے ساتھ رہو‘ صدیقین کے اخلاق اختیار کرو‘ میں تمہارے دلوں میں سے علوم کو ظاہر کردوں گا۔ یہاں تک کہ وہ علوم تم کو گھیرلیں گے اور تم کو ڈھانک لیں گے اور تجربہ بھی اس کا شاہد ہے کہ اہل اللہ کو حق تعالیٰ شانہ‘ وہ علوم اور معارف عطا فرماتا ہے کہ کتابوں میں تلاش سے بھی نہیں ملتے۔

حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد جس کو حق تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں کہ میرا بندہ کسی ایسی چیز کے ساتھ مجھ سے تقرب حاصل نہیں کرسکتا جو مجھے زیادہ محبوب ہو ان چیزوں سے جو میں نے اُس پر فرض کیں (جیسا کہ نماز‘ زکوٰۃ‘ روزہ‘ حج وغیرہ یعنی جتنا تقرب فرائض کے اچھی طرح ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ ایسا تقرب دوسری چیزوں سے نہیں ہوتا۔ اور بندہ نوافل کے ساتھ بھی میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے‘ اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے‘ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے‘ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو پورا کرتا ہوں‘ اور وہ کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو اس کو پناہ دیتا ہوں۔

یعنی اس کا چلنا پھرنا' دیکھنا سننا سب کام میری رضا کے مطابق ہو جاتے ہیں اور بعض حدیثوں میں اس کے ساتھ یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھ سے اعلان جنگ کرتا ہے اور چونکہ اولیاء اللہ کا غور و فکر سب ہی حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن پاک کے دقیق علوم ان کے قلوب پر منکشف ہو جاتے ہیں' اُس کے اسرار ان پر واضح ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص ایسے لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر کے ساتھ ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور ہر شخص کو اس میں سے حسب توفیق اتنا حصہ ملتا ہے جتنا کہ عمل میں اس کا اہتمام اور اس کی کوشش ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک بڑی طویل حدیث میں علمائے آخرت کا حال بیان فرمایا ہے جس کو ابن قیمؒ نے مفتاح دار السعادۃ میں اور ابو نعیمؒ نے حلیہ میں ذکر فرمایا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ قلوب بمنزلہ برتن کے ہیں' اور بہترین قلوب وہ ہیں جو خیر کو زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہیں۔ علم کا جمع کرنا مال کے جمع کرنے سے بہتر ہے کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تجھ کو حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے مال کا نفع اس کے زائل ہونے (خرچ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے لیکن علم کا نفع ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتا ہے (عالم کے انتقال سے بھی ختم نہیں ہوتا کہ اس کے ارشادات باقی رہتے ہیں)۔ پھر حضرت علیؓ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ میرے سینے میں علوم ہیں کاش اس کے اہل ملتے مگر میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو دین کے اسباب کو دنیا طلبی میں خرچ کرتے ہیں یا ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو لذتوں میں منہمک ہیں۔ شہوتوں کی طلب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں یا مال کے جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ غرض یہ طویل مضمون ہے جس کے چند فقرے یہاں نقل کئے ہیں۔

۸) آٹھویں علامت یہ ہے کہ اُس کا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ بڑھا ہوا ہو اور اس کا بہت زیادہ اہتمام اس کو ہو۔ یقین ہی اصل راس المال ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ یقین ہی پورا ایمان ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ یقین کو سیکھو اور اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یقین والوں کے پاس اہتمام سے بیٹھو' ان کا اتباع کرو' تاکہ اس کی برکت سے تم میں یقین کی پختگی پیدا ہو اس کو حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرت کاملہ اور

صفات کا ایسا ہی یقین ہو جیسا کہ چاند سورج کے وجود کا۔ وہ اس کا کامل یقین رکھتا ہو کہ ہر چیز کا کرنے والا صرف وہی ایک پاک ذات ہے' اور یہ دنیا کے سارے اسباب اس کے ارادہ کے ساتھ مسخر ہیں' جیسا کہ مارنے والے کے ہاتھ میں لکڑی کہ اس میں لکڑی کو کوئی شخص بھی دخیل نہیں سمجھتا' اور جب یہ پختہ ہو جائے گا تو اس کو توکل رضا اور تسلیم سہل ہو جائے گی۔ نیز اس کو اس کا پختہ یقین ہو کہ روزی کا ذمہ صرف اللہ جل شانہٗ کا ہے اور اس نے ہر شخص کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے' جو اُس کے مقدر میں ہے وہ اس کو بہرحال مل کر رہے گا' اور جو مقدر میں نہیں ہے وہ کسی حال میں بھی نہ مل سکے گا اور جب اس کا یقین پختہ ہو جائے گا تو روزی کی طلب میں اعتدال پیدا ہو جائے گا۔ حرص اور طمع جاتی رہے گی جو چیز میسر نہ ہو گی اس پر رنج نہ ہو گا۔ نیز اس کو اس کا یقین ہو کہ اللہ جل شانہٗ' ہر بھلائی اور برائی کا ہر وقت دیکھنے والا ہے۔ ایک ذرہ کے برابر کوئی نیکی یا برائی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے' اور اس کا بدلہ نیک یا بد ضرور ملے گا۔ وہ نیک کام کے کرنے پر ثواب کا ایسا ہی یقین رکھتا ہو جیسا کہ روٹی کھانے سے پیٹ بھرنا' اور برے کام پر عذاب کو ایسا ہی یقین سمجھتا ہو جیسا کہ سانپ کے کاٹنے سے زہر کا چڑھنا (وہ نیکی کی طرف ایسا ہی مائل ہو جیسا کہ کھانے پینے کی طرف اور گناہ سے ایسا ہی ڈرتا ہو جیسا کہ سانپ' بچھو سے اور جب یہ پختہ ہو جائے گا تو ہر نیکی کے کمانے کی اس کو پوری رغبت ہو گی اور ہر برائی سے بچنے کا پورا اہتمام ہو گا۔

(۹) نویں علامت یہ ہے کہ اُس کی ہر حرکت و سکون سے اللہ جل شانہٗ کا خوف ٹپکتا ہو اس کی عظمت و جلال اور ہیبت کا اثر اس شخص کی ہر ادا سے ظاہر ہوتا ہو۔ اس کے لباس سے' اس کی عادات سے' اس کے بولنے سے' اس کے چپ رہنے سے' حتیٰ کہ ہر حرکت اور سکون سے' یہ بات ظاہر ہوتی ہو اس کی صورت دیکھنے سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی یاد تازہ ہوتی ہو' سکون' وقار' مسکنت' تواضع اس کی طبیعت بن گیا ہو' بے ہودہ گوئی' لغو کلامی' تکلف سے باتیں کرنے سے گریز کرتا ہو کہ یہ چیزیں فخر اور اکڑ کی علامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ' سے بے خوفی کی دلیل ہیں۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ علم سیکھو اور علم کے لئے سکون اور وقار سیکھو جس سے علم حاصل کرو اس کے سامنے نہایت تواضع سے رہو' جابر علماء میں سے نہ بنو۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری اُمت کے بہترین افراد وہ ہیں جو مجمع میں اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت سے خوش رہتے ہوں اور تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے روتے ہوں ان کے بدن زمین پر رہتے ہوں اور ان کے دل آسمان کی طرف لگے رہتے ہوں۔ حضور اقدس ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ناجائز امور سے بچنا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ذکر سے تیری زبان تر و تازہ رہے۔ کسی نے پوچھا کہ بہترین ساتھی کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ اگر تو نیک کام سے غفلت کرے تو وہ تجھے متنبہ کر دے اور اگر تجھے خود یاد ہو تو اس میں تیری اعانت کرے۔ کسی نے پوچھا کہ برا ساتھی کون ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وہ شخص ہے کہ اگر تجھے نیک کام سے غفلت ہو تو وہ متنبہ نہ کرے اور تو خود کرنا چاہے تو اس میں تیری اعانت نہ کرے۔ کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ڈرنے والا ہو۔ کسی نے پوچھا کہ ہم کن لوگوں کے پاس زیادہ تر اپنی نشست رکھیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جن کی صورت سے اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ آخرت میں زیادہ بے فکر وہ شخص ہو گا جو دُنیا میں فکر مند رہا ہو اور آخرت میں زیادہ ہنسنے والا وہ ہو گا جو دنیا میں زیادہ رونے والا ہو۔

(۱۰) دسویں علامت یہ ہے کہ اس کا زیادہ اہتمام ان مسائل سے ہو جو اعمال سے تعلق رکھتے ہیں، جائز ناجائز سے تعلق رکھتے ہیں۔ فلاں عمل کرنا ضروری، فلاں عمل سے بچنا ضروری ہے۔ اس چیز سے فلاں عمل ضائع ہو جاتا ہے (مثلاً فلاں چیز سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، مسواک کرنے سے یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ) ایسے علوم سے زیادہ بحث نہ کرتا ہو جو محض دماغی تفریحات اور تفریعات ہوں تاکہ لوگ اُس کو محقق سمجھیں، حکیم اور فلاسفر سمجھیں۔

(۱۱) گیارہویں علامت یہ ہے کہ اپنے علوم میں بصیرت کے ساتھ نظر کرنے والا محض لوگوں کی تقلید میں اور اتباع میں اُن کا قائل نہ بن جائے۔ اصل اتباع حضور اقدس

کے پاک ارشادات کا ہے اور اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ کا اتباع ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے افعال کو دیکھنے والے ہیں اور جب اصل اتباع حضور ﷺ ہی کا ہے تو حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کے جمع کرنے میں اُن پر غور و فکر میں بہت زیادہ اہتمام کرے۔

(۱۲) بارہویں علامت بدعات سے بہت شدت اور اہتمام سے بچنا ہے۔ کسی کام پر آدمیوں کی کثرت کا جمع ہو جانا کوئی معتبر چیز نہیں ہے بلکہ اصل اتباع حضور اکرم ﷺ کا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا کیا معمول رہا ہے اور اس کے لئے ان حضرات کے معمولات اور احوال کا تتبع اور تلاش کرنا اور اس میں منہمک رہنا ضروری ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ دو شخص بدعتی ہیں جنہوں نے اسلام میں دو بدعتیں جاری کیں۔ ایک وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ دین وہ ہے جو اُس نے سمجھا ہے اور جو اُس کی رائے کی موافقت کرتا ہے وہی ناجی ہے۔ دوسرا وہ شخص جو دنیا کی پرستش کرتا ہے۔ اُسی کا طالب ہے' دُنیا کمانے والوں سے خوش ہوتا ہے اور جو دنیا نہ کماوے اس سے خفا ہوتا ہے۔ ان دونوں آدمیوں کو جہنم کے لئے چھوڑ دو اور جس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ نے ان دونوں سے محفوظ رکھا ہو وہ پہلے اکابر کا اتباع کرنے والا ہے ان کے احوال اور طریقہ کی پیروی کرنے والا ہے اس کے لئے انشاء اللہ بہت بڑا اجر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ اس وقت خواہشات علم کے تابع ہیں۔ لیکن عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ علم خواہشات کے تابع ہو گا یعنی جن چیزوں کو اپنا دل چاہے گا وہی علوم سے ثابت کی جائیں گی۔ بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں شیطان نے اپنے لشکروں کو چاروں طرف بھیجا۔ وہ سب کے سب پھر پھرا کر نہایت پریشان حال تھکے ہوئے واپس ہوئے۔ اس نے پوچھا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ان لوگوں نے تو ہم کو پریشان کر دیا' ہمارا کچھ بھی اثر ان پر نہیں ہوتا ہم ان کی وجہ سے بڑی مشقت میں پڑ گئے۔ اُس نے کہا کہ گھبراؤ نہیں یہ لوگ اپنے نبی ﷺ کے صحبت یافتہ ہیں۔ ان پر تمہارا اثر مشکل ہے۔ عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن سے تمہارے مقاصد پورے ہوں گے۔ اُس کے بعد تابعین کے زمانہ میں اس نے اپنے لشکروں کو سب طرف پھیلایا

وہ سب کے سب اس وقت بھی پریشان حال واپس ہوئے اس نے پوچھا کیا حال ہے۔ کہنے لگے کہ ان لوگوں نے تو ہمیں دق کر دیا۔ یہ عجیب قسم کے لوگ ہیں کہ ہماری اغراض ان سے کچھ پوری ہو جاتی ہیں مگر جب شام ہوتی ہے تو اپنے گناہوں سے ایسی توبہ کرتے ہیں کہ ہمارا سارا کیا کرایا برباد ہو جاتا ہے۔ شیطان نے کہا کہ گھبراؤ نہیں عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی وہ اپنی خواہشات میں دین سمجھ کر ایسے گرفتار ہوں گے کہ ان کو توبہ کی بھی توفیق نہ ہو گی۔ وہ بد دینی کو دین سمجھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد میں شیطان نے ان لوگوں کے لئے ایسی بدعات نکال دیں جن کو وہ دین سمجھنے لگے اُس سے ان کو توبہ کیسے نصیب ہو۔ یہ بارہ علامات مختصر طریقہ سے ذکر کی گئی ہیں۔ جن کو علامہ غزالیؒ نے تفصیل سے ذکر کیا ہے اس لئے علماء کو اپنے محاسبہ کے دن سے خاص طور سے ڈرنے کی ضرورت ہے کہ ان کا محاسبہ بھی سخت ہے ان کی ذمہ داری بھی بڑھی ہوئی ہے۔ اور قیامت کا دن جس میں یہ محاسبہ ہو گا' بڑا سخت دن ہو گا' اللہ تعالیٰ شانہٗ محض اپنے فضل و کرم سے اُس دن کی سختی سے محفوظ رکھے (فضائل صدقات)

علامہ ابن عبد البرؒ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک مناجات یہ بھی تھی خدایا اس علم سے تیری پناہ جو نفع نہ پہنچائے' اس دعا سے تیری پناہ جو قبول نہ ہو' اس دل سے تیری پناہ جو نرم نہ ہو' اس نفس سے تیری پناہ جو سیر نہ ہو' خدایا ان چاروں سے تیری پناہ۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم نافع کی آرزو کرو' اور بے فائدہ علم سے پناہ مانگو۔

حضرت اُم سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ صبح بیدار ہو کر یہ دعا مانگتے تھے خدایا مجھے علم نافع' رزق طیب' اور عمل مقبول عطا فرما۔

حضرت ابو الدرداؓ کہتے ہیں کہ قیامت میں خدا کے سامنے سب سے بدتر وہ عالم ہو گا جو اپنے علم سے نفع نہیں اُٹھاتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں قیامت کے روز سب سے

سخت عذاب اس عالم پر ہو گا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا قول ہے علم ناپید اکنار سمندر ہے۔ لہٰذا اس میں سے اتنا چن لو جتنا کام کا دیکھو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا مقولہ ہے جس علم سے نفع نہیں اٹھایا جاتا اس کی مثال اس خزانہ کی ہے جو راہ خدا میں خرچ نہیں کیا جاتا (ابن عبد البر فی جامع بیان العلم وفضلہ)

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔

یَهْتِفُ الْعِلْمُ بِالْعَمَلِ فَاِنْ اَجَابَهٗ وَاِلَّا اِرْتَحَلَ۔ علم والے کو علم عمل کے لئے پکارتا ہے۔ اگر اس نے پکار سُن لی تو خیر ورنہ علم چل دیتا ہے (احیاء العلوم)

نَسْئَلُ اللّٰهَ عِلْماً نَافِعاً وَعَمَلاً مُتَقَبَّلاً وَنَعُوْذُبِهٖ مِنْ عِلْمٍ یَكُوْنُ وَبَالاً۔

حضرت ابراہیم بن عینیہؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ پشیمانی والا کون ہے انہوں نے جواب دیا کہ دنیا میں وہ شخص ہے جس نے ناشکری کے ساتھ احسان کیا اور موت کے وقت وہ عالم جس نے عمل میں کوتاہی کی۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ مجھے تین شخصوں کی بدحالی پر رحم آتا ہے (۱) کسی قوم کا وہ معزز آدمی جو ذلیل ہو گیا' (۲) وہ مالدار جو تنگ دست ہو گیا' (۳) وہ عالم جسے دنیا اپنا کھلونا بنائے ہوئے ہے (احیاء العلوم)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ وَمَاذَا عَمِلَ فِیْمَا عَلِمَ (یعنی قیامت کے ضروری پانچ سوالات میں سے یہ بھی ہے کہ جو کچھ علم تھا اس پر کیا عمل کیا) یہ طرز بیان اس لئے اختیار کیا گیا کہ ہر شخص کو علم پر عمل کرنے کی ذمہ داری کا احساس ہو جائے اور کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ عمل کی ذمہ داری صرف انہی حضرات پر ہے جو کسی مدرسہ سے فارغ التحصیل اور سند یافتہ ہوں تھوڑا بہت علم تو سب ہی کو ہے' اور ہر ایک سے اپنے اپنے علم کے متعلق سوال ہو گا۔

اس نکتہ کو خصوصیت کے ساتھ ہم نے اس لئے واضح کیا ہے کہ عموماً اہل زمانہ جب کسی عالم کی ذرا سی لغزش دیکھتے ہیں تو فوراً بول اٹھتے ہیں کہ فلاں عالم صاحب جانتے ہوئے بھی بے عمل ہیں، علم کا جو سوال ہو گا اس سے نہیں ڈرتے۔ حالانکہ اعتراض کرنے والے بھی جو کچھ

جانتے ہیں اس کی جواب دہی سے غافل ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم سے تو لاعلمی میں گناہ ہو جاتے ہیں اور علماء تو جانتے ہیں وہ کیوں بے عمل ہیں؟ جواب یہ ہے کہ آپ جن احکام کو جانتے ہیں ان کی خلاف ورزی کرنے میں تو بے عمل عالم اور آپ برابر ہیں۔ اور جن احکام کی خلاف ورزی علم نہ ہونے کی وجہ سے آپ کرتے ہیں' ان کے متعلق تو آپ دو سوالوں کا جواب دینے کے لئے تیار رہیں ایک یہ کہ احکام و مسائل کیوں نہ معلوم کئے' جاہل کیوں رہ گئے اور دوسرا سوال یہ کہ احکام کی خلاف ورزی کر کے مرتکب گناہ کیوں ہوئے؟ لاعلمی عذر نہیں ہے جو گناہ کی پاداش سے بچا لے علماء کو صرف ایک ہی سوال کا جواب دینا ہو گا یعنی صرف عمل کا' اور جاہلوں سے دوہرا سوال ہو گا (فضائل علم)

حصول مال کے لئے قرآن پڑھنا

عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُراٰنَ يَتَاكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

بریدہؓ نے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے کھاوے لوگوں سے قیامت کے دن وہ ایسی حالات میں آئے گا کہ اس کا چہرہ محض ہڈی ہو گا جس پر گوشت نہ ہو گا۔

اس حدیث کے فائدے میں مرشدی حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلب دنیا کی غرض سے پڑھتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی و عربی ہر طرح کے لوگ ہیں جس طرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو' عنقریب ایک جماعت آنے والی ہے جو قرآن شریف کے حروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے یعنی خوب سنواریں گے۔ ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست کریں گے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلف کریں گے۔ اور یہ سب دنیا کے واسطے ہو گا' آخرت سے ان لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ

ہو گا' مقصد یہ ہے کہ محض خوش آوازی بیکار ہے جب کہ اس میں اخلاص نہ ہو' محض دنیا کمانے کے واسطے کیا جاوے' چہرہ پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے اشرف الاشیاء کو ذلیل چیز کمانے کا ذریعہ کیا تو اشرف الاعضاء چہرہ کو رونق سے محروم کر دیا جاوے گا۔ عمران بن حصین ؓ کا ایک واعظ پر گزر ہوا جو تلاوت کے بعد لوگوں سے کچھ طلب کر رہا تھا یہ دیکھ کر انہوں نے اِنَّا لِلّٰه پڑھی اور فرمایا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص تلاوت کرے اس کو جو مانگنا ہو اللہ سے مانگے' عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو پڑھنے کے بعد لوگوں سے بھیک مانگیں گے' مشائخ سے منقول ہے کہ جو شخص علم کے ذریعے سے دنیا کماوے اس کی مثال ایسی ہے کہ جوتے کو اپنے رخسار سے صاف کرے اس میں شک نہیں کہ جوتا تو صاف ہو جائے گا مگر چہرہ سے صاف کرنا حماقت کی منتہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدٰى۔ الآیۃ (یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی ہے۔ پس نہ ان کی تجارت کچھ نفع والی ہے اور نہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں) اُبی بن کعب ؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن شریف کی ایک سورت پڑھائی تھی اس نے ایک کمان مجھے ہدیہ کے طور پر دی۔ میں نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی ایک کمان تو نے لے لی۔ اسی طرح کا واقعہ عبادۃ بن الصامت ؓ نے اپنے متعلق نقل کیا اور حضور اکرم ﷺ کا جواب یہ نقل کیا کہ جہنم کی ایک چنگاری اپنے مونڈھوں کے درمیان لٹکا دی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر تو چاہے کہ جہنم کا ایک طوق گلے میں ڈالے تو اس کو قبول کر لے۔

یہاں پہنچ کر میں ان حفاظ کی خدمت میں جن کا مقصود قرآن شریف کے مکتبوں سے فقط پیسہ ہی کمانا ہے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ لِلّٰه اپنے منصب اور اپنی ذمہ داری کا لحاظ کیجئے جو لوگ آپ کی بدنیتوں کے حملہ کی وجہ سے کلام مجید پڑھنا یا حفظ کرانا بند کراتے ہیں' اس کے وبال میں وہ تنہا گرفتار نہیں' خود آپ لوگ بھی اس کے جواب دہ اور قرآن پاک کے بند کرنے والوں میں شریک ہیں۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اشاعت کرنے والے ہیں لیکن در حقیقت اس اشاعت کے روکنے والے ہم ہی لوگ ہیں جن کی بد اطواریاں اور بدنیتیاں دنیا کو مجبور کر

رہی ہیں کہ وہ قرآن پاک ہی کو چھوڑ بیٹھیں۔ علماء نے تعلیم کی تنخواہ کو اِس لئے جائز نہیں فرمایا کہ ہم لوگ اِسی کو مقصود بنالیں۔ بلکہ حقیقتاً مدرسین کی اصل غرض صرف تعلیم اور اشاعت علم و قرآن شریف ہونے کی ضرورت ہے اور تنخواہ اس کا معاوضہ نہیں بلکہ رفع ضرورت کی ایک صورت ہے جس کو مجبوراً اور اضطرار کی وجہ سے اختیار کیا گیا۔

(فضائل قرآن مجید)

قرآن پڑھ کر بھول جانا

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَاھَدُوْا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَھُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیاً مِّنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِھَا (رواہ البخاری و مسلم)

ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی خبر گیری کیا کرو قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآن پاک جلد نکل جانے والا ہے۔ سینوں سے بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسیوں کے۔

اس کی شرح میں مرشدی حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی اگر آدمی جانور کی حفاظت سے غافل ہو جاوے اور وہ رسی سے نکل جاوے تو بھاگ جاوے گا۔ اسی طرح کلام پاک کی اگر حفاظت نہ کی جاوے تو وہ بھی یاد نہیں رہے گا اور بھول جاوے گا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ یاد ہو جانا در حقیقت یہ خود قرآن شریف کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے ورنہ اس سے آدھی تہائی مقدار کی کتاب بھی یاد ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ قریب بہ محال ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے اس کے یاد ہو جانے کو سورۃ قمر میں بطور احسان کے ذکر فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہہ فرمائی۔ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ۔ کہ ہم نے کلام پاک کو حفظ کرنے کے لئے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا۔ صاحب جلالین نے لکھا ہے کہ استفہام اس آیت میں امر کے معنی میں ہے تو جس چیز کو حق تعالیٰ شانہ بار بار تاکید سے فرما رہے ہوں اس کو ہم مسلمان لغو اور حماقت اور بیکار اضاعت وقت سے تعبیر کرتے ہوں۔

اس حماقت کے بعد پھر بھی ہماری تباہی کے لئے کسی اور چیز کے انتظار کی ضرورت باقی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام اگر اپنی یاد سے توراۃ لکھ دیں تو اس کی وجہ سے اللہ کے بیٹے پکارے جاویں اور مسلمانوں کے لئے اللہ جل شانہٗ نے اس لطف و احسان کو عام فرما رکھا ہے تو اس کی یہ قدر دانی کی جاوے۔ فَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ بالجملہ یہ محض حق تعالیٰ شانہٗ کا لطف و انعام ہے کہ یہ یاد ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کسی شخص کی طرف سے بے توجہی پائی جاتی ہے تو اس سے بھلا دیا جاتا ہے۔ قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر اُمت کے گناہ پیش کئے گئے۔ میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں پایا کہ کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے قیامت کے دن اللہ کے دربار میں کوڑھی حاضر ہو گا۔ جمع الفوائد میں رزین کی روایت سے آیت ذیل کو دلیل بنایا ہے۔ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا۔ جو شخص ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے اس کی زندگی تنگ کر دیتے ہیں۔ اور قیامت کے روز اس کو اندھا اٹھائیں گے وہ عرض کرے گا کہ یا اللہ میں تو آنکھوں والا تھا مجھے اندھا کیوں کر دیا؟ ارشاد ہو گا اس لئے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے اُن کو بھلا دیا۔ پس آج تو بھی اسی طرح بھلا دیا جاوے گا۔ یعنی تیری کوئی اعانت نہیں۔

(فضائل قرآن مجید)

ایک اور حدیث میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ اُجُوْرُ اُمَّتِیْ حَتّٰی الْقَذَاةِ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَ عُرِضَتْ عَلَیَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِیْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَةٍ مِّنَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کے ثواب کے کام مجھ پر پیش کئے گئے یہاں تک کہ مسجد سے کوئی شخص تنکا نکال دے (تو یہ بھی نیکیوں کی فہرست میں موجود تھا) اور مجھ پر میری اُمت کے گناہ پیش کئے گئے تو میں نے

الْقُرْاٰنِ اَوْ اٰيَةً اُوْتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا (رواہ الترمذی)

کوئی گناہ اس سے بڑا نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت خدا کی مہربانی سے) عطا کی گئی ہو پھر وہ اسے بھول گیا۔

روایت حدیث میں احتیاط

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِتَّقُوْا الْحَدِيْثَ عَنِّيْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے بات بیان کرنے سے بچو مگر (ہاں) جو صحیح معلوم ہو کیونکہ جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا اُسے چاہیے کہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنالیوے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے والد حضرت زبیر بن عوامؓ سے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں آپ رسولِ اکرم ﷺ سے حدیث بیان نہیں کرتے جس طرح فلاں فلاں (اصحاب) روایت فرماتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت زبیر بن العوامؓ نے فرمایا کہ:

اَمَّا اِنِّيْ لَمْ اُفَارِقْهُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (مقدمہ موضوعات کبیر) خبردار! یہ بات نہیں ہے کہ میں نے حدیثیں سنی نہ ہوں، میں نے حدیثیں خوب سنی ہیں جب سے میں مسلمان ہوا ۰۰۰۰ آنحضرت ﷺ سے جدا نہیں ہوا، لیکن (حدیث کی روایت نہ کرنا احتیاط کی وجہ سے اور غلط بیان ہو جانے کے خوف سے ہے) میں نے آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالیوے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مجموعہ کو جلادینا

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پانچ سو احادیث کا ایک

ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بے چین ہیں' کروٹیں بدل رہے ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی' دریافت کیا کہ کوئی تکلیف ہے یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی ہے۔ غرض تمام رات اسی بے چینی میں گزری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں اٹھالا۔ میں لے کر آئی۔ آپؓ نے ان کو جلا دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں جلا دیا۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مرجاؤں اور یہ میرے پاس ہوں ان میں دوسروں کی سنی ہوئی روایتیں بھی ہیں' کہ میں نے معتبر سمجھا ہو' اور وہ واقع میں معتبر نہ ہوں اور اس کی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو' جس کا وبال مجھ پر ہو۔ (تذکرۃ الحافظ)

فائدہ: حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہ تو علمی کمال اور شغف تھا کہ انہوں نے پانچ سو احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اس کے بعد اس کو جلا دینا یہ کمال احتیاط تھا۔ اکابر صحابہؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا۔ اسی وجہ سے اکثر صحابہؓ سے روایتیں بہت کم نقل کی جاتی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے جو منبروں پر بیٹھ کر بے دھڑک احادیث نقل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہر وقت کے حاضر باش' سفر حضر کے ساتھی' ہجرت کے رفیق۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم میں بڑے عالم حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد جب بیعت کا قصہ پیش آیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تقریر فرمائی تو کوئی آیت اور کوئی حدیث ایسی نہ چھوڑی جس میں انصار کی فضیلت آئی ہو۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی تقریر میں نہ فرما دی ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن پاک پر کتنا عبور تھا اور احادیث کس قدر یاد تھیں۔ مگر پھر بھی بہت کم روایتیں حدیث آپ سے منقول ہیں۔ یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظمؒ سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کی احتیاط روایت حدیث میں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بڑے مشہور صحابہ میں ہیں اور ان صحابہؓ میں شمار ہیں جو فتوے کے مالک تھے۔ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے اور حبشہ کی ہجرت

بھی کی تھی۔ تمام غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہے ہیں اور مخصوص خادم ہونے کی وجہ سے صاحب النعل' صاحب الوسادۃ' صاحب المطھرۃ' جوتے والے' تکیہ والے' وضو کے پانی والے۔ یہ القاب بھی ان کے ہیں۔ اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کی یہ خدمتیں اکثر ان کے سپرد رہتی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ان کے بارے میں یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ امیر بناؤں تو عبداللہ بن مسعودؓ کو بناؤں۔ حضور اقدس ﷺ کا یہ بھی ارشاد تھا کہ تمہیں ہر وقت حاضری کی اجازت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف بالکل ایسی طرح پڑھنا ہو جس طریقہ سے اُترا ہے تو عبداللہ بن مسعودؓ کے طریقہ کے موافق پڑھے (بخاری شریف)۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ابن مسعودؓ جو حدیث تم سے بیان کریں' اس کو سچ سمجھو۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب یمن سے آئے تو ایک زمانہ تک ابن مسعودؓ کو اہل بیت میں سے سمجھتے رہے اس لئے کہ اتنی کثرت سے ان کی اور ان کی والدہ کی آمد ورفت حضور اکرم ﷺ کے گھر میں تھی جیسی گھر کے آدمیوں کی ہوتی ہے (بخاری شریف) لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابو عمرو شیبانیؓ کہتے ہیں کہ میں ایک سال تک ابن مسعودؓ کے پاس رہا۔ میں نے کبھی ان کو حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر کے بات کرتے نہیں سنا۔ لیکن کبھی اگر حضور اکرم ﷺ کی طرف کوئی بات منسوب کر دیتے تھے تو بدن پر کپکپی آجاتی تھی۔ عمر بن میمونؓ کہتے ہیں کہ میں ہر جمعرات کو ایک سال تک ابن مسعودؓ کے پاس آتا رہا میں نے کبھی حضور اکرم ﷺ کی طرف نسبت کر کے بات کرتے نہیں سنا۔ ایک مرتبہ حدیث بیان فرماتے ہوئے زبان پر یہ جاری ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو بدن کانپ گیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے' پیشانی پر پسینہ آگیا' رگیں پھول گئیں اور فرمایا انشاء اللہ یہی فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب یا اس سے کچھ زیادہ یا اس سے کچھ کم (مسند احمد)۔

فائدہ: یہ تھی ان حضرات صحابہ کرامؓ کی احتیاط حدیث شریف کے بارہ میں' اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے' کہ جو میری طرف سے جھوٹ نقل کرے اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔ اس خوف کی وجہ سے یہ حضرات باوجودیکہ مسائل حضور اکرم ﷺ کے ارشادات اور حالات ہی سے بتاتے تھے مگر یہ نہیں کہتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ۔

خدانخواستہ جھوٹ نہ نکل آئے۔ اس کے بالمقابل ہم اپنی حالتیں دیکھتے ہیں کہ بیدھڑک بے تحقیق حدیث نقل کر دیتے ہیں۔ ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ حالانکہ حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرکے بات کا نقل کرنا بڑی سخت ذمہ داری ہے۔ فقہ حنفی اُنہی عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ تر لیا گیا ہے (حکایات صحابہ)

پہلے باب میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قول نقل کیا جاچکا ہے۔ خدا کی قسم یہ دو آیتیں کتاب اللہ میں نہ ہوتیں تو میں تم سے کبھی کوئی حدیث نہ بیان کرتا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ سے اَلرَّحِیْمُ تک (سورۃ بقرہ آیت ۲۱۹)

ایک اور حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تین شخص جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔ (۱) جس نے اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا باپ بنالیا' (۲) جس نے اپنے نبی ﷺ پر جھوٹ بولا' (۳) جس نے اپنی آنکھوں پر تہمت رکھی یعنی جھوٹا خواب بنا کر بیان کیا' اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ قَالَ عَلَیَّ مَالَمْ اَقُلْ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ جس نے میرے ذمہ وہ بات لگائی جو میں نے نہیں کہی اُسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالیوے۔

مولانا عاشق الٰہی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

جھوٹ بولنا یوں بھی گناہ کبیرہ ہے' پھر کسی کے ذمہ بات لگانا کہ اس نے یوں کہا ہے (حالانکہ وہ اس کے کہنے سے بری ہے) اس سے اور زیادہ گناہگاری میں اضافہ ہو جاتا ہے' اور حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی پر جھوٹ باندھنا یہ ڈبل گناہ سے بھی زیادہ ہے۔ جس کو بعض علماء نے کفر بھی کہا ہے۔ حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھنا دوسرے شخصوں پر جھوٹ باندھنے سے زیادہ سخت جرم ہے اور اس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں بہت بد ترین ہے' جس کی وجہ یہ ہے کہ ارشاد نبوی ﷺ سے شریعت بنتی ہے جس نے آپ ﷺ پر جھوٹ باندھا اُس نے اللہ کے ذمہ جھوٹ لگایا اور شریعت اپنی طرف سے تجویز کر کے اُمت مسلمہ کو گمراہ کرنے والا بنا (مقدمہ موضوعات کبیر)

اِس زمانے میں جہاں دوسری آفتیں اور مصیبتیں دین اور علم کے لئے کھڑی ہو گئی

ہیں۔ وہاں یہ بھی ایک بھاری مصیبت درپیش ہے کہ بے علم لوگ وعظ و تقریر اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ مسائل و فضائل پھیلاتے ہیں۔ اُردو کی غیر معتبر کتابیں یا تصوف و تاریخ کے مضامین دیکھ کر حدیثیں بیان کرتے پھرتے ہیں، جہاں کوئی حکمت و موعظت کی بات عربی میں نظر پڑی، بس اس کو حدیث بنا کر پیش کر دیا۔ اور کسی کتاب یا مضمون کا جزو بنا دیا۔ اس غیر محتاط طریقے کی وجہ سے بہت سی باتیں اور عبارتیں حدیث کے نام سے مشہور ہوگئی ہیں۔ نہ ہر صحیح بات حدیث ہوتی ہے نہ عربی میں حکمت و موعظت کا ہونا حدیث ہونے کی دلیل ہے۔ فَلَيْسَ كُلُّ مَا هُوَ حَقٌّ حَدِيْثًا بَلْ عَكْسُهٗ۔[1]

بہت سے لوگ فضائل اعمال کی حدیثیں سناتے ہیں یا فرائض چھوڑنے اور حرام کاموں کے کرنے پر وعیدیں بیان کرتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں بڑے بڑے ثواب یا عذاب بتاتے ہیں۔ اور خود تجویز کر کے رسول اکرم ﷺ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کر دیتے ہیں، اور سمجھتے یہ ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ سراسر اپنی آخرت خراب کرتے ہیں۔ حدیث گھڑ کر ثواب و عذاب بتانا اور کسی کو نیکی پر لگانا یا گناہ سے باز رکھنا اور خود دوزخ میں چلا جانا بڑی حماقت ہے۔ ملا علی قاریؒ موضوعات کبیر میں علامہ نوویؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ:۔

وَلَا فَرْقَ فِيْ تَحْرِيْمِ الْكَذِبِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْنَ مَا كَانَ فِي الْاَحْكَامِ وَمَا لَا حُكْمَ فِيْهِ كَالتَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَالْوَعْظِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ اَنْوَاعِ الْكَلَامِ فَكُلُّهٗ حَرَامٌ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ وَاَقْبَحِ الْقَبَائِحِ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ يُعْتَدُّ بِهِمْ فِي الْاِجْمَاعِ۔ حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھنا خواہ احکام میں ہو خواہ غیر احکام میں، مثلاً ترغیب و ترہیب وعظ وغیرہ میں اس کی حرمت میں کوئی فرق نہیں، بہر حال حرام ہے، کبیرہ گناہوں سے بھی بڑا ہے اور بدترین خصلت ہے، اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع یعنی اتفاق ہے۔ آج کل جاہل سے جاہل آدمی بھی دینیات کی کتابیں لکھنے لگے ہیں اور سنی سنائی باتوں اور بنائی ہوئی دعاؤں کو حضور اقدس ﷺ کی حدیث بتا دیتے ہیں اور فضائل کی روایتیں جو

---

(۱) هذه الجملة من على القارى فى الموضوعات۔

جاہل واعظوں نے گھڑی ہیں ان کو لکھ کر کتابوں کے صفحات اور اپنے اعمال نامہ سیاہ کرتے چلے جاتے ہیں، تحریر و تقریر میں اعلان حق اور صحیح مسلک بیان کرنے سے زیادہ اس امر کا خیال رکھا جاتا ہے کہ لوگوں کو پسند آئے، جس سے داد بھی ملے اور عطیہ بھی اور کتاب بھی خوب فروخت ہو، یہ مقصد صحیح روایات سے پورا نہیں ہوتا تو لامحالہ عوام کے ذوق کا خیال رکھ کر غلط مسائل و فضائل اور ساختہ و تراشیدہ حدیثوں سے کام چلاتے ہیں۔ (فضائل علم)

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَالْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يَرٰى اَنَّهٗ كِذْبٌ فَهُوَاَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ (رواہ مسلم)

حضرت سمرۃ بن جندب اور مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری طرف نسبت کر کے کوئی بات بیان کی جسے وہ جھوٹ سمجھ رہا ہے تو جھوٹوں کا ایک جھوٹا ہے

جس بات کے متعلق یہ شک ہو کہ حدیث نبوی ﷺ ہے یا نہیں اس کو حدیث کہہ کر بیان کرنا جھوٹ بولنا ہی ہے، چلتے پھرتے واعظوں سے سن کر یا مولوی نما جاہل مصنفوں کی غیر معتبر کتابوں میں دیکھ کر خواہ مخواہ حدیث سمجھ لینے اور پھر اس کو دوسروں تک حدیث کہہ کر پہنچا دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ جب حدیث ہونے نہ ہونے کا شک ہونے پر حدیث کہہ کر بیان کرنا گناہ ہے تو یہ جانتے ہوئے اور یقین کرتے ہوئے کہ حدیث نہیں ہے حدیث کہہ کر بیان کرنا کس قدر سخت گناہ ہوگا۔ ملا علی قاری "موضوعات کبیر کے مقدمہ میں حافظ زین الدین عراقی" سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اپنے وعظوں میں واعظین حدیث کی صحت اور غیر صحت کے جانے بغیر نقل کرتے ہیں۔ اس قسم کے کسی آدمی سے اگر کوئی حدیث صحیح اتفاقاً بیان ہو بھی گئی تب بھی گنہگار ہوگا، کیونکہ اس نے وہ چیز بیان کی جس کے متعلق صحیح اور غیر صحیح علم نہ تھا"۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی قوت حافظہ مشہور ہے۔ تمام صحابہ کرامؓ سے زیادہ قوی الحفظ تھے۔ ان کو اپنے حافظہ پر بڑا ناز بھی تھا۔ اس کے باوجود ذرا سا بھی شبہ ہوتا تو حدیث کے بیان کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول کریم ﷺ سے روایت کی کہ (قیامت کے دن) دو بار جو صُور پھونکا جائے گا۔ ان دونوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہو گا۔ حاضرین نے دریافت کیا کہ اے ابو ہریرہؓ (کیا چالیس) آیا چالیس دن؟ جواب دیا کہ میں نہیں کہہ سکتا، عرض کیا تو چالیس مہینے؟ فرمایا میں نہیں کہہ سکتا۔ پھر دریافت کیا کہ آیا چالیس سال؟ جواب دیا کہ میں نہیں کہہ سکتا۔ سبحان اللہ سب سے بڑے حافظ و محدث کی یہ احتیاط (فضائل علم)

عِلم چھپانا

وَعَنْہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَہٗ ثُمَّ کَتَمَہٗ اُلْجِمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ۔ (رواہ احمد و ابو داود)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس سے علم کی کوئی بات پوچھی گئی جس کا اُسے علم ہے پھر اُس نے اُس کو چھپایا (یعنی مسائل کو نہ بتایا) قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○

”جو لوگ چھپاتے ہیں ان مضامین کو جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ اپنی (ذات میں) واضح ہیں اور دوسروں کے لئے ہادی ہیں (اور اخفاء بھی) اس حالت کے بعد کہ ہم ان (مضامین) کو کتاب (الٰہی توراۃ و انجیل) میں (نازل فرما کر) عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں ایسے

لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں (کہ اپنی رحمت خاصہ سے ان کو دور کردیتے ہیں) اور دوسرے بہتیرے لعنت کرنے والے بھی (جن کو اس فعل سے نفرت ہے) ان پر لعنت بھیجتے ہیں (کہ ان پر بد دعا کرتے ہیں ہاں) مگر جو لوگ ان اِخفاء کرنے والوں میں اپنی اس حرکت سے) توبہ یعنی حق تعالیٰ کے روبرو گزشتہ سے معذرت کرلیں اور جو کچھ ان کے اس فعل سے خرابی ہوگئی تھی آئندہ کے لئے اس کی اصلاح کردیں اور اس اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ اُن اخفاء کئے ہوئے مضامین کو عام طور پر ظاہر کردیں تاکہ سب کو اطلاع ہو جائے اور اُن لوگوں کو گمراہ کرنے کا بار نہ رہے تو ایسے لوگوں (کے حال) پر میں (عنایت سے) متوجہ ہو جاتا ہوں (و راُن کی خطا معاف کر دیتا ہوں) اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کرلینا اور مہربانی فرمانا (کوئی توبہ کرنے والا ہونا چاہئے) (بیان القرآن)

ان آیات کی تفسیر میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:-

آیت مذکورہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایات بینات نازل کی گئی ہیں اُن کا لوگوں سے چھپانا اِتنا بڑا جرم عظیم ہے کہ اُس پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت کرتے ہیں اور تمام مخلوق لعنت بھیجتی ہے۔ اس سے چند احکام حاصل ہوئے۔

اول یہ کہ جس علم کے اظہار اور پھیلانے کی ضرورت ہے اُس کا چھپانا حرام ہے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:-

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكَتَمَهُ أَلْجَمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنَ النَّارِ (رواه ابو هريرةؓ و عمرؓ و بن العاصؓ اخرجه ابن ماجة (از قرطبی)

یعنی جو شخص دین کے کسی حکم کا علم رکھتا ہے اور اس سے وہ حکم دریافت کیا جائے اگر وہ اس کو چھپائے گا تو قیامت کے روز اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

حضرات فقہاء نے فرمایا کہ یہ وعید اُس صورت میں ہے جب کہ اُس کے سوا کوئی دوسرا آدمی مسئلہ کا بیان کرنے والا وہاں موجود نہ ہو اور اگر دوسرے علماء بھی موجود ہوں تو گنجائش ہے کہ یہ کہہ دے کہ دوسرے علماء سے دریافت کرلو (قرطبی 'جصاص)

دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ جس کو خود صحیح علم حاصل نہیں اس کو مسائل و احکام بتانے کی جرات نہیں کرنا چاہئے۔

تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ علم کو چھپانے کی یہ سخت وعید انہیں علوم و مسائل کے متعلق ہے جو قرآن و سنت میں واضح کئے گئے ہیں اور جن کے ظاہر کرنے اور پھیلانے کی ضرورت ہے۔ وہ باریک اور دقیق مسائل جو عوام نہ سمجھ سکیں بلکہ خطرہ ہو کہ وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں گے تو ایسے مسائل واحکام کا عوام کے سامنے بیان نہ کرنا ہی بہتر ہے اور وہ کتمان علم کے حکم میں نہیں ہے۔ آیت مذکورہ میں لفظ مِنَ الْبَیِّنَاتِ وَالْھُدٰی سے اسی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے' ایسے ہی مسائل کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ تم اگر عوام کو ایسی حدیثیں سناؤ گے جن کو وہ پوری طرح نہ سمجھ سکیں تو اُن کو فتنہ میں مبتلا کر دو گے (قرطبی)

اِسی طرح صحیح بخاری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے اُنہوں نے فرمایا کہ عام لوگوں کے سامنے صرف اتنے ہی علم کا اظہار کرو جس کو اُن کی عقل و فہم برداشت کر سکے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کریں' کیونکہ جو بات اُن کی سمجھ سے باہر ہو گی۔ اُن کے دلوں میں اِس سے شبہات و خدشات پیدا ہوں گے اور ممکن ہے کہ اس سے انکار کر بیٹھیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ عالم کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ مخاطب کے حالات اندازہ لگا کر کلام کرے۔ جس شخص کے غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو اُس کے سامنے ایسے مسائل بیان ہی نہ کرے۔ اسی لئے حضرات فقہاء بہت سے مسائل کے بیان کے بعد لکھ دیتے ہیں۔ ھٰذا مِمَّا یُعْرَفُ وَلَا یُعَرَّفُ۔ یعنی یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اہل علم کو خود تو سمجھ لینا چاہئے مگر عوام میں پھیلانا نہیں چاہیئے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَا تَمْنَعُوا الْحِکْمَۃَ اَھْلَھَا فَتَظْلِمُوْھُمْ وَلَا تَضَعُوْھَا فِیْ غَیْرِ اَھْلِھَا فَتَظْلِمُوْھَا۔

یعنی حکمت کی بات کو ایسے لوگوں سے نہ روکو جو اس بات کے اہل ہوں اگر تم نے ایسا کیا تو ان لوگوں پر ظلم ہو گا اور جو اہل نہیں ہیں ان

کے سامنے حکمت کی باتیں نہ رکھو کیونکہ اس
صورت میں اس حکمت پر ظلم ہو گا۔

اِمام قرطبیؒ نے فرمایا کہ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی کافر کو جو مسلمانوں کے مقابلہ میں مناظرے کرتا ہو' یا کوئی مبتدع گمراہ جو لوگوں کو اپنے غلط خیالات کی طرف دعوت دیتا ہو اس کو علم دین سکھانا اُس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ ظن غالب نہ ہو جائے کہ علم سکھانے سے اس کے خیالات درست ہو جائیں گے۔

اِسی طرح کسی بادشاہ یا حاکم وقت کو ایسے مسائل بتلانا جن کے ذریعہ وہ رعیت پر ظلم کرنے کا راستہ نکال لیں جائز نہیں' اسی طرح عوام کے سامنے احکام دین میں رخصتیں اور حیلوں کی صورتیں بلا ضرورت بیان نہ کرنا چاہیئے۔ جس کی وجہ سے وہ احکام دین پر عمل کرنے میں حیلہ جوئی کے عادی بن جائیں (قرطبی)

حدیث رسول ﷺ قرآن کے حکم میں ہے صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر قرآن کی یہ آیت نہ ہوتی تو میں تم سے کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ آیت سے مراد یہی آیت ہے جس میں کتمان علم پر لعنت کی وعید شدید مذکور ہے۔ ایسے بعض دوسرے صحابہ نے بھی بعض روایات حدیث کے ذکر کرنے کے ساتھ ایسے ہی الفاظ فرمائے کہ اگر قرآن کریم کی یہ آیت کتمان علم کے بارے میں نہ ہوتی تو یہ حدیث بیان نہ کرتا۔

اِن روایات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک حدیث رسول ﷺ قرآن ہی کے حکم میں ہے کیونکہ آیت میں تو کتمان کی وعید اُن لوگوں کے لئے آئی ہے جو قرآن میں نازل شدہ ہدایات و بینات کو چھپائیں۔ اس میں حدیث کا صراحتہ ذکر نہیں۔ لیکن صحابہ کرامؓ نے حدیث رسول کو بھی قرآن ہی کے حکم میں سمجھ کر اُس کے اخفاء کرنے کو اِس وعید کا سبب سمجھا۔

بعض گناہوں کا وبال ایسا ہوتا ہے کہ اس پر ساری مخلوق لعنت کرتی ہے

وَيَلْعَنُهُمُ اللاَّعِنُوْنَ میں قرآن کریم نے لعنت کرنے والوں کو متعین نہیں کیا کہ کون لوگ لعنت کرتے ہیں۔ امام تفسیر مجاہدؒ اور عکرمہؒ نے فرمایا کہ اس عدمِ تعیین سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ دنیا کی ہر چیز اور ہر مخلوق اُن پر لعنت کرتی ہے یہاں تک کہ تمام جانور اور حشرات الارض بھی اُن پر لعنت کرتے ہیں، کیونکہ ان کی بداعمالی سے ان سب مخلوقات کو نقصان پہنچتا ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللاعنون سے مراد تمام زمین پر چلنے والے جانور ہیں (قرطبی بحوالہ ابن ماجہ باسناد حسن (معارف القرآن)

بغیر علم کے فتویٰ دینا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُهٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاهُ وَمَنْ اَشَارَ عَلٰی اَخِیْهِ بِاَمْرٍ یَعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ (رواہ ابوداود)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا (اور اُس نے اُس پر عمل کرکے غلط کام کرلیا) تو اُس کا گناہ اُس پر ہوگا جس نے اُس کو فتویٰ دیا اور جس نے کسی کام کے سلسلے میں اپنے بھائی کو ایسا مشورہ دیا جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ بہتری اُس کے علاوہ دوسری مشورہ میں ہے تو اُس نے اپنے بھائی کی خیانت کی۔

عثمانؒ بن عبد اللہ موہب نے بیان کیا ہے کہ حضرت جبیر بن مطعمؓ کا کسی پانی پر گزر ہوا۔ لوگوں نے اُن سے کسی فریضہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا مجھے علم نہیں لیکن میرے ساتھ کسی کو بھیج دو تاکہ میں تمہارے لئے اس کے متعلق دریافت کرلوں۔ چنانچہ لوگوں نے اُن کے ساتھ کسی کو بھیج دیا۔ یہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور اُن سے دریافت کیا۔ اُس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا جس آدمی کو یہ بات پسند ہو کہ فقیہ عالم بن جائے اسے چاہئے کہ اسی طرح

کرے جیسا کہ جبیر بن مطعم ؓ نے کیا' اِن سے اِس چیز کا سوال کیا گیا جس کو یہ نہیں جانتے تھے تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے (اخرجہ ابن سعد 'حیاۃ الصحابہ)

مجاہد ؒ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر ؓ سے صلب کے فرائض میں سے کسی فریضہ کو پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں نہیں جانتا ان سے کہا گیا آپ کو کس چیز نے منع کیا کہ آپ اس کا جواب دیتے تو فرمایا ابن عمر ؓ سے وہ چیز پوچھی گئی جس کو وہ نہیں جانتا ہے' سو اس نے کہہ دیا کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ عروہ ؒ سے دوسری روایت ہے کہ حضرت ابن عمر ؓ سے کچھ دریافت کیا گیا تو فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔ جب وہ آدمی چلا گیا تو اپنے آپ سے خطاب کر کے کہا کہ ابن عمر ؓ سے ایک ایسی چیز کا سوال کیا گیا جسے وہ نہیں جانتا ہے تو اس نے کہہ دیا کہ مجھے اس چیز کا علم نہیں (ابن سعد)

عقبہ بن مُسلم نے بیان کیا کہ میں حضرت ابن عمر ؓ کے ساتھ چونتیس ماہ رہا بہت سی مرتبہ آپ سے پوچھا گیا تو آپ کہہ دیتے تھے کہ میں نہیں جانتا۔ پھر میری طرف التفات کرتے اور کہتے کیا تو جانتا ہے کہ ان لوگوں کا کیا ارادہ ہے؟ یہ ارادہ کرتے ہیں کہ ہماری پشتوں کو جہنم کا پل بنا دیں۔

حضرت نافع ؒ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابن عمر ؓ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو حضرت ابن عمر ؓ نے اپنا سر جھکا لیا اور اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ انہوں نے اس کا مسئلہ سنا نہیں۔ راوی نے کہا ہے کہ اس شخص نے حضرت ابن عمر ؓ سے عرض کیا اللہ پاک آپ پر رحم کرے کیا آپ نے میرا مسئلہ سنا نہیں؟ راوی کہتے ہیں حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا ہاں! بے شک سنا۔ لیکن گویا کہ تم لوگ خیال کرتے ہو کہ اللہ پاک ہم سے اس چیز کو پوچھنے والا نہیں جس کو تم مجھ سے پوچھ رہے ہو' تو ہم کو چھوڑ اللہ تجھ پر رحم کرے یہاں تک ہم تیرے مسئلہ پر غور کر لیں۔ اگر اس کے لئے ہمارے پاس جواب ہوا تو فبہا ورنہ ہم تجھے اطلاع دیں گے کہ ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

حضرت ابن مسعود ؓ نے فرمایا اے لوگو! جس سے کوئی ایسے علم کی بات پوچھی جائے جس کو وہ جانتا ہے تو اس کو بتلا دے اور جس کے پاس علم نہ ہو تو چاہیئے کہ کہے اللہ زیادہ جانتا ہے

---

۱) واخرج ابن عبد البر فی جامع العلم ج ۲' ص ۵۱۔ (۲) واخرج سعد بن نصر

اس لئے کہ یہ بھی علم کی بات ہے کہ انسان جس چیز کو نہ جانتا ہو' اس کے لئے کہے کہ اللہ زیادہ جانتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ۔ (س ۳۸ آخری رکوع)۔ ترجمہ:۔ "اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں چاہتا اور نہ میں اپنے آپ کو بنانے والا ہوں"۔

حضرت عبداللہ بن بشیرؒ[1] سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا مجھے اس کا علم نہیں' اس کے بعد فرمایا اور اس مسئلہ سے اپنے جگر کو ٹھنڈا کر' تو نے ایک ایسی بات دریافت کی جس کو میں نہیں جانتا تو میں نے کہہ دیا کہ میں نہیں جانتا[2]

یحیٰ ابن سعید[3] نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب عالم اس کلمہ کو کہنا چھوڑ دے کہ میں نہیں جانتا تو حقیقت یہ ہے کہ اس نے اپنے سے جھگڑا کرنے والے کو صواب پر بتایا۔ حضرت مالکؒ سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب عالم "میں نہیں جانتا" کہنا بھول جائے تو اس نے اپنے سے جھگڑا کرنے والے کی رائے کو درست بتایا۔

مکحولؒ[4] نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ لوگوں سے حدیث بیان کرتے تھے جب ان کو دیکھتے کہ وہ تھک گئے اور سست ہو گئے تو ان کے ساتھ درخت کے پودے لگانے کی بات چیت کرتے۔ [5]

حضرت عبداللہ بن مصعبؒ[6] نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ عورتوں کے مہروں میں زیادتی چالیس اوقیہ سے نہ کرو (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے)

---

۱) واخرج سعد بن نصر' ۲) کذا فی الکنز' ج ۵' ص ۲۴۱' واخرجہ الدارمی عن ابی البختری وزاذان عن علی مقتصرا اعلیٰ قولہ کما فی الکنز ج ۵ ص ۲۴۳' ۳) واخرج ابو داؤد فی تصنیفہ لحدیث مالک' ۴) کذا فی جامع بیان العلم ج ۲ ص ۵۴' ۵) واخرج ابن السمعانی' ۶) کذا فی الکنز ج ۵ ص ۴۱ ۲'۶) واخرج ابن عبد البر فی جامع العلم ج ۱ ص ۲۳۱

اگرچہ وہ بڑے خاندان کی بیٹی ہو۔ یعنی یزید بن الحصینی حارثی کی بیٹی ہو، جس نے اس سے زیادہ مہر باندھا اس کی زیادتی کو میں بیت المال میں ڈال دوں گا۔ یہ سن کر ایک عورت عورتوں کی صف سے کھڑی ہوئی جس کا قد لمبا اور ناک چپٹی تھی۔ اس نے کہا تمہیں یہ نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا اور کس لئے؟ اس عورت نے کہا کہ اس لئے کہ اللہ عزوجل کہتا ہے وَاِنْ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْہُ شَیْئًا (سورہ نمبر۴ ع ۳) ترجمہ: اور اگر دے چکے ہو ایک کو بہت سا مال سو مت پھیر لو اس میں سے کچھ"۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ عورت نے ٹھیک کہا اور آدمی نے غلطی کی۔

محمد بن کعب قرظیؒ نے بیان کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت علیؓ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت علیؓ نے اس کا جواب دیا تو اس آدمی نے کہا اے امیرالمومنین! اس طرح نہیں ہے لیکن اس طرح ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا تو نے ٹھیک کہا اور میں نے خطا کی۔ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ (سورۃ ۱۲، آیت نمبر ۷۶)۔ ترجمہ: اور ہر جاننے والے کے اوپر ایک جاننے والا ہے۔

(ابن جریر، عبدالبر، حیاۃ الصحابہ)

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں بغیر علم کے مسئلہ بتانے کی وعید سے آگاہ فرمایا ہے اول تو مسئلہ معلوم کرنے والے پر لازم ہے کہ ہر ڈاڑھی والے کو دیکھ کر عالم و مفتی سمجھتے ہوئے مسئلہ معلوم کرنے نہ لگ جائے، بلکہ جس کے بارے میں اہل علم اور اہل تجربہ گواہی دیتے ہوں کہ عالم اور مفتی ہے ایسے شخص سے مسئلہ دریافت کرے پھر اگر کسی نے لاعلمی میں ایسے شخص سے مسئلہ معلوم کر لیا جس کو علم نہیں ہے تو جس سے پوچھا ہے اس پر لازم ہے کہ اگر مسئلہ نہ جانتا ہو تو صاف کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں، اٹکل اور گمان سے ہرگز نہ بتاوے، اگر غلط مسئلہ بتا دیا اور سائل نے اس پر عمل کر لیا تو اس کا گناہ اس جاہل مفتی پر ہو گا، اور جب تک وہ اس پر عمل کرتا رہے گا اور دوسروں کو بتاتا رہے گا اس کا وبال غلط فتویٰ دینے والے پر پڑتا رہے گا۔

اس زمانے میں لوگ مسئلہ بتانے کی ذرا ذمہ داری محسوس نہیں کرتے۔ جہاں ایک دو

کتابیں پڑھ لیں مسائل کے دریا بہانے لگے' اگر کسی بڑے عالم و محقق و مفتی کے پاس کوئی سائل مسئلہ معلوم کرنے پہنچ جائے تو عالم و مفتی غور و فکر میں لگ جاتا ہے' اور مجلس میں بیٹھے ہوئے نیم ملا بتا کر ختم بھی کر دیتے ہیں اور اب تو یہ مصیبت سوار ہو گئی ہے کہ علماء کو چھوڑ کر مغرب زدہ عربی دان فتویٰ دینے کو اپنا کام سمجھنے لگے ہیں اور چونکہ قرآن و حدیث سے نابلد ہیں اس لئے جو نفس کہتا ہے اور یورپ کے مزاج سے جو چیز چپکتی ہے اسی کو شریعت اسلامیہ بتانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اے لوگو! جس کو علم کی بات معلوم ہو اسے چاہئے کہ بتا دیوے اور جسے معلوم نہ ہو اسے چاہئے کہ کہہ دیوے' اللہ اعلم (یعنی اللہ خوب جاننے والا ہے مجھے معلوم نہیں) کیونکہ جس بات کا علم نہ ہو اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ میں نہیں جانتا یہ بھی علم کی بات ہے (مشکوٰۃ شریف)

حضرت شعبیؒ نے فرمایا کہ لَا اَدْرِیْ (میں نہیں جانتا) نصف علم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ عالم کی ڈھال لَا اَدْرِی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ شیطان کے لئے اس عالم سے بھاری کوئی چیز نہیں ہے جو علم کے ساتھ بولتا ہے' اور علم کی روشنی میں خاموش ہو جاتا ہے' ایسے عالم کے متعلق شیطان کہتا ہے کہ اُس کی خاموشی میرے اوپر اس کے بولنے سے زیادہ بھاری ہے۔

حضرت ابراہیم تیمیؒ سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا تو رونے لگتے تھے اور فرماتے کیا تم کو میرے علاوہ کوئی نہ ملا جو میرے پاس آنا پڑا (احیاء العلوم)

حضور اقدس ﷺ باوجودیکہ اعلم الخلائق تھے۔ جب کوئی بات معلوم نہ ہوتی تھی تو جواب دینے میں توقف فرماتے اور وحی آنے کے بعد جواب دیتے۔ ایک بار ایک یہودی نے دریافت کیا کہ زمین میں سب جگہوں سے بہتر کون سی جگہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام کے آنے تک ٹھہر (ان سے پوچھ کر بتایا جائے گا)۔ وہ یہودی خاموش رہا اور (تھوڑی دیر میں) حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے اُن سے وہ بات دریافت کی جو یہودی نے پوچھی تھی' سوال سن کر انہوں نے عرض کیا کہ میں اور

آپ اس بارے میں برابر کے لاعلم ہیں۔ میں رب تبارک وتعالیٰ سے دریافت کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام جب باری تعالیٰ سے دریافت کر کے حاضر ہوئے تو بتایا شَرُّ الْبُقَاعِ اَسْوَاقُهَا وَ خَيْرُ الْبُقَاعِ مَسَاجِدُهَا۔ "سب سے بری جگہیں بازار ہیں اور سب سے بہتر جگہیں مساجد ہیں"۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فتویٰ دینے میں بہت احتیاط برتتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ تابعیؒ کا بیان ہے کہ میں نے اس مسجد (یعنی مسجد نبوی ﷺ) میں ایک بیس صحابہؓ کو اس حال میں پایا ہے کہ جب اُن میں سے کسی ایک سے حدیث یا کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ میرے علاوہ دوسرے بھائی سے دریافت کرلیتا تو اچھا تھا۔

احیاء العلوم میں ہے کہ حضرت امام مالکؒ سے ایک بار ۴۸ مسائل دریافت کئے گئے تو صرف چھ کا جواب دے دیا اور باقی بیالیس کے متعلق فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

اگر مسئلہ معلوم ہو تب بھی جہاں تک ہو سکے کتاب دیکھ کر زبانی یا تحریری جواب دینا چاہیئے۔ بڑے عالم کی نشانی ہے کہ جواب دینے میں جلدی نہ کرے اور خوب فکر اور مطالعہ کے بعد جواب دے اگر معلوم نہ ہو تو دوسرے عالم کے پاس بھیج دے۔ جیسا کہ حضرات صحابہؓ کا معمول تھا۔

عالم و مفتی کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اگر مسئلہ بتانے میں بھول چوک ہو گئی اور غلط بتا دیا تو علم ہوتے ہی فوراً رجوع کرلیوے۔ یعنی غلطی کا اقرار کرلیوے، اور جس کو بتایا تھا اس کو غلطی سے باخبر کردے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے مسئلہ بیان فرمایا کہ جس پر جنابت کا غسل فرض ہو اور صبح ہونے تک غسل نہ کیا تو اب روزہ نہ رکھے (یعنی اس صورت میں اُس کا روزہ نہ ہوگا) جب حضرت عائشہؓ اور حضرت اُم سلمہؓ سے اس مسئلہ کی تحقیق کی گئی تو اُنہوں نے اِس کے خلاف بتایا اور جواب دیا کہ رسول کریم ﷺ کو جنابت کی حالت میں صبح ہو جاتی تھی اور آپ ﷺ روزہ رکھ لیتے تھے، اور یہ جنابت احتلام کی نہیں بلکہ مجامعت کی ہوتی تھی۔ جب حضرت

ابو ہریرہؓ کو مومنین کی دونوں ماؤں کے فتوے اور حضور اقدس ﷺ کے عمل کا پتہ چلا تو فرمایا کہ وہی زیادہ جانتی ہیں، مجھے تو فضل بن عباسؓ نے وہ بتایا جو میں نے فتویٰ دیا ہے۔ میں نے خود حضور اقدسؐ سے نہیں سنا ہے یہ فرما کر اپنے فتویٰ سے رجوع فرمالیا۔ (جمع الفوائد عن ابی بکر بن عبدالرحمٰن بحذف تفصیل الفقہ)

اِس طرح کے بہت سے واقعات حضرات صحابہؓ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین سے منقول ہیں۔

حدیث کے دوسرے حصہ میں فرمایا کہ "جس نے اپنے بھائی کو کوئی مشورہ دیا اور اپنے دل میں اس سے بہتر مشورہ جانتا ہے تو اُس نے اپنے بھائی کی خیانت کی"۔ مطلب یہ ہے کہ امانت و خیانت صرف روپیہ پیسہ ہی میں نہیں ہوتی، بلکہ مصلحت کے خلاف مشورہ دینا بھی خیانت ہے۔ جب کسی نے تم سے مشورہ طلب کیا تو تم کو اپنا ہمدرد سمجھا اب تم کو لازم ہے کہ اگر مشورہ دو تو وہی مشورہ دو جو اُس کے حق میں بہتر ہو۔ بہتری کے خلاف مشورہ دینا خیانت ہوگا (فضائل علم)

میرے مُرشد میرے آقا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ اِتنے بڑے عالم تھے، محدث تھے، ساری عمر حدیث پاک کی خدمت میں گزاری اُس کے باوجود اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو فرماتے کہ میں مفتی نہیں ہوں، مسئلہ مفتیوں سے پوچھو۔ خود بھی مفتیوں سے پوچھ پوچھ کر عمل فرماتے تھے۔ اپنے مرشدین کے لئے ابتدائی معمولات کا جو پرچہ چھپا ہوا ہے اس میں تحریر فرمایا ہے کہ "یہ ناکارہ مسائل کا جواب نہیں لکھا کرتا فتویٰ کے متعلق جو بات دریافت کرنا ہو وہ براہ راست مفتی صاحب کے نام تحریر کریں اور جواب کے لئے جوابی کارڈ یا جوابی لفافہ لکھیں۔

خشیت اور علماء | حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد پہلے آیات کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ۔ یعنی خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ اس کے متعلق حضرت مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

حسن بصریؒ نے اِس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ عالم وہ شخص ہے جو خلوت و جلوت میں اللہ سے ڈرے اور جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے وہ اُس کو مرغوب ہو اور جو چیز اللہ کے نزدیک مبغوض ہے اُس کو اُس سے نفرت ہو۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الْحَدِيْثِ وَلٰكِنَّ الْعِلْمَ عَنْ كَثْرَةِ الْخَشْيَةِ۔

یعنی بہت سی احادیث یاد کر لینا یا بہت باتیں کرنا کوئی علم نہیں بلکہ علم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ کا خوف ہو۔

حاصل یہ ہے کہ جس قدر کسی میں خدائے تعالیٰ کا خوف ہے۔ وہ اُسی درجہ کا عالم ہے اور احمد بن صالح مصریؒ نے فرمایا کہ خشیۃ اللہ کو کثرت روایت اور کثرت معلومات سے نہیں پہچانا جا سکتا۔ بلکہ اس کو کتاب و سنت کے اتباع سے پہچانا جاتا ہے (ابن کثیر)

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ اِس آیت میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس شخص میں خشیۃ نہ ہو وہ عالم نہیں (مظہری) اُس کی تصدیق اکابر سلف کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت ربیع بن انسؓ نے فرمایا۔

مَنْ لَّمْ يَخْشَ فَلَيْسَ بِعَالِمٍ۔

یعنی جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں۔

اور مجاہدؒ نے فرمایا

اِنَّمَا الْعَالِمُ مَنْ خَشِيَ اللّٰهَ۔

یعنی عالم تو صرف وہی ہے جو اللہ سے ڈرے۔

سعید بن ابراہیمؒ سے کسی نے پوچھا کہ مدینہ میں سب سے زیادہ اَفقہ کون ہے تو فرمایا۔ اَتْقَاهُمْ لِرَبِّهٖ۔ یعنی جو اپنے رب سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔

اور حضرت علی مرتضیٰؓ نے فقیہ کی تعریف اس طرح فرمائی:

اِنَّ الْفَقِيْهَ حَقَّ الْفَقِيْهِ مَنْ لَّمْ يُقْنِطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُمْ فِيْ مَعَاصِي اللّٰهِ تَعَالٰى ' وَلَمْ يُؤْمِنْهُمْ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَمْ

فقیہ مکمل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ کرے اور ان کو گناہوں کی رخصت بھی نہ دے اور ان کو اللہ کے عذاب سے مطمئن بھی نہ کرے اور قرآن کو چھوڑ کر

يَدَعِ الْقُرْاٰنَ رَغْبَةً عَنْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ اِنَّهٗ لَا خَيْرَ فِيْ عِبَادَةٍ لَا عِلْمَ فِيْهَا وَلَا عِلْمَ لَا فِقْهَ فِيْهِ وَلَا قِرَاءَةَ تَدَبُّرَ فِيْهِ (قرطبی)

کسی دوسری چیز کی طرف رغبت نہ کرے' (اور فرمایا) اس عبادت میں کوئی خیر نہیں جو بے علم ہو اور اس علم میں کوئی خیر نہیں جو بے فقہ یعنی بے سمجھ بوجھ کے ہو' اور اس قرأت میں کوئی خیر نہیں جو بغیر تدبر کے ہو۔

مذکورہ تصریحات سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ بہت سے علماء کو دیکھا جاتا ہے کہ ان میں خدا کا خوف و خشیت نہیں' کیونکہ تصریحات بالا سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک صرف عربی جاننے کا نام علم اور جاننے والے کا نام عالم نہیں۔ جس میں خشیت نہ ہو وہ قرآن کی اصطلاح میں عالم ہی نہیں۔ البتہ خشیت کبھی صرف اعتقادی اور عقلی ہوتی ہے جس کی وجہ سے آدمی بہ تکلف احکام شرعیہ کا پابند ہوتا ہے اور کبھی یہ خشیتہ حالی اور ملکہ راسخہ کے درجہ میں ہو جاتی ہے جس میں اتباع شریعت ایک تقاضائے طبیعت بن جاتا ہے۔ خشیت کا پہلا درجہ مامور بہ اور عالم کے لئے ضروری ہے' دوسرا درجہ افضل و اعلیٰ ہے ضروری نہیں (از بیان القرآن)

آخری گزارش علمائے کرام کے فضائل قرآن پاک اور احادیث میں بے شمار ہیں جن میں سے نمونے کے طور پر بعض آیات اور احادیث نقل کی جاچکی ہیں۔ علمائے کرام کا مقام اللہ تعالیٰ شانہٗ اور اس کے پاک رسول ﷺ کے یہاں بہت بلند ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا اعلیٰ مرتبہ ہوتا ہے اُتنی ہی زیادہ پکڑ کوتاہیوں پر ہوا کرتی ہے۔

مقرباں رابیش بود حیرانی

اِسی لئے علمائے کرام کے لئے وعیدیں بھی بہت سخت ہیں جیساکہ ذکر کیا جاچکا ہے۔ مسئلہ صرف قلب کی اصلاح کا ہے اگر قلب اصلاح شدہ ہے' تو وہ سارے فضائل اور مراتب عالیہ موعود ہیں۔ اور اگر قلب میں حب مال' حب جاہ' ریا وغیرہ امراض موجود ہیں تو پھر وہی وعیدیں اور سخت عذاب کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا معلوم یہ ہوا کہ قلب کی اصلاح یا عدم اصلاح پر سارا دارومدار ہے۔ جیساکہ حدیث پاک میں بھی وارد ہے۔ اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَةً اِذَا

صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَافَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ
(یعنی جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست رہتا ہے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے۔

لہٰذا علمائے کرام کو بعد تحصیل علوم دینیہ اپنے قلب کی اصلاح کی طرف خاص طور سے متوجہ ہونا چاہئے۔ قلب کی اصلاح کا طریقہ علمائے کرام خوب جانتے ہیں کہ کسی صاحب دل کی صحبت میں کچھ وقت رہ کر اُس کی نگرانی میں اپنی اصلاح کروائی جائے۔ اصلاح کے بعد جو عمل بھی کیا جائے گا اُس کی قیمت لاکھوں گنا بڑھ جائے گی اور جو وعیدیں اوپر ذکر کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سے بھی محفوظ فرمائیں گے۔ صحابہ کرام ؓ کا ایک مُد جو صدقہ کرنا بعد والوں کے اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ افضل ہونا حدیث شریف میں آیا ہے اُس کی وجہ وہی اندر کی کیفیت اور جذبہ ہے جس کا دارومدار اصلاح قلب پر ہے۔ یہ مضمون بہت طویل ہے۔ لیکن علمائے کرام کو زیادہ طول کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ بعض اکابر کے بعض ارشادات نقل کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔

علمائے آخرت کی جو بارہ علامتیں امام غزالیؒ کے حوالے سے نقل کی گئیں ہیں، ان میں ساتویں نمبر پر اصلاح قلب کی اہمیت ذکر کی گئی ہے اس کو بغور پڑھ لیا جائے۔

تاج المحدثین زبدۃ الفقہاء حضرت مولانا خلیل احمد سہانپوری مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے ارشادات

حضرت بابا شیر محمد صاحبؒ نے حضرت سہانپوری قدس سرہٗ سے پوچھا کہ حضرت یہ پیرزادے اور مولوی اکثر محروم کیوں رہتے ہیں۔ (یعنی تحصیل نسبت و احسان سے) فرمایا کہ پیرزادے تو باپ کے بعد اپنے کو پیر سمجھ بیٹھتے ہیں اور مولوی تحصیل علم کر کے عالم فاضل ہو جاتے ہیں کہ آئندہ کسی شے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ علماء علم کو کافی سمجھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں حالانکہ ابھی اُن کو آخری درجہ اور طے کرنا ہے (یعنی ذکر شغل کی لائن سے تحصیل نسبت) جو

سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے کہ اُس کے بغیر علم موجب وبال ہے اور عمل پوست بے مغز کی طرح ردی اور بے کار۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگرچہ علم حدیث بالذات ہر چیز پر مقدم ہے۔ لیکن حقیقت میں تصوف کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ کی شرح ہے۔ جب اُس کی ضرورت ہی ذہن میں نہ ہو تو طلب نہ ہوگی اور طلب کے بغیر قوی النسبت شیخ کے بیٹے اور بیوی کو بھی کبھی کچھ نہیں ملا۔ اجنبی کو دس بیس سال رہنے سے تو کیا مل سکتا ہے (تذکرہ جلیل)

حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ کا ارشاد

فرمایا یہ مولوی علوم حاصل کرنے میں آٹھ آٹھ سال لگاتے ہیں۔ اگر اس کی روح اور مغز کو حاصل کرنے کے لئے خانقاہ میں آٹھ ماہ لگالیں تو کافی ہو جائے۔ اور کبھی متوسط استعداد والوں کے لئے آثار ذکر پیدا ہونے کے واسطے چار ماہ بھی فرماتے ہیں اور حضرت گنگوہیؒ جیسے کو یہ دولت تو سات ہی روز میں حاصل ہو گئی تھی مگر تکمیل کے لئے حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک چلہ گزار کر خلافت حاصل کر کے وطن واپس لوٹے اور حضرت اقدس شیخ دامت برکاتہم کے ہاں رمضان المبارک کے ایک ہی چلہ میں بہت سے لوگ صاحب نسبت ہو جاتے ہیں "گو اجازت کا ملنا دوسرے امور پر بھی موقوف ہوتا ہے۔ جو مقصد نہیں بلکہ اس کی طلب و خیال مقصد میں ناکامی کا بڑا سبب ہے لیکن چلہ کے یہ اثرات جب ہی ہیں جب طلب واردات وغیرہ پوری شرائط کے ساتھ چاہے وہ شرائط چالیس سال کے بعد قابو میں آئیں یا کبھی بھی نہ آئیں کیونکہ اکثر دیکھا گیا کہ لوگ ذورخی نہیں چھوڑتے اگر کوئی ایک لائن پر چلے تو چاہے کتنا ہی سست رفتار ہو ایک نہ ایک وقت پہنچ ہی جاتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الحدیث علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر وفاق المدارس پاکستان کی ایک مکاتبت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدوم گرامی برکتہ ھذہ العصور حضرت شیخ الحدیث رفع اللہ درجاتہ ' وافاض علینا من برکاتہ۔ السلام علیکم! ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جب سے کراچی پہنچا ہوں عریضہ لکھنے کا ارادہ کرتا رہتا ہوں لیکن توفیق نہیں ہوئی۔ ایک طرف مشاغل کا ہجوم ' دوسری طرف کسل کا ہجوم آپ کو حق تعالیٰ نے حسن نظم کی توفیق عطا فرمائی۔ ہر کام وقت پر ہو جاتا ہے۔ میں اِس نعمت سے محروم ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آمین (الفاظ میں عالم رَبانی کی شان توکل ملاحظہ ہو)

عزیزم محمد سلمہ ' نے آپ کا مکتوب مبارک دیا بلکہ سنایا۔ دوبارہ خود بھی پڑھا۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی عیادت و زیارت کے لئے دار العلوم گیا تھا وہاں بھی میں نے ذکر کیا فرمایا کہ زبانی بھی (حضرت شیخ سے اس کا ذکر آیا تھا) اساتذہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کا شوریٰ کا اجلاس تھا۔ اس مجلس میں مکتوب گرامی سنایا گیا اور عمل کرنے کے لئے تدبیر و مشورہ پر غور بھی ہوا۔ بات تو بالکل واضح ہے۔ ذکر اللہ کی برکات و انوار سے جو نتائج مرتب ہوں گے وہ بھی واضح ہیں اور میں اُن کی تلافی کے لئے ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ ہر مدرسہ کے ساتھ خانقاہ کی ضرورت ہے۔ ہمارے اکابر جس اخلاص اور تعلق مع اللہ کے مجسّمے تھے وہ محتاج بیان نہیں ' اُن کی تدریس و تعلیم سے غیر شعوری طور پر ہی تربیت ہوتی تھی ' اور اُن کی قوت نسبت سے اِتنا اثر ہوتا تھا کہ درس سے فراغت کے بعد ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی ذاکر اعتکاف سے باہر آرہا ہے۔ بلاشبہ کاملین کا دور ختم ہوا تو اُس کی تکمیل کے لئے اِس قسم کی تدابیر کی ضرورت ہے۔

(حضرت شیخ دام مجدہم نے مدرسہ میں ذکر شغل کے سلسلہ کو جاری کرنے کا تحریر فرمایا

تھا) حق تعالیٰ جلد از جلد عملی طور پر اس کی تشکیل کی توفیق نصیب فرمائے۔ (چنانچہ خود حضرت بنوری" تو شیخ طریقت تھے ہی' مدرسہ کے دیگر کئی استاذ حضرت شیخ کے مجاز ہو گئے اور وہاں الحمد اللہ مجلس ذکر قائم رہی) آگے فرماتے ہیں کہ یہ چیز واضح ہے 'کہ عام طور پر طلباء تعلیم کے زمانہ میں اپنی تربیت و اصلاح کی طرف قطعاً متوجہ نہیں ہوتے اور یہ پہلو بے حد خطرناک ہے۔ جب مدرسین بھی اِس قوی نسبت سکینہ کے حامل نہ ہوں اور طلباء بھی اپنی اِصلاح سے غافل ہوں۔ اذکار و ادعیہ کا التزام بھی نہ ہو۔ حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهْوَاتِ کا منظر قدم قدم پر ہو تو ذکر اللہ کی کثرت کے بغیر چارہ کار نہیں۔ میں آپ کی خاص دعوات و توجہات کا محتاج ہوں۔

اقتباس جواب از حضرت اقدس شیخ الحدیث دامت برکاتہم

المحترم المکرم ٠٠٠٠٠ زاد مجد ہم بعد سلام مسنون۔ آپ نے اکابر کے متعلق جو لکھا وہ حرف بحرف صحیح ہے۔ بہت سے اکابر کی صورتیں خوب یاد ہیں بلا مبالغہ صورت سے نور ٹپکتا تھا اور چند روز پاس رہنے سے خود بخود طبائع میں دین کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی تھی۔ آگے فرماتے ہیں میری نگاہ میں ایسے اشخاص گزرے ہیں یعنی طلباء جو دورہ حدیث سے فراغ پر صاحب نسبت ہو جاتے تھے۔ حضرت میاں جی نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں تلاوت قرآن کے درمیان میں ہی بہت سے مراحل طے ہو جایا کرتے تھے۔ مگر یہ چیز تو قوت تاثیر اور کمال تاثر کی محتاج ہے جو ہر جگہ حاصل نہیں ہوتا' کہیں یہ چیز حاصل ہو جائے تو یقیناً ذکر شغل کی ضرورت نہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میرے خیال میں مقویات اور جواہرات ہیں۔ لیکن جس کو پہلے معدہ کے صاف کرنے کی ضرورت ہو اس کو تو پہلے اسہال کے لئے دواہی دیں گے ورنہ تو یہ قوی غذائیں ضعف معدہ کے ساتھ بجائے تلاوت کے لغویات کی مشغولی رہ گئی ہے بلکہ بعضوں میں تو اشکبار کی نوبت آجاتی ہے۔ اس لئے اس کی ضرورت ہے کہ قرآن و حدیث کی اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لئے کوئی لائحہ عمل آپ حضرات تجویز فرمائیں۔ پہلے ہر شخص کو (طلباء کو بھی) اپنی اصلاح کا خود فکر تھا وہ خود ہی امراض کے علاج کے لئے اطباء کو ڈھونڈتے تھے۔ اب وہ امراض قلبیہ سے بے گانہ ہو چکے ہیں کہ مرض کو مرض بھی نہیں سمجھتے۔ کیا کہوں اپنے مافی الضمیر کو اچھی طرح ادا کرنے پر قادر بھی نہیں۔ اور ان مہمانان رسول

ﷺ کی شان میں تحریریں لانا بے ادبی سمجھتا ہوں' ورنہ نااہل مدارس کو سب کو ان کے تجربات خود حاصل ہیں کہ جماعت اور تکبیر اولیٰ کی بجائے سگریٹ نوشی میں جماعت بھی جاتی رہتی ہے۔

فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ

آپ یہ دیکھ ہی رہے ہیں کہ قرآن وحدیث کے پڑھنے پڑھانے کا اِسٹرائیکوں سے مقابلہ کیا جارہا ہے۔

(بقیہ مکتوب میں دوسرا مضمون ہے) حضرت شیخ الحدیث صاحب

مدینہ منورہ ۲۰/۱/۹۶ھ

بعض لوگوں پر دین کی خدمت کا اور اُس کی دعوت و تبلیغ، تعلیم و تدریس و اِصلاح کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ ذکر اور خانقاہی اعمال کو (جو کہ محققین علماء راسخین کے نزدیک حصول نسبت و تزکیہ و تصحیح نیت کے لئے ضروری ہیں) اس میں رکاوٹ اور دینی کاموں کے لئے مضر سمجھتے ہیں وہ نیت کے اعتبار سے مخلص ہوتے ہیں' اور اخلاص ہی سے وہ ذکر کی مخالفت کرتے ہیں۔ اُن میں بعض تو اہل حق میں سے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا منظور نعمانی نے خود واقعہ اپنی کتاب "تصوف کیا ہے" میں تحریر فرمایا ہے اور بعض لوگ اہل باطل میں سے ہوتے ہیں۔

مولانا منظور صاحب نعمانی اپنے ابتدائی زمانہ میں حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری کی خانقاہ میں اپنی پہلی حاضری کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

غالباً پہلا ہی دن تھا' مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر وہ محترم بزرگ خانقاہ کے صحن میں ایک پلنگ پر تشریف فرما تھے' ازراہ شفقت و کرم مجھے بھی اپنے ساتھ ہی بٹھالیا تھا یاد آتا ہے کوئی تیسرا شخص اُس وقت وہاں نہیں تھا۔ قریب ہی خانقاہ کی سہ دری میں چند ذاکر "نفی اثبات" کا اور بعض ان میں سے "اِسم ذات" کا ذکر کر رہے تھے۔ یہ سب اچھے خاصے جہر کے ساتھ ذکر کرتے تھے اور مشائخ سلوک کے تجویز کئے ہوئے خاص طریقوں سے قلب پر ضرب لگاتے تھے۔ اللہ کے ذکر میں جہر و ضرب کا یہ طریقہ اس وقت میرے لئے صرف نامانوس ہی نہ تھا بلکہ

کسی درجہ میں گویا ناقابل برداشت تھا' چنانچہ مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے ادب واحترام کے ساتھ عرض کیا۔

"حضرت! ساری عمر دین کے بارے میں جو کچھ پڑھا ہے اور کتابوں میں جو دیکھا ہے اس سے یہ سمجھا ہوا ہے کہ اصل دین صرف وہ ہے جو رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اور جس کی تعلیم آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دی اور پھر صحابہ کرامؓ سے بعد والوں نے سیکھا اور صحیح نقل وروایت کے ذریعہ جو ان سے ہم تک پہنچا۔

اور یہ حضرات ذاکرین جس طرح جہری اور ضربی ذکر کر رہے ہیں جہاں تک اپنا علم ہے نہ تو رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو یہ تعلیم فرمایا تھا نہ صحابہ کرامؓ نے تابعین سے اس طریقے پر ذکر کرایا ہے۔ اور نہ تابعین نے اپنے بعد والوں کو یہ طریقہ بتلایا تھا اس لئے ذکر کے اس طریقے کے بارے میں مجھے خلجان ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اگر میرا یہ خلجان کسی غلط فہمی کی وجہ سے ہے تو اس کی تصحیح ہو جائے"۔

اُن بزرگ نے توقع کے خلاف میرے اِس سوال کو بالکل نظرانداز کرتے ہوئے ایک عجیب انداز میں فرمایا۔

"مولوی صاحب! یہ بے چارے جو یہاں میرے پاس آتے ہیں یہ کسی اور کام کے نہیں ہوتے۔ بس اِسی کام کے ہوتے ہیں اور اسی کے واسطے آتے ہیں۔ اس لئے میں ان کو یہ ہی بتلا دیتا ہوں آپ جو کام کرتے ہیں (یعنی تحریر و تقریر سے دین کی خدمت) یہ بہت بڑا کام ہے' آپ تو یہی کام کرتے رہیں اور اِس چکر میں نہ پڑیں"۔

ظاہر ہے کہ یہ میرے سوال کا جواب نہ تھا' لیکن اُن بزرگ نے میری بات کے جواب میں اتنا ہی فرمایا اور مجھے کچھ اور عرض کرنے اور اپنے اصل سوال کی طرف مکرر توجہ دلانے کی مہلت دیئے بغیر ہندوستانی مسلمانوں کے بعض اجتماعی مسائل اور اُن کے مستقبل پر گفتگو کا ایک نیا سلسلہ شروع فرما دیا جو میرے لئے بھی دلچسپ تھا ان کا یہ رویہ دیکھ کر پھر سے اپنے سوال کو اُٹھانا میں نے بھی مناسب نہ سمجھا اور عشاء کے قریب یہ مجلس ختم ہو گئی۔

اگلے دن مغرب بعد پھر یہی ہوا کہ ذاکرین نے اُسی دھن کے ساتھ اپنا اپنا ذکر شروع

کیا۔ مجھ سے پھر نہ رہا گیا اور میں نے کل کا اپنا سوال پھر یاد دلایا۔ لیکن آج بھی اُن بزرگ نے وہی کل والا رویہ اختیار فرمایا کہ میری بات کو بالکل نظرانداز فرما کر ہندوستانی مسلمانوں کی غالباً ماضی اور حال کی مختلف تحریکوں پر گفتگو کا ایک لمبا سلسلہ شروع فرمادیا اور میرا سوال پھر رہ گیا۔

اُن بزرگ کے اس رویہ سے الحمد اللہ میں اِس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوا کہ چونکہ میرے سوال کا جواب ان کے پاس ہے نہیں، اس لئے اس سے پہلو تہی کر رہے ہیں بلکہ مجھے یہ خیال ہوا کہ غالباً میرے سوال کو ایک اہل اور طالب صادق کا سوال نہیں سمجھا گیا ہے بلکہ ایک مبتلائے زعم و کبر کا اعتراض سمجھ کر اس کو اس طرح نظرانداز فرمایا جا رہا ہے[1] اور اس میں شبہ نہیں کہ اِس وقت اس سوال سے اپنی تشفی (جہاں تک اب یاد ہے) مقصود بھی نہ تھی بلکہ نیت کچھ اور ہی تھی۔

خانقاہ کے جس حجرے میں میرے سونے کا انتظام تھا۔ نماز عشاء وغیرہ سے فارغ ہو کر میں اُس میں جا کر لیٹ گیا پھر تصوف کے اس قسم کے اعمال و اشغال پر بطور خود ہی غور کرنے لگا۔ اس غور و فکر میں خود ہی سائل تھا اور خود ہی مجیب، یاد آتا ہے کہ اس ذہنی بحث مباحثہ میں دیر تک نیند نہیں آئی، میں چاہتا تھا کہ ذہن اِس مسئلہ میں بالکل یکسو ہو جائے اگر میرے سوچنے میں کوئی غلطی ہو رہی ہے تو اس کی تصحیح ہو جائے، اور اگر میں ٹھیک طور پر سمجھ رہا ہوں تو پھر اس بارہ میں مجھے ایسا یقین و اطمینان حاصل ہو جائے کہ میں پوری قوت سے اِن چیزوں کا رد و انکار کروں۔ اور ان باتوں کے غلط و باطل ہونے پر ایک سچے حق پرست کی طرح اصرار کروں۔

---

[1] صوفیوں کو ان کو ایک بڑے استاد حافظ شیرازی کا مشورہ بھی یہی ہے کہ "

بامدعی مگو ئید اسرارِ عشق و مستی
بگذرید تا بمیرد در انج خود پرستی

اسی غور و خوض میں دیر کے بعد میرا ذہن ایک دفعہ اس طرف منتقل ہوا کہ تصوف کے ان خاص "اعمال و اشغال کو (مثلاً ذکر و مراقبہ کے اِن مخصوص طریقوں کو جو مشائخ کے تجویز کئے ہوئے ہیں اور اپنی قیود و اوضاع کے ساتھ سنت سے ثابت نہیں ہیں) میرا بدعت اور نادرست سمجھنا اگر صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ حضرت مجدد الف ثانی"، حضرت شاہ ولی اللہ"، حضرت سید احمد شہید" اور حضرت شاہ اسماعیل شہید" اور ان سے بھی پہلے ان جیسے بہت سے حضرات کو مجدد یا مصلح نہیں، بلکہ بدعات کا حامی اور بدعات کا رواج دینے والا ماننا پڑے گا کیونکہ اُن حضرات نے صرف اِتنا ہی نہیں کہ کسی مصلحت یا وقت کے تقاضے سے ان چیزوں کے بارے میں تسامح اور تساہل ہی برتا ہو بلکہ اُن کی تعلیم سے ان کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ اور ساری عمر اپنے آپ آنے والے طالبین کو انہوں نے ان ہی طریقوں سے ذکر و شغل کرا کے ان کا سلوک طے کرایا ہے۔ بلکہ ان حضرات میں سے اکثر کی زندگی میں جس قدر یہ پہلو نمایاں ہے۔ ان کی کتابوں کے پڑھنے والے اور حالات کے جاننے والے جانتے ہیں کہ غالباً کوئی دوسرا اتنا نمایاں پہلو نہیں ہے۔

ذہن کے اس طرف منتقل ہونے کے بعد دل نے یہ فیصلہ تو جلدی ہی کر لیا کہ مجھ جیسے کم فہم اور ناقص العلم کا کسی مسئلہ کے سمجھنے میں غلطی کرنا زیادہ ممکن اور زیادہ قرین قیاس ہے بہ نسبت اس کے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی" اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ و شاہ اسمٰعیل شہید" جیسے اکابر علم و دین کی طرف غلطی کو منسوب کیا جائے اور وہ بھی ایک ایسے فن سے متعلق مسئلہ میں جس کے ساتھ ہمارا تعلق تو صرف نظری ہے اور ان حضرات کا عمر بھر اس کے ساتھ گہرا عملی تعلق رہا ہے۔

دل نے اپنے خلاف یہ فیصلہ جلدی اور آسانی سے اس لئے کر لیا کہ ان حضرات کی تصانیف کے مطالعہ اور ان کے شخصی حالات اور اصلاحی و تجدیدی خدمات سے کچھ واقفیت کی وجہ سے ان کے رسوخ فی العلم، تفقہ فی الدین اور عند اللہ مقبولیت کا میں پہلے ہی سے پوری طرح قائل تھا اور میرا دل کسی طرح یہ قبول نہیں کر سکتا کہ یہ سب حضرات (اپنے اپنے زمانہ میں اسرار دین کے عارف اور امت کے مجدد ہونے کے باوجود) چند بدعتوں کو قرب خداوندی

کا ذریعہ سمجھ کر خود بھی ساری عمران میں مبتلا رہے۔۔۔۔اور اللہ کے ہزاروں بندوں کو بھی ان میں مبتلا کرتے رہے۔

بے شک مجدد نبی کی طرح معصوم اور صاحب وحی تو نہیں ہوتا لیکن وہ بدعات کا داعی اور مروج بھی نہیں ہو سکتا۔ خاص کر دین کے جس شعبہ میں اس کو دوسرے سب شعبوں سے زیادہ انہماک ہو اور وہ اس کا خاص داعی ہو اور اسی کے ذریعہ اصلاح و تجدید کا کام کر رہا ہو اس میں اگر وہ بدعت و غیر بدعت میں امتیاز نہ کر سکے گا تو یقیناً وہ اصلاح سے زیادہ فساد کا اور ہدایت سے زیادہ ضلالت کا باعث ہو گا۔

بہر حال یہ چند خیالی نکتے تھے جن پر پہنچ کر میرے ذہن کی الجھن کچھ کم ہوئی اور میں نے مان لیا کہ غالباً مجھ سے ہی اس مسئلہ کے سمجھنے میں کوئی غلطی ہو رہی ہے اور اب مجھے اپنی غلطی ہی کو پکڑنے اور پا لینے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

رات کافی گزر چکی تھی اس نتیجہ پر پہنچ کر میں نے اس غور و فکر کا سلسلہ اس وقت ختم کر کے سو جانے کا ارادہ کر لیا اور سو گیا۔

جن بزرگ کی خانقاہ کا یہ قصہ ہے ان کا معمول ہے کہ روزانہ نماز فجر کے بعد چند میل ٹہلتے ہیں۔ اس دن یہ عاجز بھی ساتھ ہو لیا اور رات کے اپنے ذہنی بحث و مباحثہ اور اس کے نتیجہ کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ:۔

میرے دل و دماغ نے یہ تو مان لیا ہے کہ تصوف کے ان اعمال و اشغال کے بارہ میں جواب تک میں نے سمجھا ہے غالباً وہ صحیح نہیں ہے اور اس میں کوئی غلط فہمی مجھے ہو رہی ہے۔ لیکن ابھی تک میں اس غلطی کو پکڑ نہیں سکا ہوں۔ چونکہ طبیعت طالب علمانہ پائی ہے اس لئے چاہتا ہوں کہ یہ گرہ بھی کھل جائے اور جو خلش باقی ہے وہ بھی نکل جائے۔

موصوف میری یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمایا۔

مولوی صاحب! آپ کو یہی تو شبہ ہے کہ یہ چیزیں بدعت ہیں؟۔

یہ بتلایئے کہ بدعت کی تعریف کیا ہے؟۔

میں نے عرض کیا:۔

"بدعت کی تعریف تو علماء نے کئی طرح سے کی ہے لیکن جو زیادہ منقح اور محقق معلوم ہوتی ہے وہ یہی سیدھی سی تعریف ہے کہ دین میں کسی ایسی چیز کا اضافہ جس کے لئے شریعت میں کوئی دلیل نہ ہو"۔

فرمایا۔ "ہاں ٹھیک ہے لیکن یہ بتلایئے کہ اگر دین میں کوئی چیز مقصود اور مامور بہ ہو اور اللہ اور رسولؐ نے اُس کا حاصل کرنا ضروری قرار دیا ہو۔ لیکن کسی وقت زمانہ کے حالات بدل جانے سے وہ اس طریقے سے حاصل نہ کی جاسکتی ہو۔ جس طریقے سے (رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں حاصل ہو جایا کرتی تھی) بلکہ اس کے واسطے کوئی اور طریقہ استعمال کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو کیا اس نئے طریقے کے استعمال کو بھی آپ "دین میں اضافہ" اور "بدعت" کہیں گے؟ (پھر اپنے مقصد کو اور زیادہ واضح کرنے کے لئے فرمایا) مثلاً دین سیکھنا سکھانا ضروری ہے اور دین میں اس کا نہایت تاکیدی حکم ہے اور آپ جانتے ہیں کہ رسول کریم (ﷺ) اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اس کے لئے صرف صحبت کافی ہو جاتی تھی تعلیم کے لئے کوئی مستقل انتظام نہیں تھا نہ مدرسے تھے نہ کتابیں تھیں، لیکن بعد میں حالات ایسے ہو گئے کہ صحبت اس مقصد کے لئے کافی نہیں رہی، بلکہ کتابوں کی اور پھر مدرسوں کی بھی ضرورت پڑ گئی، تو اللہ کے بندوں نے کتابیں لکھیں اور مدرسے قائم کئے اور اس کے بعد سے دین کے تعلیم و تعلم کا سارا سلسلہ اسی سے چلا اور اب تک اسی سے قائم ہے۔ تو کیا تعلیم و تعلّم کے طریقے میں اس تبدیلی کو بھی "دین میں اضافہ" اور "بدعت" کہا جائے گا۔

میں نے عرض کیا۔

"نہیں! "دین میں اضافہ" جب ہوتا ہے، جب کہ مقصود اور امر شرعی بنا کر کیا جائے لیکن اگر کس دینی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے قدیمی طریقے کے ناکافی ہو جانے کی وجہ سے کوئی نیا جائز طریقہ اختیار کر لیا جائے تو اس کو "دین میں اضافہ" نہیں کہا جائے گا۔ اور نہ وہ بدعت ہو گا"۔

فرمایا۔ "بس سلوک کے جن اعمال و اشغال پر آپ کو بدعت ہونے کا شبہ ہے ان سب کی نوعیت بھی یہی ہے ان میں سے کوئی چیز بھی مقصد سمجھ کر نہیں کی جاتی، بلکہ یہ سب نفس کے

تزکیہ اور تحلیہ کے لئے کرایا جاتا ہے جو دین میں مقصود اور مامور بہ ہے۔۔۔ مثلاً یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور ہر وقت اس کا اور اس کی رضا کا دھیان، فکر رہنا، اور اس کی طرف سے کسی وقت بھی غافل نہ ہونا، یہ کیفیتیں دین میں مطلوب ہیں اور قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بغیر ایمان اور اسلام کامل نہیں ہوتا۔[1]

لیکن رسول ﷺ کے زمانہ میں دین کی تعلیم و تربیت کی طرح یہ ایمانی کیفیتیں بھی آپ کی صحبت ہی سے حاصل ہو جاتی تھیں۔ اور حضور ﷺ کے فیضان صحبت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبتوں میں بھی یہ تاثیر تھی۔ لیکن بعد میں ماحول کے زیادہ بگڑ جانے اور استعدادوں کے ناقص ہو جانے کی وجہ سے اس مقصد کے لئے کاملین کی صحبت بھی کافی نہیں رہی، تو دین کے اس شعبہ کے اماموں نے ان کیفیات کے حاصل کرنے کے لئے صحبت کے ساتھ "ذکر و فکر کی کثرت" کا اضافہ کیا اور تجربہ سے یہ تجویز صحیح ثابت ہوئی۔ اسی طرح بعض مشائخ نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے احوال کا تجربہ کر کے ان کے نفس کو توڑنے، اور شہوات کو مغلوب کرنے اور طبیعت میں لینت پیدا کرنے کے لئے ان کے واسطے خاص خاص قسم کی ریاضتیں اور مجاہدے تجویز کئے۔

اسی طرح ذکر کی تاثیر بڑھانے کے لئے اور طبیعت میں رقت اور یکسوئی پیدا کرنے کے لئے ضرب کا طریقہ نکالا گیا ہے۔ تو ان میں سے کسی چیز کو بھی مقصود اور مامور بہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ یہ سب کچھ علاج اور تدبیر کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اور اسی لئے مقصد حاصل ہو جانے کے بعد یہ سب چیزیں چھڑا دی جاتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ طریق اپنے اپنے زمانہ کے حالات اور اپنے تجربوں کے مطابق ان چیزوں میں ردوبدل اور کمی بیشی بھی کرتے رہے ہیں۔ اور اب بھی کرتے رہتے ہیں، بلکہ ایک ہی شیخ کبھی کبھی مختلف طالبوں کے لئے ان کے خاص حالات اور ان کی استعداد کے مطابق الگ الگ اعمال و اشغال تجویز کر دیتا ہے اور بعض ایسی اعلیٰ استعداد

---

[1] کتاب و سنت کے جن نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے ان میں سے چند آئندہ اوراق میں ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں گے۔ ۱۲

والے بھی ہوتے ہیں جنہیں اس طرح کا کوئی ذکر شغل کرانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو یوں ہی نصیب فرما دیتا ہے۔ اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان سب چیزوں کو صرف علاج اور تدبیر کے طور پر ضرورۃً کیا کرایا جاتا ہے"۔

ان بزرگ کی اس تقریر اور توضیح سے میرا وہ ذہنی خلجان تو دور ہو گیا لیکن ایک نئی پیاس یہ پیدا ہو گئی کہ جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کو خود آزما کے دیکھا جائے اور اپنے ذاتی تجربے سے قلبی اطمینان اور مزید یقین حاصل کیا جائے۔ لیکن میرے حالات اور مشاغل میں اس کی گنجائش نہیں تھی کہ اس تجربے کے لئے میں کوئی بڑا اور مستقل وقت دے سکوں اس لئے میں نے بے تکلف اور صفائی سے عرض کیا کہ:۔

اگر یہ ذکر شغل ان مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ یہ چیزیں حاصل ہو جاتی ہیں تو پھر تو میں بھی اس کا محتاج ہوں، لیکن میں زیادہ وقت نہیں دے سکتا، کیونکہ دین کے جن دوسرے کاموں سے کچھ تعلق رکھا ہے ان کو بھی میں چھوڑنا نہیں چاہتا۔

فرمایا:۔ "مولوی صاحب! تصوف دین کے کام چھڑانے کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے تو دین کے کاموں میں قوت آتی ہے اور جان پڑتی ہے"[1]۔ لیکن کیا عرض کیا جائے اللہ کی مشیت ہے، جن کو اللہ نے دین کے کاموں کے قابل بنایا ہے وہ اب ادھر توجہ ہی نہیں کرتے۔ حالانکہ اگر تھوڑی سی توجہ وہ ادھر دے دیں تو دیکھیں کہ ان کے کاموں میں کتنی قوت آتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ[2] نے باوا صاحبؒ[3] نے اور بعد میں حضرت مجددؒ صاحب، حضرت شاہ صاحبؒ اور حضرت سید صاحبؒ نے ہمارے اس ملک میں دین کی جو خدمات انجام دیں اور جو کچھ کر دکھایا (جن کا سوواں اور ہزارواں حصہ بھی ہماری بڑی بڑی انجمنیں

---

[1] چنانچہ حضرت رائے پوریؒ نے مولانا موصوف کو تبلیغی جماعت کے مرکز نظام الدین اولیاؒ، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی خدمت میں جانے کا مشورہ دیا تاکہ اپنی آنکھوں سے خانقاہی اعمال ذکر اللہ کی قوت و برکت سے دعوت و تبلیغ میں کامیابی دیکھ لیں۔ ۲۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ [3] باوا شیخ فرید الدین شکر گنجؒ

اور جماعتیں نہیں کر سک رہی ہیں۔ اس میں ان کے اخلاص اور قلب کی اس طاقت کو خاص دخل تھا جو تصوف کے راستہ سے پیدا کی گئی تھی۔ لیکن اب صورت یہ ہے کہ اس طرف صرف وہی بیچارے آتے ہیں جو بس اللہ اللہ کرنے کے کام کے ہی ہوتے ہیں' یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں استعدادیں مختلف رکھی ہیں' ناقص استعداد کا آدمی اعلیٰ استعداد والوں کا کام نہیں کر سکتا"۔

پھر اسی سلسلہ میں فرمایا۔

"خدا معلوم لوگ تصوف کو کیا سمجھتے ہیں۔ تصوف تو بس اخلاص اور عشق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور جو کام عشق کی طاقت سے اور اخلاص کی برکت سے ہو سکتا ہے وہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا تو دراصل تصوف ضروری نہیں ہے بلکہ عشق اور اخلاص پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر کسی کو اس کے حاصل کرنے کا اس سے بھی آسان اور مختصر کوئی اور راستہ معلوم ہو جائے تو مبارک ہے' وہ اسی راستہ سے حاصل کر لے اور ہم کو بھی بتلا دے ہم تو اسی راستے کو جانتے ہیں جس کا اللہ کے ہزاروں صادق بندوں نے سینکڑوں برس سے تجربہ کیا ہے جن میں سینکڑوں وہ تھے جو دین کے اس شعبہ کے مجتہد بھی تھے اور صاحب الہام بھی تھے"۔

میں نے عرض کیا کہ:۔

جو شخص پہلے سے کسی دینی کام میں لگا ہوا ہو اور وہ یہ محسوس کرتا ہو کہ اسے عشق اور اخلاص نصیب نہیں ہے۔ تو کیا وہ کسی مدت تک اس کام کو چھوڑ کے پہلے اس کی تحصیل کرے۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کو بھی کرتا رہے اور اس کے ساتھ اس کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کرے؟۔

فرمایا:۔ "ہاں! یہ ہو سکتا ہے' البتہ بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں کچھ مدت کے لئے یکسوئی کے ساتھ اسی طرف مشغول ہونے کی ضرورت ہوتی ہے"۔

میں نے عرض کیا:۔

"کیا اس کے لئے بیعت ہونا بھی ضروری ہے"۔

فرمایا:۔ "نہیں" بالکل نہیں! ہاں طلب اور اعتماد کے ساتھ محبت اور صحبت ضروری

ہے 'بیعت تو صرف تعلق اور اعتماد کے اظہار کے لئے ہے ورنہ اصل مقصد میں بیعت کو کوئی خاص دخل نہیں ہے"۔

میں نے عرض کیا کہ "پھر مجھ کو بھی کچھ فرمادیں"۔

اس کے بعد حضرت مولانا منظور صاحب نے حضرت رائے پوریؒ سے بیعت ہو کر اپنے قلب کو مزکی فرمایا اور حضرت رائے پوریؒ نے ان کو خلافت واجازت عطا فرمائی۔

اخیر میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ اجل حضرت عارفیؒ کے ملفوظ پر اس رسالے کو ختم کرتا ہوں۔ حضرت عارفیؒ کے خلیفہ 'مجاز حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب مہتمم دارالعلوم کراچی تحریر فرماتے ہیں:۔

وفات سے تین ماہ قبل پیر ۱۷ ربیع الثانی ۱٤۰٦ھ کی مجلس میں (حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

علم کی صورت کتابوں سے ملتی ہے۔

علم کی حقیقت عمل سے ملتی ہے۔

اور علم کی لذت بزرگان دین کی صحبت سے ملتی ہے۔

ظاہر بیں خشک علماء جو بزرگوں کی صحبت سے استفادہ نہیں کرتے' ان کے متعلق آپ (یعنی حضرت عارفیؒ) بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ علماء میں اِلاَّ مَاشَآءَاللّٰہ یہ امراض عموماً پائے جاتے ہیں۔

(۱) تاویل کوشی (یعنی اپنی غلطی اور کوتاہی کا اعتراف نہ کرنا اور اس کی تاویل کرنا۔

(۲) جمود۔ (یعنی حق پرستی کی بجائے اپنی رائے پر جمے رہنا)

(۳) خود بینی وخود رائی (یعنی اپنے کمالات پر ناز اور خود جو بات سمجھ میں آجائے اس پر مطمئن ہو جانا' دوسروں کے مشورے کی پروانہ کرنا)

(٤) حب جاہ (یعنی لوگوں کے دلوں میں اپنی عظمت پیدا ہو جانے کی خواہش کرنا'

"(البلاغ" "حضرت عارفی نمبر ص ۱۹۵)

ابتداء میں بہت مختصر لکھنے کا ارادہ تھا مگر بڑھتے بڑھتے اتنا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ لکھنے والے اور پڑھنے والوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

(ڈاکٹر) محمد اسماعیل مدنی عفی عنہ

۷۔ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ موافق ۱۷ اپریل ۱۹۸۷ء

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

عبدالرحمٰن

قرآنِ کریم کی سادہ اور بلیغ دعوت، قرآنِ کریم ہی کے الفاظ میں مختصر تشریحات کیساتھ

مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم

ناشر

ادارۂ اسلامیات

۱۹۰-انارکلی لاہور ۲ پاکستان

فون ۷۳۲۴۷۸۵-۷۲۴۳۹۹۱-۷۳۵۳۲۵۵

وَقَالَ رَبُّكُمُ
ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ

فضائلِ دُعا

قرآن کریم واحادیث کی روشنی میں دُعا کی فضیلت اور اہمیت، دُعا کے آداب، قبولیت کے مواقع، قبولیتِ دُعا کی شرائط، استغفار کے فضائل، توبہ کی حقیقت و ضرورت، ہر مقام اور ہر موقعہ کی مسنون دُعائیں۔

بمعہ رسالہ

الحزب المقبول

سات منزلوں پر منقسم جامع دُعاؤں کا مجموعہ جن میں ہر خیر کا سوال ہے اور ہر شر سے پناہ مانگی گئی ہے

تالیف
حضرت مولانا عاشق الٰہی بلندشہری دامت برکاتہم

ناشر
ادارہ اسلامیات
۱۹۰- انارکلی- لاہور
۷۲۴۳۹۹۱
۳۵۳۲۵۵

منتخب 112 استنباطی مضامین قرآن (بحوالہ آیات، سورۃ)

میں سے چند اہم عنوانات کی جھلکیاں

اسلام کا نظامِ اعتقادات ☆ اسلام کا نظامِ عبادات ☆ اسلام کا نظامِ نظافت ☆ اسلام میں سنت رسول اللہ ﷺ کی تشریعی حیثیت وعظمت ☆ اسلام میں نظریہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حقیقت آمیز تجزیہ ☆ اسلام کا نظامِ امن ☆ قرآنی حقائق کا تاریخ سے موازنہ چہ معنی دارد؟ ☆ اسلام، عقل اور سائنس ☆ اسلام میں نظریہ رؤیتِ ہلال اور سائنسی استدلالات ☆ وحی رسالت اور وحی بمعنی الہام والقاء کے متعلق شرعی حقیقت ☆ اسلام کا نظامِ محنت ☆ اسلام کا نظامِ معیشت اور طبقاتی نظام (موازنہ) ☆ نظریاتی وتہذیبی اختلاف کے فکری نتائج ☆ اسلام میں حقوق نسواں ☆ عالمی معاشی وباء (سودی نظام) ☆ معاملات کے لین دین کا قانونی نظام ☆ بین المذاہب مکالمہ ☆ فرقہ واریت کی اُصولی بحث ☆ اسلام کا نظامِ عفت وپاکدامنی ☆ اسلام کا نظامِ میراث ☆ اسلام کا نظامِ تجارت اور اس کے رہنما اُصول ☆ احکامِ دین کا عملی وقانونی نفاذ ☆ عزیمت اور رخصت کا حکیمانہ اُسلوب ☆ وکالتِ باطلہ وصیحہ ☆ اسلام میں نظامِ عدل وانصاف مع نظامِ شہادت ☆ حلال وحرام اور نظریہ شریعت ☆ مشروط امن معاہدے اور اسلام کی دفاعی وخارجہ پالیسی ☆ فلسفہ انقلابِ احوال ☆ جامعیت قرآن کی ہمہ جہتی حقیقت ☆ حکمت اور موعظہ حسنہ ☆ اسلام کا اخلاقی نظام ☆ اسلام کا نظامِ حکومت ☆ اختلاف رائے اور آزادی رائے ☆ نظریہ جہاد اور اس کی حکمت مع حدود وقیود ☆ عورت کی حکمرانی کے خلاف پہلی احتجاجی آواز ☆ قواعد واُصول وقتی نہیں ہوتے ☆ اسلام اور تربیت اولاد ☆ اسلام اور نظریہ تعلیم وفن ☆ ناموس رسالت ،آداب، محبّت وعشق رسول ﷺ ☆ اسلام کا نظامِ طلاق ☆ اسلام اور سماجی خدمات ☆ اسلام اور حقوق العباد ☆ بیعت ،تزکیہ نفس اور اصلاحی حقائق ☆ شریعت وطریقت ☆ کونسی جماعت برحق ہے؟ ☆ آدابِ معاشرہ کے اخلاقیاتی پہلو ☆ تحقیقِ حالات کا شرعی نظام ☆ تقلیدِ محمود کی آسان فہم حقیقت ☆ اسلام اور باقی مذاہب کا تقابلی جائزہ ☆ باطنی اعتبار سے عذابِ الٰہی کی بدترین قسم ☆ نظامِ حدود وتعزیرات ☆ نظامِ فطرت کے خدائی اُصول اور عقلیات کے بے لگام گھوڑے ☆ بحر وبر میں سبب فساد کا تجزیہ برحق ☆ فلسفہ عزت وذلت وغیرہ